والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه

سلسلۂ دار المصنفین

نمبر ۴۴

سیر الصحابہ رض

حصۂ ہفتم

جس مین ایسے اکیسو پچاس صحابہؓ کے حالات ہین جنھون نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا یا اس سے پہلے مشرف باسلام ہوئے لیکن ہجرت نہ کر سکے یا عہد رسالت مین صغیر السن تھے،

مرتبہ

مولوی شاہ معین الدین احمد ندوی رفیق دار المصنفین

باہتمام

مولوی مسعود علی صاحب ندوی

در مطبع معارف اعظم گڈھ مطبوع گردید

۱۹۳۳ء

سلسلہ سیر الصحابہؓ

رسول اللہ صلعم کے بعد مسلمانون کے لیے صرف صحابہ کرام کی ذات اسوۂ عمل ہے، اسلئے اُن کے حالات سوانح، اخلاق و عادات اور اُن کے مذہبی، علمی اور سیاسی کارنامون کے واقعات زیادہ تنقید کے محتاج تھے، سیر الصحابہ کا سلسلہ اسی اصول کو پیش نظر رکھکر قرآن و حدیث اور رجال و تاریخ کی مستند کتابون سے مرتب کیا گیا ہے، اس سلسلے کے ابتک چھ حصے شائع ہو چکے ہین، اسوۂ صحابہ، اسوۂ صحابیات، خلفائے راشدین، سیر المہاجرین، سیر الانصار اور سیر الصحابیات،

اس سلسلہ مین اسوۂ صحابہ خصوصیت کیساتھ نہایت اہم ہے جسکی نظیر عربی اور فارسی زبانون مین نہین ملسکتی، اسکے پہلے حصہ مین صحابہ کرام کے عقائد، اعمال، عبادات اور اخلاق و معاشرت وغیرہ کے متعلق نہایت موثر واقعات حدیث و رجال کی کتابون سے اخذ کرکے جمع کئے گئے ہین اور دوسرے حصہ مین صحابہ کرام کے مذہبی، علمی اور سیاسی کارنامون کی تفصیل ہے، صحابیات کے متعلق اس قسم کے جو واقعات تھے انھین اسوۂ صحابیات کے نام سے علیحدہ ایک رسالہ مین جمع کر دیا گیا ہے،

بقیہ حصون یعنی خلفائے راشدین، سیر المہاجرین اور سیر الانصار اور سیر الصحابیات مین خلفاء راشدین، مہاجرین و انصار صحابہؓ اور صحابیات کے حالات سوانح، اخلاق و فضائل اور اُن کے مذہبی، علمی اور سیاسی مجاہدات اور کارنامون کے نہایت مستند اور تفصیلی حالات درج ہین، سیر المہاجرین اور سیر الانصار کے شروع مین مبسوط مقدمے ہین جنمین صحابہ کی ان دونون قسمون کے نسبی، خاندانی، تمدنی حالات اور زمانۂ قدیم سے لیکر فتح مکہ تک ان کی اجمالی تاریخ ہے،

فہرست اسمائے سیر الصحابہؓ جلد ہفتم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسنِ خاتمہ

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آج سے پندرہ سولہ سال پیشتر سیر الصحابہؓ کے نام سے جس وسیع سلسلہ کا آغاز کیا گیا تھا، اس جلد پر آج بحمد اللہ اس کا خاتمہ ہوتا ہے، اس سلسلہ میں حسب ذیل کتابیں بہ ترتیب ذیل داخل ہیں،

١ سیر الصحابہؓ جلد اوّل بنام خلفائے راشدینؓ مصنفہ مولوی حاجی معین الدین صاحب ندوی،
٢ سیر الصحابہؓ جلد دوم بنام مہاجرینؓ جلد اوّل مصنفہ مولوی حاجی معین الدین صاحب ندوی،
٣ سیر الصحابہؓ جلد سوم بنام مہاجرینؓ جلد دوم مصنفہ مولوی شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی،
٤ سیر الصحابہؓ جلد چہارم بنام انصارؓ جلد اول مصنفہ مولوی سعید صاحب، انصاری،
٥ سیر الصحابہؓ جلد پنجم بنام انصارؓ جلد ثانی مصنفہ مولوی سعید صاحب، انصاری،
٦ سیر الصحابہؓ جلد ششم (مشتمل بر احوال اکابر غیر مہاجرؓ و انصارؓ صحابہ) مصنفہ مولوی شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی،
٧ سیر الصحابہؓ جلد ہفتم (مشتمل بر اصاغر صحابہؓ) مصنفہ مولوی شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی،
٨ سیر الصحابہؓ جلد ہشتم بنام سیر الصحابیاتؓ (خواتین صحابہ) مصنفہ مولوی سعید صاحب انصاری،
٩ سیر الصحابہؓ جلد نہم بنام اسوۂ صحابہؓ جلد اوّل (صحابہؓ کے احوال مجموعی تبصرہ) مصنفہ مولانا عبد السلام صاحب ندوی،

۱۰ سیر الصحابہؓ جلد دہم بنام اسوۂ صحابہ جلد دوم (صحابہؓ کے احوال پر مجموعی تبصرہ) مصنفہ مولانا عبد السلام صاحب ندوی

اس سلسلہ کی تدوین بھی درحقیقت علامہ شبلی مرحوم اور مخدومۂ علیا ہر ہائنس نواب سلطان جہان بیگم مرحومہ سابق فرمانروائے بھوپال کے حکم معنوی کی تعمیل کے طور پر ہوئی ہے، دعا ہے کہ اس حسن عمل سے مرحومین کو اپنے حسن نیت کا ثواب ملے، وللہ الحمد اولاً و آخراً،

سید سلیمان ندوی

ناظم دار المصنفین،

۲۴ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

دار المصنفین سالہا سال سے جس مقدس چمن کی آبیاری میں مصروف تھا آج اسکا آخری گلدستہ ہدیۂ ناظرین ہے، یعنی سیر الصحابہ کا جو عظیم الشان سلسلہ برسوں سے چل رہا تھا، وہ بحمد اللہ اس جلد پر تمام ہو گیا، اس سلسلہ کے سات حصے پہلے شائع ہو چکے ہیں، ایک خلفائے راشدین کے حالات میں، دو مہاجرین کے دو انصار کے، ایک صحابیاتؓ کے، اور ایک اُن صحابہؓ کے حالات میں جو فتح مکہ کے بعد مشرف باسلام ہوئے یا اس سے پہلے ہو چکے تھے لیکن شرفِ ہجرت سے محروم رہے، یا ہجرت کے کچھ قبل یا بعد پیدا ہوئے اور عہدِ رسالت میں صغیر السن تھے، یہ آخری جلد بھی ایسے ہی صحابہؓ سے متعلق ہے،

اس طبقہ کے صحابہ کے حالات حدیث کیا عموماً طبقات کی کتابوں میں بھی محض برائے نام ملتے ہیں جیسے نام و نسب اور ذکرِ صحابیت کے علاوہ انکی زندگی کے اور پہلوؤں پر بہت کم روشنی پڑتی ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ صحابہ ایسے وقت کے مسلمان یا پیدا شدہ ہیں، جبکہ عہدِ رسالت اور تبلیغ اسلام کا نازک اور ابتدائی دور جو آزمائش و امتحان کا حقیقی دور تھا، گذر چکا تھا، اسلئے انھیں صحابہؓ کی صفِ اول میں جگہ نہ مل سکی، اسکے علاوہ تاخیرِ اسلام اور صغر سنی کیوجہ سے انھیں فیضانِ نبوت سے استفادہ کا بھی پورا موقع نہ مل سکا، اسلئے اُن میں وہ رُوح پیدا نہ ہو سکی جو مہاجرین و انصار کا خاص طرۂ امتیاز ہے، کہ آغازِ بارانِ رحمت اور اختتام کی اُگی ہوئی فصل کی روئیدگی نشو و نما، ترو تازگی اور پیداوار میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے،

یون تو حجۃ الوداع مین چالیس ہزار مسلمان آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، اسلیے وہ سب صحابی کہے جاسکتے ہین لیکن ان مین بہت کم ایسے ہین جو حقیقۃً صحابی کہلانے کے مستحق ہین کیونکہ ان مین بڑی تعداد اُن مسلمانون کی تھی جنھین حجۃ الوداع کے علاوہ اور کبھی جمال نبوت کے مشاہدہ کا بھی موقع نہین ملا، ایک معتدبہ جماعت ایسی تھی جسے صرف چند ساعتین یا زیادہ سے زیادہ چندروز شرف صحبت میسر آسکا، اوران مین ایسے خوش قسمت تو بہت کم تھے جو پورے طور سے سرچشمۂ نبوت سے سیراب ہوئے ہون، اسی لیے یہ لوگ رتبہ مین سابقون الاولون کے برابر نہین ہین،

باینہمہ اس طبقہ مین بھی کچھ خوش قسمت نفوس ایسے تھے جنھین چند مہینون سے لیکر دو ڈھائی سال تک فیض صحبت میسر آیا، اور اس کیمیاے سعادت نے انھین اکسیر بنادیا بعضون کو محض چند ہی دن میسر آسکے لیکن ذاتی صلاحیت اور پرتو نبوت نے اسی قلیل مدت مین انھین جلادیکر چمکادیا، کہ ارض صالح مین ابر رحمت کے ایک ہی چھینٹے سے سبزہ لہلہا اُٹھتا ہے، آخر بہار کے کھلے ہوئے پھول کلی رنگ و بو مین پھول ہی ہوتے ہین، اسلیے اس طبقہ کے صحابہؓ کی کتاب زندگی کے اوراق بھی مسلمانون کیلیے درس عمل سے خالی نہین ہین، چنانچہ اس جلد مین اس طبقہ کے ایسے ایکسو پچاس ۱۵۰ صحابہؓ کرام کے حالات قلمبند کئے گئے ہین، جنکی زندگی مین مسلمانون کے لیے کوئی نہ کوئی اسوۂ عمل موجود ہے، نیز اسلیے بھی اُنکے حالات کا لکھنا ضروری معلوم ہوا تاکہ سلسلۂ سیر الصحابہؓ مین اخلاقی درس کیساتھ عصر صحابہ کی پوری تاریخ بھی مسلمانون کے سامنے آجائے لیکن جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے اس طبقہ کے صحابہ کے حالات بہت کم ملتے ہین، اسلیے چند کے سوا باقی اکثرون کے حالات دو چار صفحون سے زیادہ نہین ہین لیکن نکہت بیزی کے لیے مشک خالص کا ایک ذرہ بھی کافی ہوتا ہے اور متلاشیان راہ حقیقت کیلیے تارون کی روشنی بھی شمع ہدایت کا کام دیتی ہے کہ اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم،

فقیر معین الدین احمد ندوی
دار المصنفین اعظم گڈھ،

۱۳ رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت ابن ابی اوفیؓ

نام و نسب علقمہ اور عبد اللہ نام، ابو معاویہ کنیت، ابن ابی اوفی کے نام سے مشہور ہیں، نسب نامہ یہ ہے، علقمہ بن خالد بن حارث بن ابی اسید بن رفاعہ بن ثعلبہ بن ہوازن بن اسلم بن افصیٰ،

اسلام و غزوات صلح حدیبیہ کے قبل مشرف باسلام ہوئے، حدیبیہ میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، بیعت رضوان میں شرف جان نثاری حاصل کیا[1] حدیبیہ کے بعد غزوۂ خیبر ہوا، سب سے پہلے اسی میں میدان جنگ میں اترے[2]، پھر حنین میں داد شجاعت دی، اس معرکہ میں ہاتھوں میں کاری زخم لگا جس کا نشان مدتوں باقی رہا[3]، حنین کے بعد فتح مکہ میں شریک ہوئے[4]،

غرض شروع سے آخر تک بیشتر معرکوں میں مجاہدانہ شریک ہوئے، گو اس کی تفصیلات نہیں ملتیں، تاہم اجمالاً اتنا معلوم ہے کہ اسلام کی مدافعت میں سات لڑائیوں میں ان کی تلوار بے نیام ہوئی[5] اور اس ایثار اور جہاد نفس کے ساتھ کہ بعض لڑائیوں میں سد رمق کے لئے صرف ٹڈی کھا کر بسر کرنا پڑا[6]،

کوفہ میں قیام عہد نبوی سے حضرت عمرؓ کے ابتدائی زمانہ تک مدینۃ الرسول میں رہے، جب کوفہ آباد ہوا، تو اسلامی نوآبادی کے قیام کے سلسلہ میں، یہاں منتقل ہوگئے، اور اپنے قبیلہ اسلم کے محلہ میں گھر بنا لیا[7]

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۵۴، [2] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۳۶، [3] بخاری کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ ویوم حنین الخ، [4] بخاری کتاب الصوم باب متی یحل فطر الصائم، [5] مسند ابن حنبل ج ۴، ص ۳۵۳، [6] ایضاً و مسند دارمی، کتاب الصید، باب اکل الجراد، [7] مستدرک حاکم ج ۳، ص ۵۷۰،

خارجیون کی سرکوبی، | خلافت صدیقی سے لیکر خلافت مرتضوی تک گوشہ گیر رہے، اس زمانہ مین کہین ان کا پتہ نہین چلتا حضرت علیؓ کے دور خلافت مین جب خارجیون نے سر اُٹھایا، تو آنحضرت صلعم کے فرمان کے مطابق اون کے مقابلہ کو نکلے[1]، اور اپنے ساتھ اور مسلمانون کو بھی ان کے استیصال پر آمادہ کیا، اور انکو لکھ بھیجا کہ رسول اللہ صلعم نے ایک جنگ کے موقع پر فرمایا تھا کہ لوگو! دشمن سے مقابلہ کی آرزو نہ کیا کرو، اور خدا سے امن وعافیت کی دعا کیا کرو، لیکن جب مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو، اور یقین رکھو کہ تلوارون کے سایہ کے نیچے جنت ہے[2]۔"

وفات | حضرت ابن ابی اوفیؓ نے کافی عمر پائی، بنی امیہ کے دور تک زندہ رہے اخیر عمر مین آنکھون سے معذور ہو گئے تھے، اسی حالت مین ۸۶ھ اور ۸۸ھ کے درمیان وفات پائی، یہ اصحاب نبوی مین آخری بزرگ تھے جنھون نے کوفہ مین انتقال کیا[3]،

فضل وکمال، | چونکہ اسلام کے بعد قیام مدینہ ہی مین رہا، اور غزوات مین برابر آنحضرت صلعم کی ہمرکابی کا شرف حاصل کرتے رہے، اس لئے اکثر احادیث نبوی سننے کا اتفاق ہوتا تھا، چنانچہ اون کی ۹۵ مرویات حدیث کی کتابون مین موجود ہین، جن مین سے دس متفق علیہ ہین، اور ۵ مین امام بخاری اور ایک مین امام مسلم منفرد ہین، رواۃ مین عمر بن مرہ، طلحہ بن مطرف، عدی بن ثابت اور اعمش وغیرہ قابل ذکر ہین[4]۔

ان کا علمی پایہ اون کے معاصرین مین مسلم تھا، چنانچہ مختلف فیہ مسائل مین لوگ اون کی طرف رجوع کرتے تھے، ایک مرتبہ عبداللہ بن ابی شداد اور ابو بردہ مین بیع سلم کے بارے مین اختلاف ہوا تو دونون نے فیصلہ کے لئے ان کے پاس آدمی بھیجا، انھون نے صورت مسئولہ پر مفصل روشنی ڈالکر

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۸۲، [2] ابو داؤد کتاب الجہاد باب کراہیۃ التمنی لقاء العدو، وبخاری کتاب الجہاد باب لاتمنوا لقاء العدو، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۷۰، [4] تہذیب الکمال ص ۱۹۱،

ان کی تشفی کروشی اسی طریقہ سے ایک مرتبہ بعض لوگون کو خیبر کی پیداوار کا مصرف معلوم کرنے کی ضرورت ہوئی کہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ مین وہ کن مصارف مین صرف ہوتی تھی، تواون کی طرف رجوع کیا، انھون نے بتایا کہ اس کی کوئی خاص تقسیم نہ تھی، بلکہ ہر شخص بقدر ضرورت اس مین سے لے لیتا تھا[۱]

صدقات وخیرات، ابن ابی اوفیٰؓ کے گھر مین نہایت فراخدلی کے ساتھ صدقہ وخیرات ہوتی تھی اور اس کے بدلہ مین وہ آنحضرت صلعم کی دعائین لیتے تھے، ایک مرتبہ ان کے والد کچھ صدقہ لیکر خدمت نبویؐ مین حاضر ہوئے آپ نے دعا فرمائی کہ خدایا آل ابی اوفیٰ پر رحمت فرما[۲]

پاس فرمان رسول، نازک سے نازک مواقع پر بھی جب کہ انسان بے قابو ہو جاتا ہے ابن ابی اوفیٰ فرمان رسول سے سر مو تجاوز نہ کرتے تھے، ان کی ایک لڑکی کا انتقال ہو گیا، عورتون نے رونا پیٹنا شروع کیا، ابن ابی اوفیٰؓ نے کہا بین نہ کرو رسول اللہ صلعم نے بین سے منع فرمایا ہے، البتہ محض آنسو بہا سکتی ہو، اس کے بعد مسنون طریقہ سے نماز جنازہ پڑھا کر فرمایا، جنازہ مین رسول اللہ صلعم ایسا ہی کرتے تھے[۴]

۲۔ حضرت اسماء بن حارثہ اسلمیؓ

نام ونسب، اسماء نام، ابو محمد کنیت، نسب نامہ یہ ہے، اسماء بن حارثہ بن عبد اللہ بن غیاث بن سعد بن عمرو بن عامر بن ثعلبہ بن مالک بن افصی اسلمی،

اسلام، فتح مکہ سے پہلے کسی وقت مشرف باسلام ہوئے، ان کا قبیلہ مدینہ سے کچھ فاصلہ پر رہتا تھا لیکن یہ خود مدینہ مین رہتے تھے، یہ ان تنگ حال اور صاحب احتیاج صحابہ مین تھے، جن کا سہارا رحمۃ للعالمین کے سوا کوئی نہ تھا، چنانچہ آپ نے انھین اصحاب صفہ کے زمرہ مین داخل فرما کر ان کے معاش کا انتظام فرما دیا تھا[۵]

[۱] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۵۴، [۲] ایضاً صفحہ ۳۵۵، [۳] ایضاً، [۴] ایضاً ص ۳۵۶، [۵] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۵،

اس تقریب سے یہ شب و روز آستان نبوی پر پڑے رہتے تھے، رسول اللہ صلعم کی خدمت گذاری ان کا مشغلۂ حیات تھا، حضرت ابوہریرہؓ جو کاشانۂ نبویؐ کے بہت بڑے حاضر باش تھے، فرماتے تھے کہ ہند اور اسماء حارثہ کے لڑکے رسول اللہ صلعم کے خادم تھے، ہر وقت آپ کے آستانہ پر حاضر رہتے تھے، اور آپ کی خدمت گذاری مین زندگی بسر کرتے تھے[1]

ان کے قبیلہ بنی اسلم مین انھین کے ذریعہ سے مذہبی احکام بھیجے جاتے تھے، چنانچہ عاشورہ کے روزہ کا حکم بھی یہی لے کر گئے تھے[2]

وفات امیر معاویہ کے عہد مین بصرہ مین وفات پائی[3]،

۳۔ حضرت اسیرؓ

ان کے نام و نسب کے بارہ مین ارباب سیر خاموش ہین، صرف اس قدر معلوم ہے کہ آنحضرت صلعم کے صحابی تھے، تاہم ان کی زندگی گمنامی کے باوجود مسلمانون کیلئے سبق سے خالی نہین ہے، امت اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق کو سب سے زیادہ قیمتی سمجھتے تھے، اور ان کے اختلاف اور تفریق سے بچنے کے لئے بعض قابل اعتراض باتین بھی انگیز کر لیتے تھے، یزید کے زمانہ مین زندہ تھے، اور امت کے اتحاد و اتفاق کے خاطر یزید کی نااہلیت کو مانتے ہوئے اس کی بیعت مین مضائقہ نہ سمجھتے تھے، اسی زمانہ مین کچھ لوگ اون کے پاس آئے، انھون نے اُن سے کہا، لوگ کہتے ہین کہ یزید اس امت کا بہتر شخص نہین ہے، عقل و فراست سے بھی عاری ہے، شرافت کے لحاظ سے بھی وہ کوئی ممتاز حیثیت نہین رکھتا، مین بھی ان تمام باتون کو مانتا ہون، لیکن مجھکو رسول اللہ صلعم کی امت کے تشتت و افتراق کے مقابلہ مین ان کا اتحاد و اتفاق زیادہ عزیز ہے، پھر کہا، اگر تمام امت محمدی ایک

---

[1] اصابہ ج اول ص ۳۰۔ [2] ابن سعد ج ۴ ص ۱۵۰۔ [3] ایضاً،

دروازہ مین داخل ہوجائے، توکیا اس مین ایک شخص کی گنجایش نہین نہ رہے گی، لوگون نے کہا کیون نہین، پھر پوچھا اگر امتِ مسلمہ کا ہر شخص یہ عہد کرکے کہ مین اپنے بھائی کا خون نہ بہاؤن گا، اور اس کے مال پر دست درازی نہ کرون گا، توکیا وہ اس مین حق بجانب نہ ہوگا، لوگون نے جواب دیا ضرور ہوگا، فرمایا مین یہی تو کہتا ہون،

پھر آنحضرت صلعم کا یہ فرمان سنایا کہ حیا ہر حالت مین بہتر ہے، اسپر ایک شخص بولا ہم نے لقمان کے قصص مین دیکھا ہے کہ بعض حیا کمزوری ہوتی ہے اور بعض وقار، قول رسول کے مقابلہ مین لقمان کے قصص سے اعتراض سنکر سخت برہم ہوئے، فرط غضب مین ہاتھ تھر تھرانے لگا، اور اس شخص سے کہا تم میرے گھر سے نکل جاؤ، تم کو یہان کس نے بلایا تھا، یہ رنگ دیکھکر ایک شخص نے کسی نہ کسی طرح ان کا غصہ فرو کیا[1]،

۴۔ حضرت اسود بن سریع رضؓ

نام ونسب اسود نام، ابو عبد اللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، اسود بن سریع بن حمیر بن عبادہ بن نزال بن مرہ بن مقاعس بن عمرو بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم تمیمی،

اسلام اور غزوات فتح مکہ کے بعد اسلام لائے، قبول اسلام کے بعد متعدد غزوات مین آنحضرت صلعم کا شرف ہمرکابی حاصل کیا، حنین مین بھی ساتھ تھے، اون کا خود بیان ہے کہ مین چار غزوون مین رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھا، کسی غزوہ مین بعض لوگون نے بچون کو قتل کر ڈالا، آنحضرت صلعم کو اس کی خبر ہوئی، تو آپ نے فرمایا لوگون کو کیا ہوگیا ہے، جو لڑائی مین بے گناہ بچون اور جنگجوون مین امتیاز نہین کرتے، کسی نے عرض کیا، یارسول اللہ کیا بچہ مشرک نہین ہے، فرمایا

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۷، ق اول ص ۴،

اس طرح تو تمھارے بہترین لوگ بھی مشرک بچے ہین، لڑکے دین فطرت پر پیدا ہوئے ہین، اور اس وقت تک اس دین پر رہتے ہین جب تک اون کی بولی نہین پھوٹتی، اس کے بعد اون کے والدین انھین یہودی یا نصرانی بناتے ہین[1]،

بصرہ کا قیام اور وفات | حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد بال بچون کو لیکر بصرہ چلے گئے، اور یہین اقامت اختیار کرلی[2]، جامع بصرہ کے قریب مکان تھا، اور اس مین وہ فرائض قضا انجام دیتے تھے یہین ۴۲ھ مین وفات پائی[3]،

فضل وکمال، | فضل وکمال کے لئے یہ سند کافی ہے کہ جامع بصرہ مین قاضی تھے، آٹھ حدیثین بھی ان سے مروی ہین، شاعری مین نہایت ممتاز شخصیت رکھتے تھے[4]،

کبھی کبھی دربار رسالت مین حمد و نعت کی نذر لاکر پیش کرتے تھے، ایک مرتبہ حمد و نعت کہہ کر لائے اور عرض کی، یا رسول اللہ خدا کی حمد اور حضور کی مدح مین کچھ اشعار عرض کئے ہین، فرمایا میری مدح سنانے کی ضرورت نہین، البتہ خدا کی حمد سناؤ، اجازت پاکر انھون نے حمد سنانی شروع کی، اس درمیان مین ایک کشیدہ قامت آدمی پہنچا، اسے دیکھکر آنحضرت صلعم نے انھین خاموش کردیا، اس کے واپس جانے کے بعد پھر سننے لگے، دوبارہ پھر وہ شخص آیا، پھر آپ نے اسود کو خاموش کردیا، اس کے واپس جانے کے بعد اسود نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کون شخص ہے، جس کے آنے پر آپ اشعار روک دیتے ہین اور چلے جانے کے بعد پھر سنتے ہین، فرمایا یہ عمر بن الخطابؓ ہین، ان کو باطل اشیاء سے کسی قسم کا لگاؤ نہین[5]،

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۴، [2] تہذیب التہذیب ج اول تذکرۂ اسودؓ،

[3] اصابہ ج اول تذکرۂ اسودؓ، [4] تہذیب الکمال ص ۳۷

[5] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۱۵،

حضرت اقرع بن حابسؓ

نام ونسب اقرع نام، اقرع لقب، نسب نامہ یہ ہے، اقرع بن حابس بن عقال بن محمد بن سفیان ابن مجاشع بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم تمیمی، زمانۂ جاہلیت مین شرفائے بنی تمیم مین تھے، اسلام کے بعد بھی یہ اعزاز قائم رہا،

اسلام سے پہلے اقرع باضابطہ اسلام قبول کرنے کے بہت پہلے سے اسلام سے متاثر تھے، چنانچہ فتح مکہ، حنین اور طائف مین کفر کی حالت مین آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے[1]،

مجلس مفاخرہ فتح مکہ کے بعد جب روسائے تمیم مدینہ آئے تو اقرع بھی ساتھ تھے، روسائے عرب کی طرح بنی تمیم کے عمائد مین بھی عالی نسبی کا بڑا غرور اور دولت کا بڑا نشہ تھا، فخر وتعلی کی مجلسین ہوتی تھین جنمین روسا و عمائد اپنے اپنے فخریہ سناتے تھے، مدینہ آئے تو یہ تمام لوازم ساتھ تھے، کاشانۂ نبوی پر پہنچکر تمام ارکانِ وفد نے آواز دی محمد! باہر نکلو! آپ کو یہ طوفان بے تمیزی ناگوار ہوا تاہم حجرۂ اقدس سے باہر تشریف لے آئے، روسائے تمیم نے کہا ہم لوگ فخاری کے لئے آئے ہین، اجازت دو کہ ہمارے شعرا و بلغا، اپنی لسانی اور سحر بیانی کے جوہر دکھائین، ابن ہشام کی روایت کے مطابق آپ نے اون کی درخواست قبول کرلی، لیکن صاحبِ اسد الغابہ کا بیان ہے کہ آپ نے اون کے جواب مین فرمایا کہ مین شعر بازی اور فخاری کے لئے نہین مبعوث ہوا ہون لیکن اگر تم اسی کے لئے آئے ہو تو ہم اس سے باہر بھی نہین ہین، بسم اللہ، اجازت ملنے کے بعد بنی تمیم مین سے عطارد بن حاجب کھڑے ہوئے، اور وہ نہایت فخر ومباہات کے ساتھ بنی تمیم کے تمول ثروت، اثر و اقتدار،

---

[1] اسد الغابہ ج اول ص ۱۱۹،

عالی نسبی، شجاعت وبہادری اور مہمان نوازی کی جاہلانہ داستان سنائی، یہ اپنی تقریر ختم کر چکے تو مسلمانون کیجانب سے جواب کے لئے حضرت ثابت بن قیسؓ کھڑے ہوئے، لیکن یہ جواب کیا تھا، تمول وثروت کی فخاری نہ تھی، عالی نسبی کا غرور نہ تھا، شجاعت اور بہادری کی داستان سرائی نہ تھی، بلکہ آنحضرت صلعم کی بعثت، قرآن کا نزول، اسلام کی تبلیغ، انصار کی حمایت، اور اعلائے کلمۃ اللہ کی تاریخ، اور اسلام کی دعوت تھی، ثابت کے بعد پھر بنی تمیم کے معزز رکن زبرقان بن بدر اُٹھے، اور اسی جاہلیت کی غرور آمیز داستان کو اشعار مین دہرایا، ان کے مقابلہ مین دربار رسالت کے ملک الشعراء اور طوطی اسلام حضرت حسان بن ثابتؓ کو جواب کا حکم ہوا، اُنھون نے جواب دیا،

اسلام روساے بنی تمیم کی اس فخاری اور مسلمانون کے اس تبلیغی جواب کا یہ اثر ہوا کہ بنی تمیم کے معزز رکن اقرع بن حابسؓ نے اٹھکر اپنے ارکان سے کہا، محمدؐ کے خطیب ہمارے خطیبون اور اُن کے شعرا ہمارے شعرا سے زیادہ بہتر ہین، ان کی آوازین ہماری آوازون سے زیادہ شیرین اور دلآویز ہین،[1] مین شہادت دیتا ہون کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہین، آپ خدا کے رسول ہین، اس کے قبل جو کچھ ہوچکا وہ آپ کو کوئی نقصان نہین پہنچا سکتا،[2] قبول اسلام کے بعد انھین کسی غزوہ مین شرکت کا موقعہ نہ ملا، تاہم آنحضرت صلعم نے انکو مال غنیمت کے موقعون پر نظرانداز نہ فرمایا، حجۃ الوداع کے قبل جو سریہ بھیجا تھا، اس کے مال غنیمت مین سے تھوڑا سا سونا انھین بھی عطا فرمایا،[3]

عہد خلفاء گو عہد نبوی مین اقرع غزوات مین نہ شریک ہوسکے لیکن خلفاء کے زمانہ مین اسکی پوری تلافی کردی، چنانچہ عہد صدیقی مین یمامہ کی جنگ مین مشہور مجاہد حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ تھے، پھر عراق کی فوج کشی مین ساتھ نکلے اور انبار کی فتوحات مین شریک ہوئے، دومۃ الجندل

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ذکر قدوم وفد تمیم ونزول سورۂ حجرات مین یہ واقعات نہایت مفصل ہین، ہم نے صرف ان کا خلاصہ نقل کیا ہے، [2] اسد الغابہ ج اول ص ۱۲۰، [3] بخاری کتاب المغازی باب بعث علی بن ابی طالب وخالد بن ولید الی الیمن،

کے معرکہ مین شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ تھے[1] حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین بعض معرکہ اقرع کی امارت مین سر ہوئے، چنانچہ عبداللہ بن عامرؓ نے انھین خراسان کے ایک حصہ پر مامور کیا تھا جوزجان انھین کی قیادت مین فتح ہوا[2]،

شہادت، حافظ ابن حجر کے بیان کے مطابق اسی غزوہ مین شہید ہوئے[3]،

۷۔ حضرت امرؤالقیسؓ

نام و نسب، امرؤالقیس نام، باپ کا نام عابس تھا، نسب نامہ یہ ہے امرؤالقیس بن عابس بن منذر بن امرؤالقیس بن سمط بن عمرو بن معاویہ بن حارث الاکبر بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن معاویہ بن حارث کندی،

اسلام، سنہ ۱۰ھ مین کندہ (حضرموت) کے وفد کے ساتھ مدینہ آئے اور آنحضرت صلعم کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے، قبول اسلام کے بعد پھر وطن واپس چلے گئے،

فتنۂ ارتداد کے تدارک مین سعی بلیغ، حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین جب عرب کے قبائل مین ارتداد کی ہوا چلی، تو امرؤالقیس کا پورا قبیلہ مرتد ہوگیا، لیکن ان کے پاے ایمان مین لغزش نہ آئی، اور انھون نے اپنے قبیلہ کو دائرۂ اسلام مین لانے کی تمام امکانی کوششین صرف کردین شاعری سے افہام و تفہیم سے زجر و توبیخ سے، غرض تمام امکانی ذرائع سے اپنے قبیلہ کو دوبارہ اسلام کیطرف مائل کرنا چاہا، کندہ کے رئیس اشعث بن قیس کندی بھی جو حضرت حسنؓ کے خسر تھے، مرتد ہوگئے تھے، امرؤالقیس نے انھین بہت سمجھایا، کہ اس فتنہ سے خدا ابوبکرؓ کو کوئی نقصان نہین پہنچائیگا، مخالفت کو ناکامی ہوگی، اور ان کا سر قلم کردیا جائیگا، اس لئے تم اپنے اوپر رحم کرو، اور اس فتنہ سے بچو،

[1] اصابہ ج اول صفحہ ۵۹ [2] فتوح البلدان بلاذری، ص ۴۱۴، [3] اصابہ ج اول ص ۵۹،

اگر تم اس کار خیر کی طرف قدم بڑھاؤ گے تو سب تمھاری پیروی کرین گے اور اگر پیچھے رہو گے تو اُن مین اختلاف پیدا ہو گا، اشعث نے جواب دیا، عرب اپنے آبائی مذہب پر لوٹ رہا ہی، امرؤ القیس نے کہا خیر تم کو بہت جلد اس کا تجربہ ہو جائیگا، رسول اللہ کے عمال تم کو کبھی ارتداد کی حالت مین نہین چھوڑ سکتے[1]

تمام ارباب سیر لکھتے ہین، کان لہ عناء و تعب فی الردۃ یعنی فتنۂ ارتداد کے فرو کرنے مین انھون نے بڑی ان تھک کوشش کی، ان کی مخلصانہ کوششین بارآور ہوئین اور کندہ کے بہت سے گھرانے ارتداد سے بچ گئے، اور انھون نے حضرت ابوبکرؓ کو ان اشعار مین اس کی اطلاع بھیجی[2]

الا ابلغ ابا بکر رسولا ۔۔۔ وبلغھا جمیع المسلمینا

فلیس مجاوراً بیتی بیوتا ۔۔۔ بما قال النبی مکذبینا

الحب فی اللہ والبغض فی اللہ، امرؤ القیس کا دل جوش ایمانی سے اس قدر معمور تھا کہ ارتداد کے سلسلہ مین انھون نے اپنے خاص اعزہ کی محبت بھی دل سے نکال دی تھی، اور اون کی تیغ ایمانی ہر مرتد کے مقابلہ مین خواہ اون کا عزیز قریب ہی کیون نہ تھا بے نیام ہوئی، فتنۂ ارتداد کے فرو ہونے کے بعد جب باغی مرتد قتل کرنے کے لئے مقتل مین لائے گئے تو ان مین امرؤ القیس کے چچا بھی تھے، امرؤ القیس خود انھین قتل کرنے کے لئے بڑھے، چچا بولے کیا تم چچا کو بھی قتل کروگے؟ امرؤ القیسؓ نے کہا بیشک آپ میرے چچا ہین لیکن اللہ عزوجل میرا رب ہے[3]

دین کے لئے دنیا سے دست برداری، انسان کے لئے سب سے بڑی آزمایش مال و دولت ہے، امرؤ القیسؓ نے کبھی ان چیزون کی پرواہ نہ کی، اور آنحضرتؐ کے مقابلہ مین تو دنیاوی مال و متاع کو ٹھکرا دیا، ایک مرتبہ ان مین اور ربیعہ بن عبدان حضرمی مین ایک زمین کے بارہ مین تنازعہ ہو گیا، آنحضرت صلعم کی خدمت مین مقدمہ پیش ہوا، ربیعہ مدعی تھے، آنحضرت صلعم نے فرمایا تم ثبوت پیش کرو، ورنہ

[1] ابن عساکر ج ۳ ص ۱۱۲ [2] بحوالہ ابن سعد، [3] اصابہ ج اول ص ۱۴۶، [4] استیعاب ج اول ص ۴۹،

امرء القیس سے قسم لے کر ان کے موافق فیصلہ کر دیا جائیگا، ربیعہ نے کہا اگر قسم کھائین گے تو میری زمین مفت مین چلی جائیگی، آنحضرت صلعم نے فرمایا جو شخص اس نیت سے قسم کھائیگا کہ اس سے مالی منفعت حاصل کرے، تو وہ خدا سے اس حالت مین ملے گا کہ خدا اوس سے ناراض ہوگا، امرء القیس رض نے عرض کی یا رسول اللہ جو شخص اپنا حق سمجھتے ہوے اس سے دست بردار ہوجائے، اس کو کیا اجر ملے گا، فرمایا جنت، عرض کی تو مین اس زمین سے ان کے حق مین دست بردار ہوتا ہون[1]،

۷ حضرت انیس رض بن ابی مرثد غنوی

نام ونسب، انیس نام ابو یزید کنیت، نسب نامہ یہ ہے، انیس بن ابو مرثد (کناز) بن حصین بن یربوع ابن جھینہ بن سعد بن طریف بن خرشہ بن عبید بن سعد بن عوف بن کعب بن جلان بن غنم ابن یحیٰی بن اعصر بن سعد بن قیس بن عیلان بن مضر مضری، ان کے والد حضرت ابو مرثد رض مہاجر تھے بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے، کہ انصار کے حلیف تھے، لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کے دادا حضرت حمزہ رض کے حلیف تھے[2]،

اسلام وغزوات، فتح مکہ کے پہلے مشرف باسلام ہوئے، فتح مکہ حنین اور اوطاس کے غزوون مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، اوطاس مین جاسوسی کی خدمت سپرد تھی[3]، کبھی کبھی آنحضرت صلعم اجرائے حدود کی خدمت پر مامور فرماتے، ایک مرتبہ ایک عورت زنا کے الزام مین ماخوذ ہوئی، آنحضرت صلعم نے انیس کو حکم دیا کہ جاکر اس سے دریافت کرو اگر اقرار کرے تو حد جاری کرو[4]،

وفات، ربیع الاول سنہ ۲۰ھ مین وفات پائی[5]،

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۱۵، [2] اسد الغابہ ج اول تذکرہ انیس رض، [3] استیعاب ج اول ص ۳۰، [4] ایضاً

[5] اسد الغابہ ج اول ص ۳۵،

۸۔ حضرت اہبان بن صیفیؓ

نام ونسب، | اہبان نام ابومسلم کنیت قبیلہ غفار سے نسبی تعلق تھا،

اسلام | ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جاسکتا، قیاس یہ ہے کہ اپنے قبیلہ بنی غفار کے ساتھ فتح مکہ سے کچھ قبل یا بعد مشرف باسلام ہوئے ہونگے،

خانہ جنگی سے کنارہ کشی | عہد رسالت اور اس کے بعد کسی جنگ وغیرہ مین نظر آتے، بصرہ آباد ہونے کے بعد یہان مستقل سکونت اختیار کر لی تھی خانہ جنگی کے زمانہ مین کوفہ و بصرہ شر و فتن کے مرکز تھے، مگر اہبان بالکل کنارہ کش رہے حضرت علیؓ نے ان سے اپنی حمایت مین نکلنے کے لئے کہا لیکن انھون نے جواب دیا کہ میرے دوست اور تمھارے ابن عم نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ "جب دو مسلم فریق مین جنگ ہو تو مین لکڑی کی تلوار بنا لون" حضرت علیؓ نے یہ جواب سنکر پھر کچھ نہین فرمایا[۱]،

وفات، | بصرہ ہی مین وفات پائی[۲]،

فضل وکمال | اُن کی علمی حیثیت قابل ذکر نہین ہوتا ہم اُن سے زہدم بن حارث وغیرہ نے روایت کی ہے[۳]،

---

[۱] تاریخ صغیر امام بخاری ص ۴۶، [۲] اصابہ ج اول ص ۸۰،

[۳] تہذیب الکمال ص ۱۴،

۹ حضرت ایمن بن خریمؓ

نام ونسب | ایمن نام، باپ کا نام خریم تھا، نسب نامہ یہ ہے ایمن بن خریم بن فاتک بن اخرم بن شداد بن عمرو بن فاتک بن قلیب بن عمرو بن اسد بن خزیمہ اسدی،

اسلام | ایمن کے والد حضرت خریمؓ بدری صحابی تھے، لیکن ایمن فتح مکہ کے زمانہ مین اسلام لائے، اس وقت سبزہ آغاز تھا[1]،

ایمن عہدِ رسالت مین بہت کم سن تھے، اس لئے اس کے بعد مدتون زندہ رہے، عبد الملک کے زمانہ تک ان کا پتہ چلتا ہے، اس کے دربار مین آمد ورفت رہتی تھی، اس درمیان مین بڑے بڑے انقلابات ہوئے، مسلمانون کے خون کی ندیان بہ گئین، لیکن ایمن کے ہاتھون سے کسی مسلمان کے خون کا ایک قطرہ نہین گرا، اور وہ ہر اس قسم کے موقعہ پر مسلمانون کو ملامت کرتے رہے، حضرت عثمانؓ شہید کئے گئے تو ان الفاظ مین اپنے جذبات کا اظہار کیا[2]،

انا الذین تولوا قتلہ سفھاً | لقوا اثاماً وخسراً وما ربحوا

جو لوگ بیہودگی کی وجہ سے عثمانؓ کے قتل کے مرتکب ہوئے انھون نے گناہ اور خسران کے سوا کوئی فائدہ نہین اٹھایا،

بنی امیہ کے ابتدائی دور مین بڑی بڑی خونریزیان ہوئین، مروان سے ذاتی مراسم تھے، لیکن اس کی خواہش کے باوجود ایمن نے ان لڑائیون مین کوئی حصہ نہ لیا، جب مروان نے ضحاک بن قیس سے جنگ کی تو ایمن سے کہلا بھیجا کہ ہماری خواہش ہے کہ تم بھی ہمارے ساتھ شریکِ جنگ ہو، انھون نے جوابدیا کہ میرے باپ اور چچا بدری صحابی تھے، انھون نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ مین

[1] اسد الغابہ ج اول ص ۱۶۰، [2] اصابہ ج اول ص ۹۴،

کسی ایسے شخص سے جو لا الہ الا اللہ کہتا ہو نہ لڑون، اگر تم آتشِ دوزخ سے برائت کی سند لادو تو
مین تمھارے ساتھ جنگ مین شریک ہون یہ جواب سنکر مروان نے ان سے کہا جاؤ اور انھین برا بھلا کہا،
اس کے جواب مین ایمن نے یہ اشعار پڑھے[۵]

ولست مقاتلا رجلا یصلی　　　　علی سلطان آخر من قریش

دوسرے قریشی کے دبدبہ وحکومت کے لئے کسی نمازی مسلمان سے جنگ کرنے والا نہین ہون،

له سلطانه وعلیّ اثمی　　　　معاذ اللہ من سفه وطیش

اسے تو دبدبہ وحکومت حاصل ہوگی اور مجھے گناہ ملے گا ایسی بےعقلی اور طیش سے خدا کی پناہ ہو،

اقتل مسلما فی غیر جرم　　　　فلست بنافعی ماعشت عیشی

کیا مین کسی مسلمان کو بے خطا قتل کرون، اگر ایسا کرون تو میری زندگی مجھے کوئی نفع نہین پہنچا سکتی،

عام حالات: اموی خلفاء کے ساتھ اون کے بڑے مراسم تھے اور اُن کے دربار مین بہت کثرت سے
آیا جایا کرتے تھے اس رسم وراہ کی وجہ سے خلیل الخلفا کہلاتے تھے، شاعر بھی تھے مگر وہی شاعری
جس کا نمونہ اوپر نقل ہوا[۲] ان سے دو حدیثین مروی ہین[۳]

۱۰۔ حضرت بدیل بن ورقاءؓ

نام ونسب، بدیل نام، باپ کا نام ورقاء تھا، نسب نامہ یہ ہے، بدیل بن ورقاء بن عمرو بن ربیعہ
بن عبد العزیٰ بن ربیعہ بن جری بن عامر بن مازن خزاعی،

ان کا قبیلہ بنی خزاعہ صلح حدیبیہ کے زمانہ مین مسلمانون کا حلیف ہو گیا تھا، ۶ھ مین
جب آنحضرت صلعم عمرہ کے قصد سے مکہ تشریف لے گئے تو حدیبیہ کے مقام پر قریش کی مزاحمت

---

[۱] اسد الغابہ ج اول ص ۱۷۰، [۲] اصابہ ج اول ص ۹۴، [۳] تہذیب الکمال ص ۴۲،

کے ارادہ کی خبر انھین نے دی[1] تھی،

جن اسباب کی بنا پر آنحضرت صلعم نے مکہ پر حملہ کیا ان مین سے ایک سبب بدیل کے قبیلہ کی حمایت بھی تھا، بنو خزاعہ مسلمانون کے حلیف تھے اس لئے از روے معاہدۂ حدیبیہ قریش اور ان کے حلیف، بنی خزاعہ پر کسی قسم کی زیادتی نہین کر سکتے تھے، لیکن اس معاہدہ کے خلاف قریش کے حلیف بنی بکر بنی خزاعہ پر مظالم کرتے تھے، فتح مکہ کے قبل بدیل آنحضرت صلعم کے پاس ان زیادتیون کی شکایت لے کر گئے، دوسری طرف سے قریش نے ابو سفیان کو آنحضرت صلعم کے پاس بھیجا تاکہ وہ آپ سے گفتگو کر کے معاہدہ کی تجدید کرائین اور بنی خزاعہ پر بنی بکر کی زیادتیون کا کوئی برا نتیجہ نہ نکلے، ادھر سے ابو سفیان جا رہے تھے اور ادھر سے بدیل واپس ہو رہے تھے راستہ مین دونون مین ملاقات ہوئی، ابو سفیان کو شبہہ ہوا کہ بدیل رسول اللہ صلعم کے پاس شکایت لیکر گئے تھے، چنانچہ انھون نے تصدیق کے لئے بدیل سے پوچھا، کہان سے آرہے ہو؟ بدیل نے کہا اس وادی اور ساحل کی طرف سے بنی خزاعہ کی طرف گئے ہوئے تھے، پھر پوچھا محمد صلعم کے پاس سے تو نہین آرہے ہو؟ بدیل نے کہا نہین، اس سوال وجواب کے بعد دونون نے اپنا اپنا راستہ لیا، لیکن بدیل کے جواب پر ابو سفیان کا شبہہ دور نہین ہوا، ان کو قرائن سے یقین ہوگیا کہ ہو نہ ہو بدیل مدینہ ہی گئے تھے، چنانچہ نہایت تیزی سے مدینہ پہنچے، اور حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ اور فاطمہ زہراؓ کو بیچ مین ڈالکر معاملات کا تصفیہ کرانا چاہا، لیکن ان بزرگون نے درمیان مین پڑنے سے انکار کر دیا، اور ابو سفیان ناکام لوٹ گئے[2]

اسلام | فتح مکہ کے بعد بدیل مشرف باسلام ہوئے، بعض ارباب سیر ان کے اسلام کا زمانہ فتح مکہ سے پہلے بتاتے ہین لیکن یہ صحیح نہین ہے، ان کو آنحضرت صلعم کے پاس بدیل کی آمد و رفت سے اس کا التباس ہوا ہے، لیکن یہ آمد و رفت اسلام کی وجہ سے نہ تھی، بلکہ معاہدہ کی وجہ سے تھی، قبول اسلام

[1] بخاری کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحہ مع اہل الحرب [2] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۲۷ تا ۲۲۹ ملخصاً،

کے وقت بدیل کی عمر ۹۷ سال کی تھی، اور داڑھی کے سب بال سیاہ تھے، آنحضرت صلعم نے پوچھا عمر کیا ہے، عرض کی، ۹۷ برس، فرمایا خدا تمھارے جمال اور بالون کی سیاہی مین ترقی دے[1]،

بدیل رضؓ کے قبول اسلام کے بعد وہی قریش جو اون کے قبیلہ کے درپے آزار رہتے تھے ان کے گھر اور ان کے غلام رافع کی پناہ لینے پر مجبور ہوئے،

غزوات، | فتح مکہ کے بعد حنین، طائف اور تبوک تمام غزوات مین شریک ہوئے، حنین مین مال غنیمت اور مشرک قیدیون کی نگرانی ان کے سپرد تھی[2]،

حجۃ الوداع | حجۃ الوداع مین ہمرکاب تھے، چنانچہ منیٰ مین اعلان کرتے پھرتے تھے کہ رسول اللہ صلعم نے آج کے روزہ سے منع فرمایا ہے[3]،

وفات، | عمر کافی پاچکے تھے، آنحضرت صلعم کی حیات ہی مین انتقال ہوگیا[4]،

آثار نبوی سے برکت اندوزی، | آثار نبویؐ سے نہایت گہری عقیدت رکھتے تھے، کسی موقعہ پر آنحضرت صلعم نے ان کو ایک خط لکھا تھا، اس کو نہایت عزیز رکھتے تھے، اور انتقال کے وقت اپنے صاحبزادے کو یہ خط دیکر وصیت کرتے گئے کہ جب تک یہ نوشتۂ رسولؐ تمھارے پاس رہے گا تم لوگ خیر و برکت مین رہو گے[5]،

۱۱- حضرت بسر بن سفیان رضؓ

نام ونسب | بسر نام، باپ کا نام سفیان تھا، نسب نامہ یہ ہے، بسر بن سفیان بن عمرو بن عویمر بن صرمہ بن عبد اللہ بن ضمیر بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ خزاعی، بسر اپنے

---

[1] اصابہ ج اول ص ۱۴۶، ۲ و اسد الغابہ ج اول ص ۱۷۰، [3] اصابہ ج اول ص ۱۴۶، [4] ایضاً [2] ایضاً

[5] اسد الغابہ ج اول ص ۱۷۰،

قبیلہ کے معزز اور مقتدر شخص تھے،

اسلام، آنحضرت صلعم نے جب شرفاء و عمائد کے پاس دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے[1] تو ایک تحریر بسر کے نام بھی بھیجی ان کا دل عناد اور سرکشی کی کدورتوں سے پاک تھا صرف تحریک کی دیر تھی، چنانچہ اس خط کے اثر سے سنہ۶ھ میں مشرف باسلام ہوگئے[2]،

اسی سنہ میں آنحضرت صلعم کے ساتھ عمرہ کے لئے نکلے، مکہ کے قریب پہنچنے کے بعد قریش کی جانب سے طرح طرح کی خبریں اڑ رہی تھیں، کہ وہ آنحضرت صلعم کو روکیں گے ان افواہوں کی تحقیقات بسر کے سپرد ہوئی، انھوں نے تحقیقات کرکے مقام عسفان میں آپ کو اطلاع دی کہ قریش آپ کی آمد کی خبر سنکر مقابلہ کے لئے نکلے ہیں[3] اس کے بعد اس سفر کے تمام مراحل بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ وغیرہ میں شریک رہے،

۱۲ حضرت تمیم رضؓ بن اسد بن عبد العزیٰ

نام و نسب، تمیم نام، باپ کا نام اسد نسب نامہ یہ ہے، تمیم بن اسد بن عبد العزیٰ بن جعونہ بن عمرو بن قیس بن رزاح بن عمرو بن سعد بن کعب بن سعد بن عمرو خزاعی،

اسلام، فتح مکہ کے قبل مشرف باسلام ہوئے[4]، فتح مکہ میں آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے تطہیر حرم کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا، چنانچہ روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن جب آنحضرت صلعم مکہ میں داخل ہوئے، تو خانہ کعبہ کے گرد تین سو سے اوپر بت تھے، رانگے سے جڑے ہوئے تھے آپ جاء الحق و زھق الباطل پڑھ پڑھ کے بتوں کی طرف اشارہ کرتے جاتے تھے اور بت گرتے جاتے تھے[5] اس سلسلہ میں انصاب حرم کی تجدید پر مامور ہوئے تھے[6]،

---

۱ اسد الغابہ ج اول ص ۱۸۱، ۲ استیعاب ج اول ص ۶۷، ۳ ایضاً و اصابہ ج اول ص ۱۵۴، ۴ ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۲۰۳، ۵ اسد الغابہ ج اول ص ۲۱۴، ۶ ابن سعد حوالۂ مذکور،

۱۳۔ حضرت تمیم بن ربیعہؓ

نام و نسب | تمیم نام، باپ کا نام ربیعہ تھا، نسب نامہ یہ ہے تمیم بن ربیعہ بن عوف بن جراد بن یربوع بن طحیل بن عدی بن ربعیہ بن رشدان بن قیس بن جہینہ جہنی،

تمیم ان خوش نصیب بزرگوں میں ہیں جنھوں نے اس وقت اسلام کی دعوت پر لبیک کہا جب اس کا جواب زبان کے بجائے نوکِ سنان سے ملتا تھا، اسلام کے بعد سب سے اول حدیبیہ میں شریک ہوئے اور بیعتِ رضوان کا شرف حاصل کیا[1]،

۱۴۔ حضرت ثمامہ بن آثالؓ

نام و نسب، | ثمامہ نام، ابو امامہ کنیت نسب نامہ یہ ہے، ثمامہ بن آثال بن نعمان بن سلمہ بن عتبہ بن ثعلبہ بن یربوع بن ثعلبہ بن دوُل بن حنفیہ حنفی یمامی، ثمامہ یمامہ کے سرداروں میں تھے،

اسلام، | فتح مکہ کے کچھ دنوں پہلے آنحضرت صلعم نے یمامہ کی طرف ایک مختصر سریہ جس میں چند سوار تھے بھیجا تھا، ان لوگوں نے لوٹتے وقت ثمامہ کو گرفتار کر لیا اور یہ مسجد نبویؐ کے ستون میں باندھ دیئے گئے، آنحضرت صلعم نے ان کے پاس آکر پوچھا کیوں ثمامہ کیا ہوا، کہا محمد بہت اچھا ہوا اگر تم مجھ کو قتل کروگے تو ایک جاندار کو قتل کروگے، اور اگر احسان کرکے چھوڑ دوگے تو ایک احسان شناس پر احسان کروگے، پھر دوسرے دن پھر یہی سوال و جواب ہوا، تیسرے دن بھی یہی واقعہ پیش آیا، تیسری مرتبہ سوال و جواب کے بعد آنحضرت صلعم نے انھیں رہا کر دیا، ثمامہ پر اس

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۷۶

رحم وکرم کا یہ اثر ہوا کہ رہائی پانے کے بعد اسلام کے حلقۂ دام کے اسیر ہوگئے، اور مسجد نبوی کے قریب ایک نخلستان مین گئے، اور نہا دھو کر مسجد مین آئے اور کلمۂ شہادت پڑھ کر آنحضرت صلعم سے کہا خدا کی قسم آپ کی ذات آپ کے مذہب اور آپ کے شہر سے زیادہ روئے زمین پر مجھے کسی سے بغض نہ تھا لیکن اب آپ کی ذات آپ کے مذہب اور آپ کے شہر سے زیادہ کوئی ذات کوئی مذہب اور کوئی شہر محبوب نہین ہے، مین عمرہ کا قصد کر رہا تھا کہ آپ کے سوارون نے مجھے پکڑ لیا، اب کیا حکم ہوتا ہے؟ آپ نے بشارت دی اور عمرہ پورا کرنے کا حکم دیا، چنانچہ وہ عمرہ کے لئے مکہ گئے، کسی نے پوچھا تم بے دین ہوگئے، کہا نہین، بلکہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ اسلام لایا، یاد رکھو اب بغیر رسول اللہ کی اجازت کے گیہون کا ایک دانہ بھی یمامہ سے مکہ نہین آسکتا[۱]،

عمرہ پورا کرنے کے بعد یمامہ جا کر غلہ رکوا دیا، مکہ والون کا دار مدار یمامہ کے غلہ پر تھا، اس لئے وہان آفت بپا ہوگئی، اہل مکہ نے آنحضرت صلعم کے پاس لکھ بھیجا کہ تم صلہ رحمی کی تعلیم دیتے ہو، لیکن تمہارا عمل بالکل اس کے برعکس ہے، تم نے سن رسیدہ لوگون کو تلوار سے اور بچون کو بھوک سے مار ڈالا، ان کی اس درخواست پر آپ نے حکم دیا کہ غلہ نہ روکا جائے[۲]،

فتنۂ ارتداد کی روک تھام

مشہور مدعی نبوت مسیلمہ کذاب ثمامہ کا ہموطن تھا، اس نے حیات نبویؐ ہی مین نبوت کا دعوی کیا تھا، لیکن آفتاب حقیقت پر اس کی تاریکی غالب نہ آسکی، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد مسیلمہ پھر بڑے زور شور کے ساتھ اٹھا، اہل یمن اس کے دام تزویر مین پھنسکر مرتد ہوگئے اور مسیلمہ نے یمن پر قبضہ کر لیا، اس زمانہ مین ثمامہ وطن ہی مین موجود تھے، انھون نے اہل یمامہ کو ارتداد سے بچانے کی بہت کوشش کی، ہر شخص کے کانون تک

---

[۱] بخاری کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفہ وحدیث ثمامہ بن اثال، [۲] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۴۲۰،

یہ آواز پہنچاتے تھے کہ لوگو! اس تاریکی سے بچو جس میں نور کی کوئی کرن نہیں ہے لیکن مسیلمہ کی آواز کے سامنے ان کی آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی، جب انھوں نے دیکھا کہ ان کے پند و نصائح کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا، اور لوگ مسیلمہ کے دام میں پھنس چکے ہیں تو خود یمامہ چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا،

اسی دوران میں علاء بن حضرمی جو مرتدین کے استیصال پر مامور ہوئے تھے، یمامہ کی طرف سے گذرے، ثمامہ کو خبر ہوئی تو انھوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ بنی حنیفہ کے ارتداد کے بعد میں اون کے ساتھ نہیں رہ سکتا، عنقریب خدا ان پر ایسی مصیبت نازل کریگا کہ ان سے اٹھتے بیٹھتے نہ بنے گا، مسلمان اس فتنہ کو فرو کرنے کے لئے آئے ہیں، ان سے نہ بچھڑنا چاہئے، تم میں سے جس کو چلنا ہو، وہ فوراً تیار ہو جائے، غرض اپنے ہمخیال اشخاص کو ساتھ لے کر علاء کی مدد کو پہنچے، جب مرتدین کو یہ معلوم ہوا کہ کچھ بنی حنیفہ بھی علاء کی امداد پر آمادہ ہیں، تو انھیں اپنا پلہ کمزور معلوم ہوا، یمامہ کی مہم خالدؓ کے سپرد تھی، اور علاء بحرین کے مرتدین پر مامور تھے، چنانچہ ثمامہ بھی علاء کے ساتھ بحرین چلے گئے، اور مرتدین کے استیصال میں برابر کے شریک رہے[1]،

شہادت، مرتدین کے استیصال کے بعد بنی قیس کے مرتد سردار حطیم کا حلہ اس کے قاتل سے خرید اور اسے پہن کر نکلے، بنو قیس نے ان کے بدن پر حطیم کا حلہ دیکھکر سمجھا کہ انھیں نے حطیم کو قتل کیا ہو اور یہ حلہ انھیں سلب میں ملا ہے، اس شبہہ میں ثمامہؓ کو شہید کر دیا[2]،

فضل و کمال، فضل و کمال میں شاعری کے علاوہ اور کوئی خصوصیت لائق ذکر نہیں ہو، مسیلمہ کذاب کے سلسلہ میں یہ اشعار کہے تھے،

دعانا الی ترک الدیانة والهدی | مسیلمة الکذاب اذ جاء یسجع
فیا عجبا من معشر قد تتابعوا | له فی سبیل الغی والغی اشنع

[1] استیعاب ج اول ص ۸۰، [2] اصابہ ج اول ص ۲۱۱،

۱۵- حضرت ثوبانؓ

نام ونسب، ثوبان نام، ابو عبد اللہ کنیت، خاندانی تعلق یمن کے مشہور حمیری خاندان سے تھا،

آقائے دو عالم کی غلامی، ثوبان غلام تھے، آنحضرت صلعم نے خرید کرکے آزاد کردیا، اور فرمایا "دل چاہے اپنے خاندان والون مین چلے جاؤ، اور دل چاہے میرے ساتھ رہو، میرے ساتھ رہوگے تو میرے اہل بیت مین تمھارا شمار ہوگا" رسول اللہ صلعم کی خدمت گذاری اور اہل بیت نبوی صلعم مین شمار ہونے کا فخر خاندان مین کہان میسر آسکتا تھا، اس لئے ثوبانؓ نے اس شرف کو خاندان پر ترجیح دی، اور خلوت وجلوت ہر وقت آقائے نامدار کے ساتھ رہنے لگے[1]،

شام کی اقامت ووفات، آقا کی زندگی بھر مدینہ مین رہے، آپ کی وفات کے بعد گلشن مدینہ خار نظر آنے لگا، اس لئے یہان سے شام چلے گئے، اور رملہ مین سکونت اختیار کرلی، عہد فاروقی مین مصر کی فتوحات مین شریک ہوئے، پھر رملہ سے منتقل ہوکر حمص مین گھر بنالیا، اور یہین ۵۴ھ مین وفات پائی[2]،

فضل وکمال، ثوبانؓ آنحضرت صلعم کے خادم خاص تھے، اس تقریب سے انھین استفادہ کے زیادہ مواقع ملتے تھے، اسی لئے ۱۲۷ احادیث ان کے حافظہ مین محفوظ تھین، جو حدیث کی کتابون مین موجود ہین[3]، حافظ ابن عبد البر لکھتے ہین، کہ ثوبانؓ ان لوگون مین ہین، جنھون نے حدیثین محفوظ کین[4]، اور ان کی اشاعت بھی کی[5]، ان کے تلامذہ مین معدان بن طلحہ، راشد بن سعد، جبیر بن نفیر، عبد الرحمن بن غنم، ابو ادریس خولانی قابل ذکر ہین[5]، آنحضرت صلعم کے بعد جو جماعت صاحب علم وافتا تھی اسکے ایک رکن ثوبانؓ بھی تھے[6]،

---

[1] اسد الغابہ ج اول ص ۲۴۹ و مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۸۱، [2] استیعاب ج اول ص ۸۰ و مستدرک حوالۂ مذکور، [3] تہذیب الکمال [4] استیعاب حوالۂ مذکور، [5] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۱، [6] اعلام الموقعین ج اول ص ۱۵

شایقین حدیث فرمایش کرکے اُن سے حدیثیں سنتے تھے، ایک مرتبہ لوگون نے حدیث سنانے کی درخواست کی، انھون نے یہ حدیث سنائی کہ جو مسلمان خدا کے لئے ایک سجدہ کرتا ہے، خدا اوس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کی خطاؤن سے درگذر کرتا ہے[۱]، ان کے معاصرین دوسرون سے سنی ہوئی حدیثون کی تصدیق ان سے کراتے تھے، معدان بن طلحہ نے حضرت ابو درداؓ سے ایک حدیث سنی تو ثوبانؓ سے اس کی تصدیق کی[۲]،

پاس فرمان رسولؐ| آقا کی حیات مین اور وفات کے بعد دونون زمانون مین یکسان آقا کا فرمان پیش نظر رہتا تھا، ایکمرتبہ زبان مبارک سے جو کچھ سن لیا وہ ہمیشہ جان کے ساتھ رہا، جس چیز مین آقا کے حکم کی خلاف ورزی کا ادنیٰ سا بھی پہلو نکلتا تھا، اس سے ہمیشہ محترز رہے، ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے اُن سے فرمایا تھا کہ کبھی کسی سے سوال نہ کرنا، اس فرمان کے بعد کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ ہوا، اور اس شدت سے اس پر عمل رہا کہ اگر سواری کی حالت مین کوڑا ہاتھ سے چھوٹ کر گر جاتا تھا، تو خود اتر کر اٹھاتے تھے اور کسی سے سوال نہ کرتے تھے[۳]

احترام نبوت| گو نبوت کا احترام ہر مسلمان کا مذہبی فرض ہے لیکن ثوبانؓ کو اس مین اتنا غلو تھا کہ غیر مسلمون سے بھی کوئی لفظ ایسا نہ سن سکتے تھے، جو ان کے گمان مین نبوت کے رتبہ سے فروتر ہوتا، ایک مرتبہ یہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین تھے، کہ ایک یہودی عالم نے السلام وعلیک یا محمد کہا، خالی محمد سن کر ثوبانؓ برافروختہ ہوگئے، اور یہودی کو اس زور سے دھکا دیا کہ وہ گرتے گرتے بچا، اس نے اس کا سبب پوچھا کہا تو نے یا رسول اللہ کیون نہ کہا، وہ بولا مینے اس مین کیا گناہ کیا کہ ان کا خاندانی نام لیا، آنحضرت صلعم نے فرمایا، ہان میرا خاندانی نام محمد ہے[۴]،

[۱] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۷۶، [۲] ابو داؤد ج اول ص ۲۳۷، [۳] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۷۷، [۴] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۸۱

غلامی کی نسبت کا احترام | نبوت کا احترام توخیر ایک مذہبی فرض ہے، ثوبانؓ اپنی غلامی کی نسبت کا احترام بھی ضروری سمجھتے تھے اور جو شخص اس میں کمی کرتا تھا، اس کو متنبہ کرتے تھے،

حمص کے زمانۂ قیام میں بیمار پڑے، عبداللہ بن قرط ازدی والی حمص اُن کی عیادت کو نہ آیا، اس کی اس غفلت پر اس کو یہ رقعہ لکھوایا، "اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کا غلام تمہارے یہاں ہوتا تو تم اس کی عیادت کرتے" یہ رقعہ جب عبداللہ کو ملا، تو اسے اپنی کوتاہی پر ندامت ہوئی، اور وہ اسکی تلافی کے لئے اس عجلت اور بدحواسی کے ساتھ نکلا کہ لوگ سمجھے کہ کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آگیا ہے، غرض وہ بے تابانہ حضرت ثوبانؓ کے گھر آیا، اور دیر تک بیٹھا رہا،[1]

۱۶۔ حضرت جابرؓ بن مسلم

نام ونسب، | جابر نام ابوجری کنیت تمیم کی شاخ بلہجیم سے نسبی تعلق تھا،

اسلام، | اپنے اسلام کا واقعہ وہ خود اسطرح بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ لوگ ایک شخص کی رائے کو قبول کرتے جاتے ہیں، میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ معلوم ہوا رسول اللہ صلعم ہیں، میں نے آپکے پاس جاکر کہا علیک السلام یا رسول اللہ! یہ سلام سنکر آپنے فرمایا، علیک السلام مردوں کا سلام ہے السلام علیک یا رسول اللہ کہا کرو، اس تعلیم کے بعد انھوں نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ فرمایا ہاں میں خدا کا رسول ہوں، میری دعا قبول ہوتی ہے، اگر میں تمھارے لئے دعا کروں تو قبول ہوگی، اگر تمھارے یہاں قحط ہو تو میری دعا سے تم سیراب ہوگے اور تمھارے لئے روئیدگی ہوگی، اگر تم بے آب وگیاہ میدان میں ہو، اور تمھاری سواری گم ہوجائے تو میری دعا سے تمھارے پاس واپس آجائیگی، یہ سنکر میں نے کہا یا رسول اللہ

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۸۰، ۲۸۱

خدا نے آپ کو جو کچھ سکھایا ہے، وہ مجھے بھی سکھایئے، فرمایا "نیکی کو حقیر نہ سمجھو اگرچہ وہ اسی قدر ہو کہ تم اپنے بھائی سے خندہ روئی سے گفتگو کرو، یا اپنے ڈول سے پیاسے کے برتن مین پانی دو، اگر کوئی شخص تمھارے راز سے واقف ہو اور وہ تم کو شرم دلائے، تو تم اس کے راز سے اس کو شرم نہ دلاؤ، تاکہ اس کا وبال تمھارے اوپر نہ ہو، لٹکتے ہوئے ازار سے پرہیز کرو، کیونکہ یہ غرور کی نشانی ہے اور غرور خدا کو ناپسند ہے، کسی کو گالی نہ دو، آپ کے ارشاد کے بعد سے مین نے کسی انسان بلکہ اونٹ اور بکری تک کو گالی نہین دی[1]،

۱۷- حضرت جارودؓ بن عمرو

نام و نسب بشر نام، ابو منذر کنیت، جارود لقب، نسب نامہ یہ ہے، جارود بن عمرو بن معلی عبدی، قبیلہ عبد قیس کے سردار تھے، جارود کا لقب ایک خاص واقعہ کی یادگار ہے، زمانۂ جاہلیت مین انھون نے قبیلہ بکر بن وائل کو لوٹ کر بالکل صاف کر دیا تھا "جرد" کے معنی بے برگ و بار کے ہین، اس لئے جارود ان کا لقب پڑ گیا، اسی واقعہ کو بطور مثال کے ایک شاعر کہتا ہے[2]،

فدسناھم بالخیل من کل جانب　　کما جرد الجارود بکر بن وائل

اسلام جارودؓ مذہباً عیسائی تھے، قبیلۂ عبد قیس کے وفد کے ساتھ ۱۰ھ مین مدینہ آئے، آنحضرت صلعم نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا، انھون نے کہا محمدؐ مین ایک مذہب پر تھا آپ تمھارے مذہب کے لئے، اپنا مذہب چھوڑنے والا ہون، میرے تبدیل مذہب کے بعد تم میرے ضامن ہوگے ؟ فرمایا ہان مین ضامن ہون، خدا نے تم کو تمھارے مذہب سے بہتر مذہب کی ہدایت کی، اس مختصر سوال و جواب کے بعد جارود اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے، ان کے ساتھ

---

[1] استیعاب ج اول ص ۸۸ [2] اسد الغابہ ج اول ص ۲۶۱ و استیعاب ج اول تذکرہ جارود،

ان کے اور ساتھی بھی مشرف باسلام ہوئے[1]، آنحضرت صلعم کو ان کے اسلام لانے پر بڑی مسرت ہوئی آپ نے ان کی بڑی عزت و توقیر کی[2]، قبول اسلام کے بعد وطن لوٹنے کا قصد کیا، اور آنحضرت صلعم سے سواری مانگی، لیکن سواری کا انتظام نہ ہو سکا، تو جارودؓ نے اجازت مانگی کہ یا رسول اللہ راستہ میں ہم کو دوسروں کی بہت سی سواریاں ملیں گی، ان کے استعمال میں لانے کی اجازت ہے؟ فرمایا نہیں انھیں آگ سمجھو، غرض جارودؓ خلعت اسلام سے سرفراز ہونے کے بعد وطن واپس گئے[3]،

فتنۂ ارتداد، فتنۂ ارتداد میں ان کے قبیلہ کے بہت سے آدمی مرتد ہو گئے، لیکن اون کی استقامت ایمانی میں کوئی تزلزل نہ آیا، چونکہ سردار قبیلہ تھے اس لئے اپنے اسلام کا اعلان کر کے دوسروں کو ارتداد سے روکتے تھے[4]،

شہادت، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بصرہ میں اقامت اختیار کر لی، اور ایران کی فوجکشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے، باختلاف روایت فارس یا نہاوند کے معرکہ میں شہید ہوئے[5]

فضل وکمال، ابو مسلم الجذمی، ابو القموس، زید بن علی، اور محمد بن سیرین نے ان سے روایت کی ہے[6]

جارودؓ شاعر بھی تھے، اشعار ذیل بارگاہ نبوی میں بطور نذر عقیدت پیش کئے تھے[7]

شهدت بان الله حق وسامحت	بنات فوادی بالشهادة والنهض
فابلغ رسول الله عنی رسالة	بانی حنیف حیث کنت من الارض
واجعل نفسی دون کل ملمة	لکم جنة من عرضکم عرضی

اخلاق، جارودؓ کے صحیفۂ اخلاق میں، حریت آزادی جرأت اور اظہار حق میں بے باکی کا عنوان

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۷۷ ، [2] اسد الغابہ ج اول ص ۲۶۱ ، [3] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۷۷ ، [4] ایضاً

[5] اصابہ ج اول ص ۲۲۶ ، [6] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۵۴ ، [7] اصابہ ج اول ص ۲۲۶ ،

نہایت جلی تھا جس بات کو وہ حق سمجھ لیتے تھے پھر اوس کے اظہار مین وہ کسی کی پرواہ نہ کرتے ۔

ایک مرتبہ بحرین کے گورنر قدامہ بن مظعون کو بعض لوگون نے شراب پیتے ہوئے دیکھا، جارود رضی کو اس کا علم ہوا تو حضرت عمر رضی کے پاس آکر کہا، امیر المومنین! قدامہ نے شراب پی ہی، ان پر شرعی حد جاری کیجئے، آپ نے شہادت طلب کی، جارود رضی نے ابوہریرہ رضی کو پیش کیا، ابوہریرہ رضی نے شہادت دی کہ مین نے نشہ کی حالت مین قے کرتے ہوئے دیکھا ہی، حضرت عمر رضی نے قدامہ کو طلب کیا، وہ آئے ان کے آنے کے بعد جارود رضی نے پھر کہا، کہ امیر المومنین کتاب اللہ کی روسے حد جاری کیجئے، حضرت عمر رضی نے فرمایا تم کو اتنا اصرار کیون ہے تم گواہ ہو مدعی نہین ہو، تمھارا کام شہادت دینا تھا اسے تم پورا کر چکے، اس وقت جارود رضی خاموش ہو گئے، لیکن دوسرے دن پھر اصرار شروع کیا، شہادت ناکافی تھی، اس لئے حضرت عمر رضی کو جارود رضی کا بیجا اصرار ناگوار ہوا، فرمایا تم تو مدعی بنے جاتے ہو، خلاف شہادت صرف ایک ہے، اس اعتراض پر جارود رضی نے کہا عمر مین تم کو خدا کی قسم دلاتا ہون کہ حد مین تاخیر نہ کرو، آخر مین جارود رضی کی بیجا ضد پر حضرت عمر رضی کو تنبیہ کرنا پڑی کہ جارود خاموش رہو، ورنہ مین بری طرح پیش آؤن گا، اس تنبیہ پر جارود رضی نے غضب آلود ہو کر کہا عمر رضی حق اس کا نام نہین ہے، کہ تمھارا ابن عم شراب پئے اور تم اُلٹے مجھکو برے سلوک کی دھمکی دو، آخر مین جب قدامہ کی بیوی نے شہادت دی، تو حضرت عمر رضی نے حد جاری کرائی [1]

۱۸ - حضرت جبیر بن مطعم رضی

نام ونسب، جبیر نام، ابو محمد کنیت، نسب نامہ یہ ہے، جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف قرشی نوفلی،

---

[1] اس واقعہ کو تمام ارباب سیر نے قدامہ کے حالات مین لکھا ہی،

جبیرؓ کے والد مطعم قریش کے نرم دل اور خدا ترس بزرگون مین تھے، ان کی وجہ سے آنحضرت صلعم کو مکہ کی ابتدائی زندگی مین جبکہ آپ پر چارون طرف سے مصائب و آلام کا ہجوم تھا بڑی امداد ملی، غالباً ناظرین کو معلوم ہوگا، کہ مکہ مین جب آنحضرت صلعم کی تبلیغی کوششین بارآور ہونے لگین اور قریش کو آنحضرت صلعم کو فریضۂ تبلیغ سے روکنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی، تو آپس مین معاہدہ کرکے بنو ہاشم کا مقاطعہ کردیا جس کی رو سے بنی ہاشم مین شادی بیاہ اور خرید و فروخت جملہ معاشرتی تعلقات ناجائز قرار پائے اور یہ عہدنامہ خانۂ کعبہ مین آویزان کردیا گیا، اس معاہدہ کی رو سے چونکہ قریش کی دوسری شاخون کا میل جول بنی ہاشم سے ساتھ ممنوع ہوگیا تھا، اس لئے بنی ہاشم شعب ابی طالب مین چلے گئے، اور تین سال تک اس قید مین زندگی بسر کرتے رہے، اس طویل مدت مین شعب ابی طالب پر برابر قریش کا پہرا قائم رہا، اور از قسم خورد و نوش کوئی چیز شعب ابی طالب مین نہ جانے پاتی تھی، لیکن اس گروہ اشقیا مین کچھ نرم دل بھی تھے جو کھانے پینے کی چیزین چرا چھپاکر پہنچادیا کرتے تھے، آخرمین بعض منصف مزاجون نے اس ظالمانہ معاہدہ کے خلاف صدا بلند کی، اور کوشش کرکے اسے چاک کرادیا، ان احتجاج کرنیوالون مین ایک مطعم بھی تھے[1]،

حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب کے بعد جب مکہ مین آنحضرت صلعم کا کوئی ظاہری سہارا باقی باقی نہ رہا اور تبلیغ کیلئے آپ طائف تشریف لے گئے، اور وہان سے بھی ناکام لوٹے، اس وقت مکہ کا ذرہ ذرہ آپ کا دشمن ہو رہا تھا، اور بظاہر کوئی جائے پناہ باقی نہ تھی مطعم کی نرم دلی سے آپ واقف تھے، اس لئے مکہ کے پاس پہنچکر ان سے پناہ طلب کی مطعم گو اس وقت کافر تھے لیکن آنحضرت صلعم کی درخواست پر آپ کو اپنی حمایت مین لے لیا، مطعم کو معلوم تھا کہ رسول اللہ کو اپنی حمایت مین لینا تمام مشرکین مکہ کو مقابلہ کی دعوت دینا ہے، اسی لئے حمایت مین لینے کے بعد ہی اپنے

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج اول ص ۲۰۴ ملخصاً،

لڑکون کو حکم دیا کہ ہتھیار لگا کر حرم میں آئیں اور خود حرم میں جا کر بآواز بلند اعلان کیا کہ میں نے محمد صلعم کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے[1]، جبیر اسی منصف مزاج اور نرم دل باپ کے فرزند تھے لیکن قومی عصبیت قبول حق سے مانع آتی تھی، مشرکین مکہ اور مسلمانوں کے درمیان سب سے پہلا معرکہ بدر ہوا، اس میں جبیر شریک نہ ہوسکے تھے لیکن اپنے قیدیوں کو فدیہ دیکر چھڑانے آئے تھے، جس وقت یہ پہنچے اس وقت آنحضرت صلعم نماز میں مصروف تھے، اور سورۂ طور کی آیات تلاوت فرما رہے تھے، جبیر مسجد میں داخل ہوئے تو کلام اللہ کی سحر انگیز آیتیں کانوں میں پڑیں، انھیں سنکر جبیر اس درجہ متاثر ہوئے کہ وہ بیان کرتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ میرا قلب پھٹ جائیگا[2]،

آنحضرت صلعم کے نماز تمام کرنے کے بعد انھوں نے آپ سے اُسرائے بدر کے بارہ میں گفتگو کی، آپ نے ان کے باپ کے احسانات کو یاد کرکے فرمایا کہ اگر تمھارے باپ زندہ ہوتے اور وہ سفارش کرتے تو میں چھوڑ دیتا،[3]

بدر کے مقتولین کا انتقام احد کی صورت میں ظاہر ہوا، اس میں تمام مشرکین نے بقدر استطاعت حصہ لیا، جبیر نے اپنے غلام وحشی کو بھیجا اور کہا اگر تم حمزہ کو قتل کردوگے تو تم کو آزاد کردیا جائیگا[4]، چنانچہ حضرت حمزہؓ اسی غلام کے ہاتھوں شہید ہوئے،

اسلام، جبیر میں اثر پذیری کا مادہ پہلے سے موجود تھا، حالت کفر میں آیات قرآنی سے تاثر اسکا بین ثبوت ہے، لیکن قومی عصبیت مانع آتی تھی لیکن بالآخر قبول حق کا مادہ جذبۂ عصبیت پر غالب آگیا، اور بروایت صحیح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی زمانہ میں وہ مسلمان ہوگئے[5]،

غزوات، قبول اسلام کے بعد صرف حنین میں شرکت کا پتہ چلتا ہی، حنین کی واپسی کے وقت یہ

[1] ابن سعد حصہ سیرۃ ص ۱۴۲، [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۸۳، [3] استیعاب ج اول ص ۹۰، [4] سیرت ابن ہشام ج اول ص ۴۴۷، [5] اصابہ ج اول ص ۲۳۶،

آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے[۱]

وفات | جبیر آنحضرت صلعم کے بعد بہت دنون تک زندہ رہے لیکن کہین نظر نہین آتے ۵۷ھ مین مدینہ مین وفات پائی[۲]، دو لڑکے محمد اور نافع یادگار چھوڑے،

فضل وکمال | گو جبیر کو آنحضرت صلعم سے فیضیاب ہونے کا بہت کم موقع ملا، تاہم احادیث نبوی کی معتدبہ تعداد ان کے حافظہ مین محفوظ تھی، ان کی مرویات کی تعداد ساٹھ تک پہنچتی ہی، ان مین چھ متفق علیہ ہین، ان کے تلامذہ مین محمد، نافع، سلیمان بن صرد، اور ابن مسیب قابل ذکر ہین[۳]،

علم الانساب کے بڑے حافظ تھے، اور اس کو اس فن کے سب سے بڑے ماہر حضرت ابوبکرؓ صدیق سے حاصل کیا تھا، اس لئے ان کا شمار قریش کے ممتاز نسابون مین تھا[۴]، حضرت عمرؓ کو جب نسب کی تحقیقات کی ضرورت پیش آتی تھی تو جبیر ہی سے تحقیقات کرتے تھے،

اخلاق | ان کے میزان اخلاق مین حلم وبردباری کا پلہ بہت بھاری ہی، گو وہ قریش کی ایک مقتدر شاخ کے رکن اور رؤسائے قریش مین تھے لیکن اسکے باوجود کبر ونخوت نام کو نہ تھی، اور قریش کے حلیم ترین اشخاص مین انکا شمار تھا[۵]،

۱۹- حضرت جرہد بن رزاحؓ

نام ونسب | جرہد نام، ابو عبد الرحمن کینت، نسب نامہ یہ ہے، جرہد بن رزاح بن عدی بن سہم بن مازن بن حارث بن سلامان بن اسلم بن افصی اسلمی،

اسلام | فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، جرہد ان بیکس اور لاچار مسلمانون مین تھے جن کی معاش کا دارومدار مسلمانون کی فیاضی پر تھا، اسلئے وہ اصحاب صفہ کے زمرہ مین شامل ہوگئے تھے[۶]

[۱] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۸۰، [۲] استیعاب ج اول ص ۹۰، [۳] تہذیب الکمال ص ۶۱، [۴] اسد الغابہ ج اول ص ۲۷۰، [۵] ایضاً، [۶] ابن سعد جلد ۴ ق ۲ ص ۳۴،

دعاے نبوی | ایک مرتبہ جریر بائین ہاتھ سے کھانا کھارہے تھے، آنحضرت صلعم نے فرمایا داہنے ہاتھ سے کھایا کرو، عرض کی یا رسول اللہ! اس مین آزار ہے، آپ نے آزار کو دم کردیا، اس کے بعد پھر اس ہاتھ مین کوئی شکایت نہین پیدا ہوئی[۱]

وفات، | امیر معاویہ کے آخر عہد خلافت مین مدینہ مین وفات پائی[۲]

۲۰۔ حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی

نام ونسب، | جریر نام، ابوعمر کنیت، نسب نامہ یہ ہے، جریر بن عبد اللہ بن جابر بن مالک بن نضر بن ثعلبہ بن جشم بن عوف بن خزیمہ بن حرب بن علی بن مالک بن سعد بن نذیر بن قسر بن عبقر بن انمار بن اراش بن عمرو بن غوث بجلی، جریر یمن کے شاہی خاندان کے رکن اور قبیلہ بجیلہ کے سردار تھے،

اسلام، | بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ جریر وفات نبوی کے کل چالیس روز پیشتر مشرف باسلام ہوئے، لیکن، یہ صحیح نہین ہے، بروایت صحیح وہ حجۃ الوداع مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے[۳]، اس لئے وفات سے کم ازکم چار پانچ ماہ پیشتر ان کا اسلام ماننا پڑیگا، اور واقدی کے بیان کے مطابق رمضان سنہ ۱۰ھ مین اسلام لائے، اس روایت کی رو سے آنحضرت صلعم کی وفات کے سات مہینہ پیشتر ان کا اسلام لانا ثابت ہوتا ہے، بہرحال اس قدر یقینی ہے کہ وہ وفات نبوی سے کئی مہینہ پیشتر اسلام لاچکے تھے،

جب یہ قبول اسلام کے لئے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، توآپ نے پوچھا کیسے آنا ہوا، انھون نے عرض کیا، اسلام قبول کرنے کے لئے، آپ نے ان کے بیٹھنے کے لئے

۱؎ اصابہ ج اول ص ۲۴۲، ۲؎ ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۲۴، ۳؎ مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۸.

اپنی چادر بچھادی اور مسلمانون سے فرمایا جب تمھارے پاس کسی قوم کا معزز آدمی آئے تو اس کی عزت کرو[1] اس کے بعد جریر نے اسلام کے لئے ہاتھ بڑھایا، اور کہا مین اسلام پر بیعت کرتا ہون آنحضرت نے ان کا ہاتھ پکڑکے فرمایا ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا، پھر فرمایا جو شخص انسانون پر رحم نہین کرتا اس پر خدا رحم نہین کرتا، پھر بلا شرکت غیرے خدائے واحد کی پرستش، فرض نمازون کی پابندی، مفروضہ زکوۃ کی ادائگی، مسلمانوں کی نصیحت اور خیر خواہی، اور کافرون سے برات پر بیعت لی[2]،

حجۃ الوداع۔ قبول اسلام کے بعد سب سے اول آنحضرت صلعم کے ساتھ حجۃ الوداع مین شریک ہوئے، اس مین مجمع کو خاموش کرنے کی خدمت ان کے سپرد تھی[3]،

سریہ ذی الخلیفہ۔ فتح مکہ کے بعد قریب قریب عرب کے تمام قبیلے اسلام کے حلقہ اثر مین آگئے تھے لیکن بعضون مین صدیون کے اعتقاد کی وجہ سے توہم پرستی باقی تھی، اور صنم کدون کو ہاتھ لگاتے ہوئے ڈرتے تھے، اس وہم کو دور کرنے کے لئے آنحضرت صلعم نے کئی صنم کدے گروائے، یمن کے صنم کدہ ذی الخلیفہ کو جو کعبۂ یمانی کے نام سے مشہور تھا ڈھانے کی خدمت جریرؓ کے سپرد ہوئی، ایک دن آپ نے جریر سے فرمایا کیا تم ذی الخلیفہ کو ڈھاکر مجھے مطمئن نہ کروگے؟ انھون نے عرض کیا مین حاضر ہون، لیکن گھوڑے کی پیٹھ پر جم کے نہین بیٹھ سکتا، یہ عذر سنکر آپ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مارا اور دعا دی کہ خدایا ان کو (گھوڑے کی پیٹھ پر) جما دے، اور ہادی و مہدی بنا، جریرؓ رسول اللہ صلعم کی ان دعاؤن کو لیکر ۱۵۰ سوارون کے دستہ کے ساتھ یمن پہنچے اور ذی الخلیفہ کے صنم کدہ کو جلاکر خاکستر کر دیا، اور ابوارطاۃ کو اطلاع کے لئے مدینہ بھیجا، انھون نے آکر آنحضرت صلعم کو مژدہ سنایا کہ یارسول اللہ صلعم ذی الخلیفہ کو جلاکر خارشتی اونٹ بنا دیا، یہ خبر سنکر آپنے اس سریہ کے سوار اور پیدل کے لئے برکت کی دعا فرمائی[4]،

---

[1] اصابہ ج اول ص ۲۴۲، [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۵۸، [3] ایضاً، [4] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ ذی الخلیفہ۔

ابھی جریر یمن ہی مین تھے کہ آنحضرت صلعم کا انتقال ہو گیا، لیکن انھین اس کی خبر نہ ہوئی،
ایک دن یہ یمن کے دو آدمیون ذو کلاع اور ذو عمر کو حدیث سنا رہے تھے کہ انھون نے کہا
تم اپنے جس ساتھی کا حال سنا رہے ہو، وہ تین دن ہوئے ختم ہو گیا، یہ وحشتناک خبر سنکر
جریر روانہ ہو گئے، راستہ مین مدینہ کے سوار ملے، ان سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم کا انتقال ہو گیا
اور ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے[1]،

عہد فاروقی، | عہد صدیقی مین غالباً انھون نے خاموشی کی زندگی بسر کی کیونکہ کسی موقع پر نظر
نہین آتے، حضرت عمرؓ کے زمانہ مین عراق کی فوج کشی مین شریک ہوئے، عراق پر عہد صدیقی
ہی مین فوج کشی ہو چکی تھی، اس سلسلہ کی مشہور جنگ واقعہ جسر مین جو حضرت عمرؓ کے زمانہ
مین ہوئی، مسلمانون کو نہایت سخت شکست ہوئی اور بہت سے مسلمان شہید ہوئے، اس لئے
حضرت عمرؓ نے عراقی افواج کی امداد کے لئے تمام قبائل عرب کو جمع کیا، اور ہر قبیلہ کے سردار
کو اس کے قبیلہ کا افسر بنا کر عراق روانہ کیا، جریر کو بجیلہ کی سرداری ملی، چنانچہ یہ اپنے قبیلہ
کے ساتھ عراق پہنچے اور مقام ثعلبہ مین مثنیٰ بن حارثہ سے جو ایرانیون کے مقابلہ مین تھے ملے،
مقام حیرہ مین مسلمانون اور ایرانیون کا مقابلہ ہوا، اس مقابلہ مین جریر میمنہ کے افسر تھے،
میمنہ، میسرہ اور قلب کو لے کر ایرانیون پر حملہ کیا، ایرانیون نے بھی برابر کا جواب دیا اور
مسلمان پھٹ کر الگ ہو گئے، مثنیٰ نے للکارا، ان کی للکار پر وہ پھر سنبھل کر حملہ آور ہوئے،
اس حملہ مین عرب کے مشہور بہادر مسعود بن حارثہ مارے گئے، مثنیٰ نے پھر جوش دلایا کہ شرفا یون
ہی جان دیتے ہین، جریرؓ نے بھی اپنے قبیلہ کو للکارا کہ برادران بجیلہ تم کو دشمنون پر سب سے
پہلے حملہ آور ہونا چاہیئے، اگر خدا نے کامیاب کیا تو تم اس زمین کے سب سے زیادہ حق دار

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب ذہاب جریر الی الیمن،

ہوگئے، ان دونون کی للکار پر مسلمانون نے تیسرا حملہ کیا، اس حملہ مین ایرانی افسر مہران مارا گیا، اور ایرانیون نے میدان خالی کر دیا[1]،

جنگ یرموک، اس سلسلہ کی مشہور جنگ یرموک مین جریر نے بڑے کارنامے دکھائے اس جنگ کے آغاز ہی مین مسلمانون کے دو افسر مارے گئے، یہ صورت دیکھ کر جریر نے اپنے قبیلہ بجیلہ کو لے کر حملہ کیا، ان کے ساتھ قبیلہ ازد نے بھی حملہ کیا، اور بڑی گھمسان لڑائی ہوئی ابھی پیچھے ہٹتے ہٹتے رستم کے پاس پہنچ گئے، رستم سواری سے اتر پڑا، اور پیدل بڑھکر حملہ کیا، اس کے ساتھ اور عمائد اور افسران فوج بھی آگے بڑھے اور مسلمانون کے پاؤن اکھڑ گئے، اس موقع پر مشہور بہادر ابو محجن ثقفی نے بڑی بہادری دکھائی، جریر نے مسلمانون کی پسپائی دیکھی تو دوسرے افسرون سے کہلا بھیجا کہ میمنہ کی جانب سے ایرانیون کے قلب پر متفقہ حملہ کرنا چاہئے، ان کے مشورہ پر مسلمانون نے ہر طرف سے سمٹ کر اس زور کا حملہ کیا کہ ایرانیون کی صفین درہم برہم ہوگئین اور وہ نہایت بے ترتیبی کے ساتھ پیچھے ہٹے، اس پسپائی مین رستم مارا گیا، اور ایرانی دیر کعب تک پچھڑتے چلے گئے، اس درمیان مین انکا امدادی دستہ پہنچگیا اور وہ از سر نو منتظم ہو کر صف آرا ہوگئے، اور ان کی جماعت سے نخارستان مسلمانون کے مقابلہ مین آیا، زبیر نے اس کا کام تمام کر دیا، دوسری طرف قیس بن ہبیرہ نے ایک دوسرے افسر کو مارا، اور مسلمان ہر چہار جانب سے ایرانیون پر ٹوٹ پڑے، ان کے افسر مارے جاچکے تھے، اس لئے وہ زیادہ دیر تک میدان مین نہ ٹھہر سکے، اور پسپا ہو کر پیچھے ہٹنے لگے، جریر تعاقب کرتے ہوئے بہت آگے نکل گئے، ایرانیون نے تنہا پاکر گھوڑے سے نیچے گرا دیا، اس درمیان مین ان کے ساتھی پہنچ گئے اس لئے ایرانی چھوڑ کر بھاگ گئے[2]،

---

[1] اخبار الطوال ص ۱۱۹ و ۱۲۰ [2] تاریخون مین جنگ یرموک کے واقعات نہایت مفصل ہین ہم نے اخبار الطوال (بقیہ صفحہ ۴۴ پر)

یرموک کے بعد کسریٰ کا پایہ تخت مدائن فتح ہوا، اس کے بعد عمرو بن مالک نے جلولار کی مہم سر کی اور جریر کو چار ہزار مسلح فوج کے ساتھ جلولار کی حفاظت پر متعین کر کے اپنے مستقر پر چلے گئے،

جلولار کے پاس ہی حلوان ایرانیون کا ایک خطرناک مرکز تھا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے جریر کے پاس ۳ ہزار فوج بھیجی کہ وہ حلوان پر حملہ کر کے اس خطرہ کو دور کرین، چنانچہ چار ہزار پہلی اور ۳ ہزار یہ جدید فوج لیکر حلوان پہنچے، اور بلا کسی خون ریزی کے اس پر قبضہ کر لیا،

اسکے بعد اہواز کی باری آئی، یہان اسلامی فوجین بہت پہلے سے پڑی ہوئی تھین یزدگرد نے ہرمزان کو ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا، اس نے تستر مین قیام کیا، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے جو تستر مین تھے، حضرت عمرؓ کو اسکی اطلاع دی آپ نے عمار بن یاسر کے پاس نعمان بن مقرن کو ابو موسیٰ کی مدد کے لئے بھیجنے کا حکم بھیجا، انھون نے جریر کو جو اس وقت جلولار مین مقیم تھے یہ مہم سپرد کی، جریر جلولار مین عروہ بن قیس کو اپنا قائم مقام چھوڑ کر ابو موسیٰ کی امداد کے لئے پہنچے دونون نے مل کر ہرمزان کا مقابلہ کیا، ایرانی پسپا ہو کر تستر کے قلعہ مین بند ہو گئے، مسلمانون نے تستر کا محاصرہ کر لیا، مدتون کے محاصرہ کے بعد ایک ایرانی کی امداد سے قبضہ ہوا،

تستر کی شکست کے بعد یزدگرد شاہِ ایران نے اپنے ملک کے مشہور بہادر مردان شاہ کو ایک لشکر جرار کے ساتھ مسلمانون کے استیصال پر مامور کیا، عمار بن یاسرؓ نے حضرت عمرؓ کو اس اہتمام کی اطلاع دی، پہلے آپ نے خود اس جنگ مین شرکت کا ارادہ کیا پھر حضرت علیؓ کی رائے سے رک گئے، اور تمام فوجی چھاؤنیون مین احکام صادر کئے کہ ہر جگہ کی فوجین میدان

(حاشیہ صفحہ ۴۳) سے صرف اسی قدر نقل کیا ہے جنکا تعلق جریر کی ذات سے ہے، دیکھو کتاب مذکور حالات یرموک،

۱؎ بلاذری ص ۳۰۹، ۳۱۰، اخبار الطوال ص ۱۳۶ تا ۱۳۳،

مین روانہ ہو جائین اور نعمان بن مقرن کو سپہ سالار بنا کر بھیجا، چونکہ یہ مقابلہ نہایت سخت تھا اس لئے
حضرت عمرؓ نے نعمان بن مقرن کے علاوہ اور جن چار آدمیون کو سپہ سالاری کے لئے نامزد
کر دیا تھا، ان مین ایک جریرؓ بھی تھے مسلمانون اور ایرانیون کے مقابلہ مین یہ معرکہ نہایت
تاریخی شمار کیا جاتا ہے، اس مین حضرت نعمانؓ نے شہادت پائی، مگر کامیابی مسلمانون کو ہوئی[1]
ان لڑائیون کے علاوہ جریرؓ اس سلسلہ کی اور لڑائیون مین بھی شریک تھے،

حضرت عثمانؓ کے عہد مین ہمدان کے گورنر تھے، ان کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ
کی بیعت کر لی، اور اپنے رقبۂ حکومت مین ان کی بیعت لے کر ان کے پاس کوفہ چلے آئے جنگ
جمل کے بعد جب حضرت علیؓ نے امیر معاویہ کو اپنی بیعت کے لئے خط لکھا، تو اس کو معاویہ کے پاس
جریرؓ ہی لے کر گئے تھے، اسکو پیش کر کے زبانی اپنی طرف سے یہ کہا کہ حجاز، یمن، بحرین، عمان، مصر،
فارس، خراسان اور علاقہ جبل وغیرہ سارے ملکون نے امیر المومنین کو خلیفہ تسلیم کر لیا ہے، صرف شام
باقی رہ گیا ہے، اس لئے اسکو بھی ان کے حلقۂ اطاعت مین آجانا چاہئے، ورنہ اگر مذکورہ ملکون مین سے
ایک ملک بھی شام پر بہا دیا جائیگا، تو اسکو غرق کرنے کے لئے کافی ہو گا،[2]

حضرت علیؓ کے خط پر امیر معاویہؓ نے اپنے مشیرون سے رائے لی، سب نے اطاعت کے
خلاف مشورہ دیا، چنانچہ انھون نے صاف جواب دیدیا کہ اہل شام بیعت نہین کر سکتے، جریرؓ نے واپس
ہو کر یہ جواب حضرت علیؓ کو سنا دیا، اور امیر معاویہ کی قوت اور ان کے انتظامات سے بھی آگاہ کیا،
ان کی زبان سے یہ باتین سنکر شیعیان علیؓ جریرؓ پر طرح طرح کی تہمتین رکھنے لگے، اشتر بہت برہم
ہوئے، اور حضرت علیؓ سے کہا امیر المومنین اگر جریرؓ کے بجائے آپ مجھے بھیجے ہوتے، تو معاویہ کے
گلے کی گرفت نہ ڈھیلی ہونے دیتا، اور کوئی راستہ ایسا باقی نہ چھوڑتا، جسے کھول کر وہ کامیاب

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۳۱۰ و ۳۱۱ [2] اخبار الطوال ص ۱۶۶،

ہو سکین، اور قبل اس کے کہ وہ کارروائی کریں اُن سے بیعت لے لینا، ان کے خیالات سن کر جریرؓ نے کہا اگر پہلے نہیں جا سکے تو اب جا کر کر لو، اشترؔ نے کہا اب جا کر مین کیا کر سکتا ہون، جبکہ تم نے معاملہ بگاڑ دیا، تم نے قطعاً اون سے کوئی عہد و پیمان کر لیا ہے ورنہ انکی کوششون اور فوج کی کثرت سے ہم لوگون کو نہ ڈراتے، اگر مجکو امیر المومنین اجازت مرحمت فرمائین تو تم کو اور تمھارے جیسے لوگون کو معاملات کے فیصلہ تک قید کر دون، جریرؓ کو یہ تند گفتگو اور ناروا غصہ بہت ناگوار ہوا، اور راتون رات اپنے اہل وعیال کو لیکر کوفہ چلے گئے، اور قرقیسیا مین اقامت اختیار کر لی[۱] اور جنگ صفین مین کوئی حصہ نہ لیا[۲]، اور بقیہ زندگی قرقیسیا کے گوشۂ عافیت مین بسر کی،

وفات | سنہ ۵۴ھ مین قرقیسیا مین وفات پائی[۳]

حلیہ | قد دراز چھ ذراع تھا، اور اس قدر حسین وجمیل تھے کہ حضرت عمرؓ ان کو امت اسلامیہ کا یوسف کہا کرتے تھے، بالون مین مہندی کا خضاب لگاتے تھے[۴]

اولاد | وفات کے بعد پانچ لڑکے عمر، منذر، عبید اللہ، ایوب اور ابراہیم یادگار چھوڑے[۵]،

فضل وکمال | گو جریر بہت آخری زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے اور فیضان نبوی سے استفادہ کا بہت کم موقع ملا، تاہم جو لمحات بھی میسر آئے، ان سے پورا فائدہ اٹھایا، اسلئے اُس کمی صحبت کے باوجود ان سے سو حدیثین مروی ہین، ان مین سے آٹھ متفق علیہ ہین، اور ایک مین امام بخاری اور سات مین امام مسلم منفرد ہین[۶]، ان سے روایت کرنے والون کا دائرہ بھی خاصہ وسیع ہے، چنانچہ ان کے لڑکون مین منذر، عبید اللہ، ایوب، ابراہیم، اور لڑکون کے علاوہ ابو ذرعہ بن عمر، انس، ابو وائل، زید بن وہب، زیاد بن علاقہ، شعبی، قیس بن ابی حازم، ہمام بن حارث، اور ابو ظبیان

[۱] اخبار الطوال ص ۱۶۴ [۲] اصابہ ج اول ص ۲۴۲، [۳] استیعاب ج اول ص ۹۱، [۴] ایضاً، [۵] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۷۳، [۶] تہذیب الکمال ص ۶۱،

حصین بن جندب نے ان سے روایتین کی ہین[1]،

بارگاہِ نبوی مین پذیرائی | بارگاہِ نبوی مین جریر کی بڑی پذیرائی تھی، رسول اللہ صلعم انھین بہت مانتے تھے، اور بڑے احترام سے اون کے ساتھ پیش آتے تھے اون کے بیٹھنے کے لئے ردائے مبارک بچھا دیتے تھے[2]، جب وہ درِ دولت پر حاضر ہوئے کبھی شرفِ باریابی سے محروم نہ رہے جب آپ انھین دیکھتے تھے تو مسکرا دیتے تھے[3]، غائبانہ ان کا ذکرِ خیر فرماتے تھے، وہ خود روایت کرتے ہین، کہ جب مین مدینہ پہنچا تو مدینہ کے باہر سواری بٹھا کر کپڑا رکھنے کا تھیلا کھولا اور حلہ پہنکر داخل ہوا اس وقت رسول اللہ صلعم خطبہ دے رہے تھے، مین نے سلام کیا لوگون نے آنکھون سے میری طرف اشارہ کیا، مین نے اپنے پاس کے آدمی سے پوچھا عبد اللہ کیا رسول اللہ صلعم میرا تذکرہ فرماتے تھے انھون نے کہا ہان ابھی ابھی نہایت اچھے الفاظ مین تمھارا تذکرہ فرمایا، آپ خطبہ دے رہے تھے، دورانِ خطبہ مین فرمایا کہ اس دروازہ یا اس کھڑکی سے تمھارے پاس یمن کا بہترین شخص داخل ہوگا اس کے چہرہ پر بادشاہی کی علامت ہوگی مین نے اس عزت افزائی پر خدا کا شکر ادا کیا[4]،

جریر کی خوبیون اور رسول اللہ صلعم کے اون کی توقیر کرنے کی وجہ سے خلفاء بھی انکی بڑی عزت کرتے تھے، چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ خدا تم پر رحمت نازل فرمائے، تم جاہلیت مین بھی اچھے سردار تھے، اور اسلام مین بھی اچھے سردار ہو[5]،

پاسِ فرمانِ رسول | آنحضرت صلعم کا ہر ارشاد ہمیشہ زندگی کا دستور العمل رہا، ایک مرتبہ چند اعرابیون نے آکر رسول اللہ صلعم سے شکایت کی کہ یا نبی اللہ آپ کے بعض صدقہ وصول کرنے والے

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۷۳، [2] تہذیب الکمال ص ۶۱، [3] مسلم کتاب الفضائل، فضائل جریرؓ بن عبداللہ

[4] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۵۹ و ۳۶۰، [5] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۷۳،

ہم پر ظلم کرتے ہین، فرمایا اپنے صدقہ وصول کرنے والون کو راضی رکھو، اعرابیون نے کہا اگر وہ
ظلم کرین تب بھی آپ نے پھر فرمایا اپنے صدقہ وصول کرنے والون کو راضی رکھو، اس ارشاد کے بعد سے کسی
صدقہ وصول کرنے والے کو جریر رضی نے ناخوش نہین کیا[۱]

۱۳ حضرت جعال رضی بن سراقہ

نام ونسب | ان کے نام ونسب دونون مین اختلاف ہے، بعض جعال کہتے ہین بعض جعیل، نسب
کچھ لوگ غفار سے بتاتے ہین اور کچھ ضمری اور کچھ ثعلبی کہتے ہین،

اسلام وغزوات | دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، احد اور بنی قریظہ
مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، آخر الذکر غزوہ مین ایک آنکھ کام آئی[۲]

بنو ہوازن مین شریک تھے، اس کے مال غنیمت مین سے عیینہ بن حصین اور اقرع بن
حابس کو سو سو اونٹ ملے کسی نے آنحضرت صلعم سے کہا آپ نے عیینہ اور اقرع کو سو سو اونٹ
مرحمت فرمائے اور جعال کو کچھ نہ ملا، فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان
ہے، جعال بن سراقہ، اقرع اور عیینہ جیسے روے زمین بھر کے آدمیون سے بہتر ہین، ان دونون
کو مین نے تالیف قلب کے لئے دیا ہے، اور جعال کو ان کے اسلام کے سپرد کیا[۳]

سنہ ۶ ھ مین جب آنحضرت صلعم غزوہ بنی مصطلق کے لئے تشریف لے گئے تو مدینہ جعال کے
سپرد کر گئے[۴]

وفات | وفات کے بارہ مین ارباب سیر خاموش ہین،

---

[۱] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۶۲، [۲] اسد الغابہ ج اول ۲۸۴، [۳] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۰۳، [۴] اصابہ ج اول ص ۲۴۶

۲۲۔ حضرت جعشم الخیرؓ

نام ونسب، جعشم نام خیر لقب نسب نامہ یہ ہے، جعشم بن خلیبہ بن شاہی بن موہب بن اسد ابن جعشم بن خزیم بن صدف صدفی حرمی،

اسلام اورغزوات، سنہ ۶ھ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، صلح حدیبیہ میں آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے، چنانچہ بیعتِ رضوان میں شرفِ جان نثاری حاصل کیا، آنحضرت صلعم نے اپنا پیراہن، نعلین اور موئے مبارک عطا فرمائے،[۱]

وفات، زمانۂ وفات میں اختلاف ہے، واقدی کا بیان ہے کہ فتنۂ ردہ میں شہید ہوئے اور ابن یوسف تاریخ مصر میں لکھتے ہیں کہ مصر کی فتح میں شریک تھے، اگر آخرالذکر بیان صحیح مان لیا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد سے زیادہ زندہ رہے،

۲۳۔ حضرت جمیل بن معمرؓ

نام ونسب، جمیل نام، باپ کا نام معمر تھا، نسب نامہ یہ ہے، جمیل بن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح قرشی جمحی،

حضرت عمرؓ کے اسلام کا اعلان، جمیلؓ پیٹ کے ہلکے تھے، کوئی بات چھپا نہ سکتے تھے، اِدھر سنا اور اُدھر اس کا ڈنکا پیٹ دیا، حضرت عمرؓ جب اسلام لائے تو بہانگِ دہل اس کا اعلان کرنا چاہا، چنانچہ لوگوں سے پوچھا کہ مکہ میں سب سے زیادہ اشتہاری کون ہے معلوم ہوا جمیل، آپ سیدھے

---

[۱] استیعاب ج اول ص ۱۰۲،

ان کے پاس پہنچے، اور کہا جمیل! تم کو معلوم ہے میں مسلمان ہو گیا جمیل یہ سنتے ہی بغیر مزید استفسار کے مسجد کعبہ کے دروازہ پر پہنچے اور بآوازِ بلند اعلان کیا کہ معشر قریش عمر بے دین ہو گیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو میں بے دین نہیں ہوا بلکہ اسلام قبول کیا[1]،

اسلام وغزوات | لیکن یہی مسلمانوں کو بے دین کہنے والا فتح مکہ میں خود بے دین ہو گیا[2]، قبولِ اسلام کے بعد سب سے اول غزوۂ حنین میں ان کی تلوار بے نیام ہوئی اور زہیر بن ابجر کا کام تمام کیا[3]، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے ہی مشرف باسلام ہو چکے تھے جن رواۃ کے نزدیک فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے وہ زہیر کے قتل کو فتح مکہ میں بتاتے ہیں[4]،

مصر کی فوج کشی میں شرکت، | حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں مصر کی فوج کشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے[5]،

وفات | خلافتِ فاروقی میں عمر کی سو منزلوں سے زیادہ طے کرنے کے بعد انتقال کیا حضرت عمرؓ کو ان کی موت کا سخت صدمہ ہوا[6]،

۲۴-حضرت جندب بن کعبؓ،

نام ونسب، | جندب نام، باپ کا نام کعب تھا، نسب نامہ یہ ہے، جندب بن کعب بن عبد اللہ بن غنم بن جزر بن عامر بن مالک بن ذہل بن ثعلبہ بن ظبیان بن غامد ازدی،

اسلام، | ابن سعد کی روایت کے مطابق فتح مکہ کے قبل مشرف باسلام ہوئے، اسلام لانے کے بعد مدتوں زندہ رہے لیکن عہدِ رسالت اور خلفاء کے زمانہ میں کسی جنگ میں نظر نہیں آتے،

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۵۷، [2] استیعاب ج اول ص ۹۲، [3] اسد الغابہ ج اول ص ۲۹۶، [4] اصابہ ج اول ص ۲۵۵، [5] ایضاً، [6] ایضاً،

حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین کوفہ مین رہتے تھے، ایک قانونی جرم مین جسکی تفصیل آگے آتی ہے ماخوذ ہو کر قید ہوئے، پھر رہا کر دیئے گئے، رہائی پانے کے بعد روم چلے گئے اور اعدائے اسلام کے مقابلہ مین جہاد کرتے رہے، اور وہین کہین امیر معاویہ کے زمانہ مین وفات پائی۔[1]

سحر و ساحری سے نفرت | سحر و ساحری شرک کی ایک قسم ہے، اسی لئے اسلام نے اس کی شدید ممانعت کی ہے، جندب اس باب مین نہایت سخت اور شدید تھے، حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین کوفہ مین ایک شعبدہ باز آیا، ایک دن وہ ولید بن عقبہ حاکم کوفہ کو تماشہ دکھا رہا تھا اور آدمی کو قتل کر کے زندہ کر دیتا تھا عوام اس شعبدہ کو دیکھتے اور متحیر ہو کر کہتے، سبحان اللہ یہ شخص مردہ کو زندہ کر دیتا ہے[2] جندب بھی تماشہ دیکھ رہے تھے عوام کے عقائد مین تزلزل دیکھکر ایک ہی وار مین شعبدہ باز کا کام تمام کر دیا، اور کہا اب اپنے کو زندہ کرو، پھر یہ آیت تلاوت کی،

افتأتون السحر وانتم تبصرون، کیا تم دیدہ و دانستہ جادو کی باتین سننے کو آتے ہو،

پھر کہا مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا تھا کہ جادو کی سزا تلوار کی ایک ضرب ہے، چونکہ انھون نے خلاف قانون قتل کیا تھا، اس لئے ولید نے گرفتار کر کے قید کر دیا، قید مین بھی ان کا قدیم مشغلہ صوم وصلوۃ جاری رہا، جیلر نے ان کی عبادت سے متاثر ہو کر انھین رہا کر دیا اور وہ چھوٹ کر روم چلے گئے،[3]

۲۵ حضرت حارثؓ بن عمیر ازدی

نام ونسب | حارث نام، باپ کا نام عمیر تھا، قبیلہ ازد سے نسبی تعلق تھا،

اسلام | فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے،

[1] اسد الغابہ ج اول ص ۳۰۷، [2] اصابہ ج اول ص ۲۶۱، [3] ایضاً،

سفارت اور شہادت، آنحضرت صلعم نے جب سلاطین اور امرا کے پاس دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے تو ایک خط شرحبیل بن عمرو فرمانروائے بصری کے نام بھی لکھا، اور حضرت حارثؓ کو اس کے پہنچانے کی خدمت سپرد ہوئی، یہ خط لیکر مقام موتہ پہنچے تھے کہ یہین شرحبیل سے ملاقات ہوئی، اس نے پوچھا کہان جارہے ہو، حارث نے کہا شام، شرحبیل نے کہا تم کسی کے قاصد معلوم ہوتے ہو، انھون نے کہا ہان رسول اللہ کا قاصد ہون، یہ سنکر اس نے حارث کی مشکین کسوا کے قتل کردیا، حارث تاریخِ اسلام مین سب سے پہلے قاصد ہین، جسنے خدا کی راہ مین جام شہادت پیا، آنحضرت صلعم کو انکی شہادت کی خبر ملی تو آپ کو سخت صدمہ ہوا، اور حارث کے خون کے انتقام کے لئے زید بن حارثہ کی سرکردگی مین ایک سریہ موتہ روانہ کیا، اسی مین حضرت زیدؓ اور جعفرؓ طیار وغیرہ شہید ہوئے تھے[1]،

۲۲ حضرت حارث بن نوفلؓ،

نام ونسب، حارث نام، باپ کا نام نوفل تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم قرشی ہاشمی، ان کے والد نوفل آنحضرت صلعم کے چچیرے بھتیجے تھے، اس رشتہ سے حارث آپ کے پوتے ہوئے،

اسلام، حضرت نوفلؓ غزوۂ خندق سے پہلے مشرف باسلام ہوئے تھے، حارث بھی باپ کے ساتھ اسلام لائے[2]، نوفل شرفِ ہجرت سے بھی سرفراز ہوئے لیکن حارث اس سے محروم رہے،

امارتِ جدہ، آنحضرت صلعم نے حارث کو جدہ کی امارت پر سرفراز فرمایا تھا، اس لئے وہ جنگ حنین مین شریک نہ ہوسکے، واقدی کی روایت کے مطابق حضرت ابوبکرؓ نے ان کو مکہ

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۶۵، ابن سعد حصہ مغازی مین اس کے تفصیلی واقعات ہین [2] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۳۹

کی امارت پر مقرر فرمایا تھا، لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ عہد صدیقی میں بروایت صحیح مکہ کی امارت پر عتاب بن اسید مامور تھے، حضرت ابوبکرؓ نے اپنے زمانہ میں حارث کو جدہ کی امارت سے معزول کر دیا، ایک روایت کی رو سے حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانہ میں پھر انھیں ان کے سابق عہدہ پر بحال کر دیا تھا[1]

وفات | ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ ہی کے آخر عہد خلافت میں وفات پا گئے تھے، لیکن ابن سعد کے بیان کے مطابق حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں انھوں نے وفات پائی، بصرہ میں گھر بنا لیا تھا، یہیں پیوند خاک ہوئے، انتقال کے وقت ستر سال کی عمر تھی[2]

ازواج واولاد | وفات کے وقت حسب ذیل بیویاں اور اولادیں چھوڑیں، بیویوں میں رملہ، ام زبیر ریطہ اور ام حارث تھیں، لڑکوں میں سعید، محمد الاکبر، ربیعہ، عبدالرحمن، عیینہ، محمد الاصغر، حارث ابن حارث تھے،

۲۷ حضرت حارث بن ہشامؓ

نام ونسب | حارث نام، ابوعبدالرحمن کنیت، نسب نامہ یہ ہے، حارث بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم قرشی مخزومی، حارث مشہور دشمن اسلام ابوجہل کے حقیقی بھائی تھے

قبل از اسلام | حارث مکہ کے رئیس اور بڑے مخیر اور فیاض آدمی تھے، صدہا غریبوں کی روٹی انکی ذات سے چلتی تھی، آنحضرت صلعم کو ان کے اسلام کی بڑی خواہش تھی، ایک مرتبہ ان کا ذکر آیا تو فرمایا حارث سردار ہیں، کیوں نہ ہو ان کے باپ بھی سردار تھے، کاش خدا انھیں اسلام کی ہدایت دیتا[3]، بدر میں ابوجہل کے ساتھ تھے لیکن میدان جنگ سے بھاگ نکلے، اور ابوجہل مارا گیا، انکی اس بزدلی پر حسان بن ثابت نے اشعار میں غیرت دلائی، انھوں نے اشعار ہی میں اس کی

[1] اسد الغابہ ج اول ص ۳۵۱، [2] ابن سعد ج ۴ ص اول ص ۹۳، عمر کی تعیین اسد الغابہ میں ہے، [3] استیعاب ج اول ص ۱۱۱،

توجہ آمیز معذرت کی، احد مین بھی مشرکین کے ہمراہ تھے[1]

اسلام اور غزوات | فتح مکہ مین دوسرے سرداران قریش کی طرح مشرف باسلام ہوئے اسلام کے بعد سب سے پہلے غزوۂ حنین مین شریک ہوئے، آنحضرت صلعم نے اس کے مال غنیمت مین سنو اونٹ مرحمت فرمائے[2]،

سقیفۂ بنی ساعدہ، | حنین کے بعد مکہ لوٹ گئے لیکن آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت مدینہ ہی مین موجود تھے، چنانچہ جب سقیفۂ بنی ساعدہ مین مہاجرین اور انصار مین خلافت کے بارہ مین اختلاف ہوا تو حارث نے یہ صائب رائے ظاہر کی کہ خدا کی قسم اگر رسول اللہ نے الایمۃ من قریش نہ فرمایا ہوتا تو ہم انصار کو بے تعلق نہ کرتے، کیونکہ وہ اس کے اہل ہین لیکن رسول اللہ کے فرمان مین کوئی شک وشبہہ نہین، اگر قریش مین صرف ایک شخص باقی ہوتا تو خدا اس کو خلیفہ بناتا[3]،

شام کی فوجکشی کے لئے تیاری اور اہل مکہ کا ماتم، | حضرت ابوبکرؓ نے جب شام پر فوج کشی کا عزم کیا تو تمام بڑے بڑے رؤسار کو اس مین شرکت کی دعوت دی، حارث کو بھی ایک خط لکھا[4]، حارث سعول سعادت کے بہت سے مواقع کھو چکے تھے، اس لئے تلافی مافات کے لئے فوراً آمادہ ہو گئے لیکن اون کی ذات تنہا نہ تھی وہ صدہا غریبون کا سہارا تھے، اس لئے مکہ ماتمکدہ بن گیا، پروردگان نعمت زار زار روتے تھے سب بادیدۂ پرنم رخصت کرنے کو نکلے جب بطحی کے بلند حصے پر پہنچے تو رونے والون کی گریۂ وزاری پر ان کا دل بھر آیا، اور ان الفاظ مین ان کی تشفی کی کوشش کی لوگو خدا کی قسم مین اس لئے تم لوگون سے نہین جدا ہو رہا ہون کہ مجکو تمہارے مقابلہ مین کوئی ذاتی منفعت مقصود ہے، یا تمہارے شہر کے مقابلہ مین دوسرا شہر پسند ہے

---

[1] استیعاب ج اول ص ۱۱۰، [2] اسد الغابہ ج اول ص ۳۵۱، [3] اصابہ ج اول ص ۳۰۷، [4] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۲۶،

بلکہ ایک اہم معاملہ پیش آگیا ہے، اس مین قریش کے بہت سے ایسے اشخاص شریک ہوچکے ہین جو تجربہ اور خاندانی اعزاز کے اعتبار سے کوئی امتیاز نہین رکھتے، اگر ہم نے اس زرین موقع کو چھوڑ دیا تو اگر مکہ کے تمام پہاڑ سونے کے ہوجائین اور اُن سب کو ہم خدا کی راہ مین لٹا دین تب بھی اس کے ایک دن کے برابر اجر نہین پاسکتے، اُنلوگون کے مقابلہ مین اگر ہم کو دنیا نہ ملی تو کم ازکم آخرت کے اجر مین تو شریک ہوجائین، ہمارا یہ نقل مکان خدا کے لئے اور شام کیطرف ہے۱،

جہاد اور شہادت، غرض اس ولولہ اور جوش کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلے اور فحل اور اجنادین کے معرکون مین داد شجاعت دی۲، اس سلسلہ جنگ مین یرموک کا معرکہ نہایت زبردست تھا، اس مین جب ابتدا مین مسلمانون کے پاؤن اکھڑے تو بہت سے مسلمان شہید ہوگئے، حارث بھی سخت زخمی ہوئے، دم واپسین پیاس کا غلبہ ہوا، پانی مانگا، فوراً پانی لایا گیا، پاس ہی ایک دوسرے زخمی مجاہد تشنہ لب پڑے تھے، فطری فیاضی نے گوارا نہ کیا کہ ان کو پیاسا چھوڑ کر خود سیراب ہون، چنانچہ پانی اون کی طرف بڑھوا دیا، اون کے پاس ایک تیسرے زخمی اسی حالت مین تھے، اس لئے انھون نے انکی طرف بڑھا دیا، ان کے پاس پانی پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ دم توڑ دیا، غرض تینون تشنہ کامان حق تشنہ حوض کوثر پر پہنچ گئے۳،

اولاد، شہادت کے وقت ایک لڑکا عبدالرحمن یادگار چھوڑا، خدا نے اس کی نسل مین بڑی ترقی دی، اور خوب پھلی پھولی۴،

عام حالات، فیاضی، سیر چشمی اور غربا پروری کے مناظر اوپر دیکھ چکے، دوسرے فضائل ابن عبدالبر کی زبان سے سنو، وہ لکھتے ہین کہ حارث فضلا اور خیار صحابہ مین تھے، عموماً مؤلفۃ القلوب

---

۱ اسدالغابہ ج اول ص ۳۵۲ و استیعاب ج اول ص ۱۱۰، ۲ ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۲۶، ۳ اسدالغابہ ج اول، ص ۳۵۱، ۴ اصابہ ج اول ص ۳۰۷،

مسلمانون کے دلون مین اسلام راسخ نہ تھا لیکن حضرت حارثؓ اس سے مستثنیٰ تھے، وہ ان مؤلفۃ القلوب مین تھے جو سچے مسلمان تھے، اور قبولِ اسلام کے بعد اون مین کوئی قابلِ اعتراض بات نہ دیکھی گئی[1]

۲۸- حضرت حجر بن عدیؓ

نام ونسب، حجر نام خیر لقب کندہ کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے نسب نامہ یہ ہے، حجر بن عدی بن معاویہ بن حارث بن عدی بن ربیعہ بن معاویۃ الاکبر بن حارث بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن معاویہ بن کندہ کندی،

اسلام، اگرچہ اون کے زمانۂ اسلام کی تعیین مین ارباب سیر خاموش ہین، لیکن اغلب یہ ہے کہ سنہ ۹ھ مین اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے ہون گے، کیونکہ اسی سنہ مین کندہ کا وفد مدینہ آیا تھا[2]، اس مین حجر بھی تھے[3]

عہد فاروقی، حجر بہت آخر مین اسلام لائے اس لئے عہد نبوی مین شرفِ جہاد سے محروم رہے سب سے اول فاروقی عہد مین میدانِ جہاد مین قدم رکھا، چنانچہ ایران کی فتوحات مین مجاہدانہ شریک ہوئے، قادسیہ کے مشہور معرکہ مین موجود تھے[4] قادسیہ کے بعد مدائن کی فتح مین بھی نظر آتے ہین، مدائن کی تسخیر کے بعد جب یزدگرد نے جلولا مین فوجین جمع کین تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اس کے مقابلہ کے لئے ہاشم بن عتبہ کی سرکردگی مین ایک فوج روانہ کی حجر اس فوج کے میمنہ کے افسر تھے[5]، ان مجاہدون نے یزدگرد کا نہایت کامیاب مقابلہ کیا اور اسے جلولا سے بھی بھاگنا پڑا،

---

[1] استیعاب ج اول ص ۱۱۷، [2] زاد المعاد ج ۲ ص ۱۳، [3] اسد الغابہ ج اول ص ۳۸۵، [4] ایضاً،

[5] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۷۳،

عہد مرتضوی جنگِ جمل و صفین مین حضرت علیؓ کے پرجوش حامیون مین تھے، شروع سے آخر تک اون کے ساتھ رہے، جنگِ جمل سے پہلے جب حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ اور عمار بن یاسرؓ کو کوفیون کی مدد حاصل کرنے کے لئے بھیجا تھا تو حجرہی کی تحریک پر ۱۲۶۵۰ اہل کوفہ حضرت علیؓ کی حمایت پر آمادہ ہوئے تھے، اس کے بعد جنگِ جمل مین حضرت علیؓ نے حجر کو کندہ حضرموت قضاعہ اور مہرہ کے قبائل کا افسر بنایا[۱]،

جنگِ جمل کے بعد صفین کا معرکہ پیش آیا، اوس مین بھی حجر نے بڑی سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا، امیر معاویہ کے سخت دشمن تھے، اور ان پر علانیہ سب و شتم کرتے تھے، میدانِ جنگ مین ایک شامی جوان حجر الشر کے مقابلہ مین آئے اور زخمی ہوکر گھوڑے کی پیٹھ سے گرے[۲]،

جنگِ صفین کے بعد جب نہروان مین خارجیون پر فوج کشی ہوئی تو میمنہ کی قیادت پر حجر مقرر ہوئے[۳]، غرض شروع سے آخر تک برابر حضرت علیؓ کے دست و بازو رہے، آپ کی شہادت کے بعد بھی حجر کی فدویت اور جان نثاری مین فرق نہ آیا، اور وہ اسی طرح جناب امیر کے خلف الصدق حضرت امام حسنؓ کے حامی اور خیر خواہ رہے، چونکہ حجر امیر معاویہ کو برسرِ حق نہین سمجھتے تھے، اس لئے حضرت حسنؓ کی دست برداری کے بعد وفورِ خیر خواہی مین حجر کی زبان سے ایسے نازیبا کلمات نکل گئے، جس سے حضرت حسنؓ کو تکلیف پہنچی، اُنھون نے کہا یا ابن رسول اللہ! کاش مین یہ دن دیکھنے کے لئے زندہ نہ رہتا، آپ نے ہم کو عدل سے ہٹا کر جور کے راستہ پر ڈال دیا، اور ہم راہ حق کو چھوڑ کے باطل کے راستہ پر آگئے جس سے بھاگتے تھے، حضرت حسنؓ نے انھین سمجھا بجھا کر خاموش کیا[۴]،

گرفتاری جیسا کہ اوپر کے واقعات سے معلوم ہوا ہوگا، حجر امیر معاویہ کے سخت مخالف تھے لیکن

---

[۱] اخبار الطوال ص ۱۴۷ و ۱۵۵، [۲] ایضاً، [۳] ایضاً ص ۲۲۳، [۴] ابن اثیر،

حضرت حسنؓ کی دست برداری کے بعد خاموش ہو گئے تھے، مگر امیر معاویہ نے جب زیاد کو عراق کا والی بنایا تو اوس کی تند خوئی اور بد اخلاقی کی وجہ سے اس مین اور حجر مین مخالفت شروع ہو گئی، ایک دن زیاد جامع کوفہ مین تقریر کر رہا تھا، اور نماز کا وقت آخر ہو رہا تھا، حجر اور ان کے ساتھیون نے زیاد کو متنبہ کرنے کے لئے اس پر کنکریان پھینکین، زیاد نے بڑی حاشیہ آرائی کیساتھ بڑھا چڑھا کر اون کی شکایت لکھ بھیجی کہ یہ لوگ عنقریب ایسا رخنہ ڈالین گے کہ اوس پر پیوند نہ لگ سکے گا، اور بہت سے لوگون نے اون کے خلاف شہادت دی، اس لئے امیر معاویہ نے اون کو بلا بھیجا، چنانچہ حجر اور دوسرے گیارہ آدمی پابجولان شام روانہ کئے گئے، امیر معاویہ نے اون مین سے چھ آدمیون کو رہا کر دیا، اور چھ کو جنمین ایک حجر تھے قتل کا حکم دیا[۱]

نماز کی مہلت جب جلاد مقتل کی طرف لے چلے تو حجر نے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت مانگی، مہلت دی گئی، نماز پڑھنے کے بعد کہا کہ اگر لمبی لمبی رکعتین پڑھنے مین اس کا خطرہ نہ ہوتا کہ تم لوگ گمان کروگے کہ مین نے خوف سے نماز کو طول دیا ہے، تو لمبی رکعتین پڑھتا، اگر میری گذشتہ نمازین اس قابل نہین ہین کہ مجھے فائدہ پہنچا سکین تو یہ دونون کیا فائدہ پہنچا سکتی ہین، پھر یہ وصیت کی کہ میری بیڑیان نہ اتارنا، اور خون نہ دھونا کہ مین اسی حالت مین معاویہ سے پل صراط پر ملونگا[۲]

قتل، وصیت وغیرہ کے بعد جلاد نے وار کیا اور ایک کشتۂ ستم خاک و خون مین تڑپنے لگا، یہ واقعہ ۵۱ھ مین پیش آیا،

حجر کا قتل معمولی واقعہ نہ تھا، اپنے خاندانی اعزاز اور حضرت علیؓ کی حمایت کی وجہ سے کوفہ مین بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، اس لئے اہل کوفہ مین بڑی برہمی پیدا

۱؎ استیعاب ج اول ص ۱۳۷، و اسد الغابہ ج اول ص ۳۸۶، ۲؎ ایضاً،

ہوگئی، معززینِ کوفہ حضرت حسنؓ کے پاس فریاد لیکر پہنچے، آپ بیحد متاثر ہوئے لیکن معاویہ کی بیعت کرچکے تھے اس سے مجبور ہو گئے،

اہل بیت نبوی مین بھی حجر کی بڑی وقعت تھی، چنانچہ حضرت عائشہؓ نے جس وقت اون کی گرفتاری کی خبر سنی تھی، اسی وقت انھون نے عبد الرحمٰن بن حارث کو معاویہ کے پاس دوڑایا تھا کہ وہ حجر اور اون کے رفقار کے معاملہ مین خدا کا خوف کرین لیکن یہ اسوقت پہنچے جب حجر قتل ہوچکے تھے، پھر بھی انھون نے امیر معاویہ کو بڑی ملامت کی، امیر معاویہ نے جواب دیا مین کیا کرتا زیاد نے اون کی بڑی شکایات لکھی تھین، اور لکھا تھا کہ عنقریب یہ لوگ ایسا رخنہ پیدا کرین گے جس مین پیوند نہ لگ سکیگا،[۱]

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو خبر ہوئی تو زار زار رونے لگے، خود امیر معاویہ کے آدمیون نے اس قتل کو پسندیدگی کی نظر سے نہین دیکھا، چنانچہ ربیع بن زیاد حارثی گورنر خراسان نے سنا تو اس درجہ متاثر ہوئے کہ دعا کی کہ "خدایا اگر تیرے یہان ربیع کے لئے بھلائی ہو تو اس کو جلد بلا لے معلوم نہین یہ دعا کس دل سے نکلی تھی کہ سیدھی باب اجابت پر پہنچی اور ربیع کو خدا نے بہت جلد بلا لیا،[۲]

حضرت عائشہؓ کو بڑا صدمہ تھا، چنانچہ اسی سال جب معاویہ حج کو گئے اور زیارت کے لئے مدینہ حاضر ہوئے، اور حضرت عائشہؓ کی خدمت مین گئے تو انھون نے کہا معاویہ تم کو اس کا خوف نہین معلوم ہوا کہ مین کسی شخص کو اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کے خون کا بدلہ لینے کے لئے چھپا دیتا ہو، عرض کی مین بیت الامان مین آیا ہون، فرمایا تم کو حجر اور اون کے ساتھیون کے قتل کے بارہ مین خدا کا خوف نہین معلوم ہوا، عرض کیا، ان کو اون لوگون نے قتل کیا جنھون نے

[۱] استیعاب ج اول ص ۱۳۷ و اسد الغابہ ج اول ص ۳۸۶، [۲] اسد الغابہ ج اول ص ۳۸۶،

اون کے خلاف شہادت دی[1]،

اولاد، | حجر کے ۲ لڑکے تھے عبد الرحمن اور عبد اللہ لیکن یہ دونون عبد اللہ بن زبیرؓ اور امویون کی ہنگامہ آرائیون مین مصعب کے ہاتھون قتل ہوگئے[2]،

فضل وکمال، | حجر اپنے خاندانی اعزاز و مرتبہ کے علاوہ صحابۂ کرام کی جماعت مین بھی ممتاز اور بلند پایہ شخصیت رکھتے تھے، علامہ ابن عبد البر لکھتے ہین:-

کان من فضلاء الصحابہ و صغر سنه عن کبارھم، — یعنی حجر فضلاے صحابہ مین تھے اور اپنی صغر سنی کے باوجود بڑون مین شمار ہوتے تھے[3]،

مشہور تابعی محمد بن سیرین سے جب قتل سے پہلے کی نفل پڑھنے کے بارہ مین پوچھا جاتا تو کہتے کہ یہ ۲ رکعتین خبیب اور حجر نے پڑھی ہین، اور یہ دونون فاضل تھے[4]

۲۹- حضرت حسیل بن جابرؓ،

نام ونسب، | حسیل نام، باپ کا نام جابر تھا نسب نامہ یہ ہے، حسیل بن جابر بن یمان بن حارث بن قطیعہ بن عبس بن بغیض عبسی،

حسیل اپنے دادا یمان کے نام سے مشہور ہین، یمان ان کے دادا کا عرفی نام تھا، اصل نام جروہ تھا، یمان کی شہرت کا سبب یہ ہے کہ انھون نے اپنے قبیلہ مین ایک خون کیا تھا اور بھاگ کر مدینہ آگئے تھے اور بنی عبد الاشہل کے حلیف ہوگئے تھے، چونکہ یمنی تھے اس لئے اون کے حلیف انھین یمانی کہنے لگے[5]،

---

[1] استیعاب ج اول ص ۱۳۸، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۶۸، [3] استیعاب ج اول ص ۱۳۷، [4] ایضاً، [5] ایضاً ص ۱۴۰،

اسلام وغزوات، آنحضرت صلعم کے مدینہ آنے کے بعد ہی شرف اسلام سے مشرف ہوئے، بدر کے موقعہ پر حسیل اور ان کے صاحبزادے حذیفہ اس مین شرکت کے لئے آرہے تھے، سوے اتفاق سے کفار قریش کے ہاتھون پڑ گئے، ان لوگون نے کہا تم دونون محمد کے پاس جارہے ہو، انھون نے کہا نہین ہم مدینہ جارہے ہین، قریشیون نے کہا اچھا خدا کو درمیان مین دیکر عہد کرو کہ جنگ مین شریک نہ ہوگے اور مدینہ جاکر لوٹ آؤگے، چونکہ اوس وقت قریش کے پنجہ مین تھے، اس لئے عہد کرلیا، اور مدینہ آکر آنحضرت صلعم کو اس کی اطلاع دی، آپنے فرمایا لوٹ جاؤ اور عہد پورا کرو[1]،

شہادت، بدر کے بعد احد کا معرکہ ہوا حسیل اسمین شریک ہوئے لیکن بہت ضعیف ہوچکے تھے، لڑنے کی طاقت نہ تھی، اس لئے یہ اور ایک دوسرے ضعیف العمر بزرگ حضرت ثابت بن وقش عورتون اور بچون کے ساتھ تھے، لیکن اس ضعف پیری مین بھی جوش جہاد نے گوشہ مین نہ بیٹھنے دیا، اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ اب ہم کو کس چیز کا انتظار ہے، خدا کی قسم ہماری عمر ہی کتنی باقی ہے آج نہ مرے تو کل مرنا ہے، چلو تلوار سنبھال کر رسول اللہ صلعم کے پاس چلین شاید خدا خلعت شہادت سے سرفراز فرمائے، چنانچہ دونون بزرگ تلوارین لیکر میدان کارزار مین پہنچے، ثابت بن وقش کو مشرکین نے شہید کردیا، حسیل کو مسلمانون نے نہ پہچانا اور غلطی سے تلوارین لیکر ٹوٹ پڑے، ان کے لڑکے نے پہچان کر، میرے والد میرے والد کی صدا لگائی، لیکن حسیل کا کام تمام ہوچکا تھا، اسطرح شہادت کی تمنا پوری ہوگئی، انکے بیٹے حذیفہ نے دعا کی کہ خدا غلطی سے قتل کرنے والون کو معاف کرے وہ بڑا رحمت والا ہے، آنحضرت صلعم نے دیت دینی چاہی لیکن حذیفہؓ کی حمیت نے اسے لینا گوارا نہ کیا، اور مسلمانون پر صدقہ کردیا[2]،

[1] مسلم کتاب الجہاد والسیر باب الوفا بالعہد، [2] سیرت ابن ہشام ج اول ص ۶۴۳ حاکم نے مناقب یمان مین یہ واقعہ خفیف تغیر کیساتھ لکھا ہے،

۳۰۔ حضرت حکم رضؓ بن حارث

نام ونسب | حکم نام، باپ کا نام حارث، السلمی تھے،

اسلام | فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، قبول اسلام کے بعد کئی غزوون مین آنحضرت صلعم کے ساتھ شریک جہاد ہوئے، غزوہ حنین مین مقدمۃ الجیش مین تھے، راستہ مین ایک مقام پر اون کی اونٹنی بیٹھ گئی، اسکو مار کر اٹھانا چاہتے تھے، آنحضرت صلعم ادھر سے گذرے تو روکا، اور جھڑک کر اونٹنی کو اٹھا دیا،[۱]

وفات | بصرہ آباد ہونے کے بعد مدینہ سے یہان منتقل ہو گئے، وفات کا زمانہ متعین نہین ہی، مرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ میری قبر پر پانی چھڑک کر قبلہ رو میرے لئے دعا کرنا،[۲]

سرمایہ داری کی مخالفت | اسلام نے سرمایہ داری کی سخت مخالفت کی ہی، اس لئے حکم نے کبھی روپیہ نہین جمع کیا، ان کے بھتیجے کا بیان ہے، کہ میرے چچا کو دو ہزار وظیفہ ملتا تھا، جب وہ ملتا تو اپنے لڑکے کو حکم دیتے کہ جا کر اسے خرچ کر دو، مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہو کہ جس نے ایک دینار چھوڑا، اوس پر ایک داغ ہوگا، اور جس نے دو چھوڑے، اوس پر دو داغ ہونگے،[۳]

۳۱۔ حضرت حکم بن عمرو غفاری رضؓ

نام ونسب | حکم نام، باپ کا نام عمر تھا، نسب نامہ یہ ہے، حکم بن عمرو بن مجدع بن حذیم بن حارث ابن ثعلبہ بن ملیک بن ضمرہ بن بکر بن مناۃ بن کنانہ،

---

[۱] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۵۴، [۲] اصابہ ج ۲ ص ۲۶، [۳] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱،

اسلام، ان کے اسلام کا زمانہ متعین نہین کیا جاسکتا کسیوقت آنحضرت صلعم کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے، اور اسلام لانے کے بعد آپ کے دامن سے وابستہ ہوگئے، پھر بصرہ آباد ہونے کے بعد یہان بود و باش اختیار کرلی،[1]

جنگ صفین سے کنارہ کشی۔ شیخین کے بعد مسلمانون مین بڑی خانہ جنگیان ہوئین لیکن حکم نے کسی مین حصہ نہ لیا، جنگ صفین مین حضرت علیؓ نے کہلا بھیجا کہ اس جنگ مین تم پر ہماری امداد کا زیادہ حق ہے، حکم نے جواب دیا، کہ مین نے اپنے دوست اور آپ کے ابن عم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جب ایسا اور اس قسم کا کوئی معاملہ پیش آئے تو لکڑی کی تلوار بنا لینا،[2]

امیر معاویہ کے زمانہ مین زیاد نے ان کو خراسان کا گورنر بنانا چاہا انھون نے اسکو قبول کرلیا، اور نہایت ایمانداری اور سچائی کے ساتھ اس خدمت کو انجام دینے لگے لیکن جب کبھی اسلامی اصول اور حکومت کے اصول مین مقابلہ ہوجاتا تو حکم حکومت کے اصول کو نہایت بے پروائی کے ساتھ ٹھکرا دیتے خراسان کی گورنری کے زمانہ مین کسی جنگ مین بہت سامال غنیمت ہاتھ آیا، زیاد نے لکھ بھیجا کہ امیر المومنین کا فرمان آیا ہے کہ سونا چاندی اون کے لئے محفوظ کرلیا جائے اس لئے سونا چاندی لوگون مین تقسیم نہ کرنا، چونکہ یہ حکم اسلامی اصول کے خلاف تھا، اس لئے انھون نے نہایت صاف جواب لکھا،" السلام علیک، اما بعد تمہارا خط جسمین تم نے امیر المومنین کے حکم کا حوالہ دیا ہے، ملا لیکن امیر المومنین کے مکتوب کے قبل مجھکو اللہ کی کتاب مل چکی ہو (یعنی مال غنیمت مین عام مجاہدین کا بھی حصہ ہے)، خدا کی قسم اگر کسی بندہ کو آسمان و زمین گھیرلین اور وہ خدا سے ڈرتا ہو تو وہ اوس کی رہائی کا ضرور کوئی نہ کوئی سامان کردیگا، (یعنی اس عدول حکمی پر جو عین حکم خدا کے مطابق ہے تم مجھے کوئی نقصان نہین پہنچا سکتے) یہ جواب لکھکر مجاہدین کو حکم دیا کہ

[1] ابن سعد ج ۷، ق اول ص ۱۸، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۴۲،

اپنا اپنا حصہ لے لو،[۱]

گو اُنھون نے خراسان کی گورنری قبول کرلی تھی، لیکن اس زمانہ کے محدثات سے کبھی متاثر نہ ہوئے، بلکہ ہمیشہ نالان رہے، خدا سے دعا کرتے رہتے کہ، خدایا اگر تیرے یہان میرے لئے بھلائی ہے تو مجھکو بلا لے،[۲] ایک مرتبہ کہہ رہے تھے کہ اے طاعون مجھکو اٹھا لے، کسی نے کہا آپ ایسی دعا کیون کرتے ہین، جب کہ آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد موجود ہے، کہ ہم لوگون کو کسی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرنی چاہئے، فرمایا جو کچھ تم نے سنا ہے، وہ مین نے بھی سنا ہے لیکن مین چاہتا ہون کہ چھ چیزون کے دیکھنے سے پہلے دنیا سے اُٹھ جاؤن، حکم (فیصلہ) کی تجارت، پولیس کی کثرت، نوعمر لڑکون کی حکومت، خون ریزی، قطع رحم، اور ایسی نسل جو قرآن کو مزامیر بنائیگی،[۳]

وفات | خدا نے اون کی دعا قبول کی اور ایسے وقت آنے سے پہلے ہی امیر معاویہ کے عہد خلافت مین ۵۰ھ مین خراسان مین وفات پاگئے،[۴] آخر عمر مین بال پک گئے تھے، مہندی کا خضاب لگاتے تھے،[۵]

فضل وکمال | فضل وکمال کے اعتبار سے کوئی لائق ذکر شخصیت نہ رکھتے تھے، تاہم اون کی روایت سے حدیث کی کتابین بالکل خالی نہین ہین، ابو الشعثا اور حسن نے اون سے روایت کی ہے،[۶]

۱؎ ابن سعد ج ۷، ق اول ص ۱۸، ۲؎ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۴۳، ۳؎ ابن سعد ج ۷، ق اول ص ۱۸، ۴؎ مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۲، ۵؎ تہذیب الکمال، ص ۸۹،

۳۳۔ حضرت حکم بن کیسانؓ

نام ونسب| حکم نام، باپ کا نام کیسان تھا، ابوجہل کے والد مغیرہ کے غلام تھے،

گرفتاری،| بدر سے واپسی کے بعد آنحضرت صلعم نے قریش کے کاروان تجارت کے نقل وحرکت کا پتہ چلانے کے لئے عبد اللہ بن جحش کی سرکردگی مین ایک دستہ بھیجا تھا، کھجور کے ایک باغ کے پاس دونون مین ڈبھیڑ ہوئی، حکم قریش کے قافلہ کیساتھ تھے مسلمانون نے انھین گرفتار کر لیا[1]، اور گرفتار کرکے آنحضرت صلعم کی خدمت مین لے آئے قریش نے اون کے چھڑانے کے لئے فدیہ بھیجا لیکن حضرت سعد بن ابی وقاصؓ قریش کے ہاتھون مین اسیر تھے، اس لئے رسول اللہ صلعم نے فدیہ قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور حکم سے فرمایا جبتک سعد بن ابی وقاصؓ واپس نہ آئین گے اس وقت تک تم نہین چھوٹ سکتے،

اسلام،| اس گفتگو کے دوسرے دن سعد بن ابی وقاصؓ آ گئے، اب حکم کی رہائی مین کوئی رکاوٹ[2] باقی نہ تھی، لیکن جب آزادی کا موقع آیا تو اسلام کی غلامی کا طوق گردن مین ڈال کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین رہنے لگے،

شہادت،| قبول اسلام کے بعد جہاد فی سبیل اللہ مین مشغول ہو گئے، اور بیر معونہ کے معرکہ مین جام شہادت پیا[3]،

---

[1] سیرت ابن ہشام ج اول ص ۳۴۴، [2] ایضاً ص ۳۴۶، [3] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۰۱

۴۳- حضرت حمزہ بن عمروؓ

نام ونسب | حمزہ نام ابو صالح کنیت نسب نامہ یہ ہے حمزہ بن عمرو بن عویمر بن حارث الاعرج ابن سعد بن زراح بن عدی بن سہل بن مازن بن حارث بن سلامان بن اسلم بن افصی ابن حارثہ اسلمی،

اسلام | فتح مکہ یا اوس کے بعد مشرف باسلام ہوئے، اسلام لانے کے بعد سب سے اول غزوۂ تبوک مین شریک ہوئے[1]

آنحضرت صلعم کی رضاجوئی صحابۂ کرام کے لئے سب سے بڑی دولت تھی، وہ نہ صرف اپنے لئے اس دولت کے حصول پر بلکہ دوسرون کے حصول سعادت پر بھی وفور مسرت سے معمور ہو جاتے تھے، ایک صحابی حضرت کعبؓ بن مالک انصاری غزوۂ تبوک مین نہ شریک ہو سکتے تھے، بہت سے منافق بھی جو ہمیشہ ایسے موقع پر پہلو تہی کر جاتے تھے، تبوک مین شریک نہ ہوئے، اور آنحضرت صلعم کے تبوک سے واپس تشریف لانے کے بعد آپ سے جھوٹی معذرت کرلی، آپ نے اون کی معذرت قبول کرلی، کعب ایک راسخ العقیدہ اور سچے مسلمان تھے، اس لئے وہ اپنی کوتاہی پر حقیقۃً بہت نادم اور شرمسار تھے، انھون نے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر صحیح صحیح واقعہ بیان کر دیا، آپ نے اون کی معذرت بھی قبول فرمائی لیکن وحی الٰہی کی شہادت تک عام مسلمانون کو انکے ساتھ ملنے جلنے سے منع کر دیا، حتی کہ اون کی بیوی کو بھی ممانعت ہوگئی، اور کعب چند دنون تک نہایت حزن و ملال کی زندگی

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۴۵،

بسر کرتے رہے جب اون کی صفائی مین وحی نازل ہوئی تو صحابہ کی جماعت مین مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی اور وہ کعب کو یہ مژدہ سنانے کے لئے چارون طرف سے دوڑ پڑے، حمزہؓ اس قدر مسرور تھے، کہ سب سے پہلے اپنی زبان سے براءت کا مژدہ سنانا چاہتے تھے، اس لئے پہاڑی پر چڑھ گئے اور وہین سے چلا کر کعب کو یہ مژدہ سنایا، چنانچہ سب سے پہلے اونھین کی زبان نے کعب کے کانون تک براءت کی خوشخبری پہنچائی تھی پھر پہاڑی سے اتر کر اطمینان سے کعب کے پاس گئے، کعب اس مژدہ پر اس قدر مسرور ہوئے کہ اپنا لباس اتار کر حمزہ کو پہنا دیا،[1]

فتوحات شام | عہد فاروقی مین شام کی فوج کشی مین شریک ہوئے، چنانچہ اجنادین کی فتح کا مژدہ یہی لائے تھے[2]

وفات | ۶۱ھ مین ۷۱ سال کی عمر مین وفات پائی[3]

فضل وکمال | گو علمی حیثیت سے حمزہ کا کوئی خاص پایہ نہین ہے، تاہم اون سے ۹ حدیثین مروی ہین، اون سے روایت کرنے والون مین اون کے لڑکے محمد اور سلیمان بن یسار قابل ذکر ہین[4]

روزون سے شغف | حضرت حمزہؓ کو روزون سے غیر معمولی شغف تھا سفر مین بھی افطار کرنا اون کے لئے شاق تھا، چنانچہ آنحضرت صلعم سے سفر کے روزہ کے بارے مین پوچھا، آپ نے فرمایا تم کو اختیار ہے چاہے رکھو چاہے افطار کرو،[5]

---

[1] فتح الباری کتاب المغازی غزوۂ تبوک حدیث کعب بن مالک، [2] تہذیب الکمال ص ۹۳، [3] استیعاب ج اول ص ۱۰۵، [4] تہذیب الکمال ص ۹۳، [5] اسد الغابہ ج ۲ ص ۵۰،

۴۳۔ حضرت حنظلہ رضؓ بن ربیع

نام ونسب | حنظلہ نام ابو ربعی کنیت نسب نامہ یہ ہے، حنظلہ بن ربیع بن صیفی بن ریاح بن حارث ابن مخاشن بن معاویہ بن شریف بن جروہ بن اسید بن عمرو بن تمیم تمیمی،

اسلام | ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور پر نہیں بتایا جاسکتا لیکن قیاس یہ ہے کہ آغاز دعوت اسلام مین اس شرف سے مشرف ہوئے ہونگے اسلئے کہ اسی زمانہ مین اون کے گھرانے مین اسلام کا اثر ہوا تھا، اون کے چچا اکثم بن صیفی عرب کے مشہور حکیم تھے، آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلے وہ آپ کے ظہور کی خبر دیتے تھے، بعثت نبوی کے وقت اون کی عمر ۱۹۰ سال کی تھی، جب انھین بعثت کی اطلاع ہوئی تو انھون نے آنحضرت صلعم کو ایک خط لکھا آپ نے اوس کا جواب مرحمت فرمایا، اکثم اس جواب سے بہت مسرور ہوئے اور اپنے قبیلہ کو جمع کرکے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہونے اور آپ پر ایمان لانے کی ترغیب دی، لیکن مالک بن نویرہ نے درمیان مین پڑکر سب کو منتشر کردیا، جب لوگ منتشر ہوگئے، تو اکثم نے اپنے لڑکے اور جن جن لوگون نے ان کا کہنا مانا سب کو آنحضرت صلعم کی خدمت مین بھیجا، لیکن سوے اتفاق سے آپ تک کوئی نہ پہنچ سکا[1] قیاس یہ ہے کہ اسی زمانہ مین حنظلہ بھی ایمان لائے ہون گے اسلام کے بعد مراسلات نبویؐ کی کتابت کا عہدہ سپرد ہوا،[2]

غزوات | کسی خاص غزوہ مین اون کی شرکت کی تصریح نہین ملتی لیکن اس قدر معلوم ہوتا ہے

---

[1] استیعاب ج اول ص ۱۰۶، [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۶۶،

کہ جہاد فی سبیل اللہ کے شرف سے محروم نہ رہے تھے، چنانچہ بیان کرتے تھے کہ ہم لوگ بعض غزوات مین شریک ہوئے تھے اس مین ایک مقتولہ عورت کی طرف سے گذر ہوا لوگ جمع ہو کر اسے دیکھنے لگے اتنے مین رسول اللہ صلعم تشریف لائے، لوگون نے راستہ چھوڑ دیا، آپ نے لاش دیکھکر فرمایا کہ یہ تو لڑتی نہ تھی، پھر ایک شخص کو خالد بن ولید کے پاس بھیجا کہ جا کر کہدو کہ رسول اللہ صلعم بچون اور عورتون کے قتل سے منع کرتے ہین[1]،

غزوۂ طایف سے قبل آنحضرت صلعم نے انھین بنی ثقیف کے پاس سفیر بنا کر بھیجا کہ وہ لوگ صلح پر آمادہ ہین یا نہین[2]،

قادسیہ کی جنگ مین شرکت، حضرت عمرؓ کے زمانہ مین قادسیہ کی مشہور جنگ مین شریک ہوئے[3]،

کوفہ کا توطن اور وفات کوفہ آباد ہونے کے بعد یہان بود و باش اختیار کرلی، پھر جنگ جمل کے بعد قرقیسیا مین منتقل ہو گئے، اور یہین امیر معاویہ کے زمانہ مین وفات پائی[4]،

فضل و کمال آنحضرت صلعم کے منشی تھے، آپ کے مراسلات وغیرہ لکھا کرتے تھے اسلئے کاتب ان کے نام کا جزو ہو گیا تھا، ان کی ۸ روایتین حدیث کی کتابون مین موجود ہین، ان کے رواۃ مین یزید بن شخیر اور ابو عثمان نہدی قابل ذکر ہین[5]،

صفائی قلب اور قوت ایمانی، حنظلہ کی قوت ایمانی اور صفائی قلب کا اس واقعہ سے اندازہ کیجئے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے خطبہ دیا اور اس طرح جنت و دوزخ کا ذکر فرمایا کہ جنت و دوزخ کے مناظر آنکھون کے سامنے آگئے، حنظلہ بھی اس خطبہ مین تھے، یہان سے اٹھکر گئے تو فطرت انسانی کے مطابق تھوڑی دیر مین سب مناظر بھول گئے اور بال بچون مین پڑکر ہنسنے بولنے لگے، لیکن پھر فوراً

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۷۸، [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۶۶، [3] اصابہ ج ۲ ص ۸۳، [4] ایضاً،

[5] تہذیب الکمال ص ۹۶،

تنبہ ہوا عبرت پذیر دل نے ٹوکا کہ اتنی جلد سبق فراموش ہوگیا، اسی وقت روتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے، حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا خیر ہے، کہا ابوبکر حنظلہ منافق ہوگیا، ابھی ابھی رسول اللہ صلعم کے خطبہ میں جنت و دوزخ کا منظر دیکھ کر گھر آیا، اور آتے ہی سب کو بھلا کر بیوی بچون اور مال و دولت کی دلچسپیون مین مشغول ہوگیا، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، میرا بھی یہی حال ہی، چلو رسول اللہ صلعم کی خدمت مین چلین، چنانچہ دونون خدمت نبوی مین پہنچے آپ نے دیکھ کر پوچھا حنظلہ کیا ہی عرض کی یا رسول اللہ صلعم حنظلہ منافق ہوگیا آپنے جسوقت جنت و دوزخ کا ذکر فرمایا، اس وقت معلوم ہوتا کہ دونون نگاہون کے سامنے ہین خطبہ سنکر گھر گیا تو سب بھلا کر بیوی اور مال و جائداد مین مصروف ہوگیا، یہ سن کر آنحضرت صلعم نے فرمایا حنظلہ اگر تم لوگ اسی حالت پر ہمیشہ قائم رہتے جس حالت مین میرے پاس سے اٹھ کر گئے تھے، تو ملائکہ آسمانی تمہارے جلسہ گاہون تمہارے راستون اور تمہارے بستروں پر تم سے مصافحہ کرتے، لیکن حنظلہ ان چیزون کا اثر گھڑی دو گھڑی رہتا ہے[1]،

۳۵۔ حضرت حویطب بن عبدالعزیٰ

نام و نسب | حویطب نام، ابو محمد کنیت سلسلۂ نسب یہ ہے حویطب بن عبدالعزیٰ بن ابو قیس بن عبدود ابن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی قرشی،

قبل از اسلام | ظہور اسلام کے وقت ۶۰ سال کی عمر تھی، دعوت اسلام کے آغاز ہی سے حویطب اسلام کی طرف مائل تھے کئی مرتبہ قبول اسلام کا قصد کیا، مگر ہر مرتبہ مشہور دشمن اسلام ابو الحکم بن امیہ نے غیرت دلا کر روکا کہ نیا مذہب قبول کر کے اپنے قومی وقار اور آبائی مذہب سے دستبردا

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۸۰۱، و اسد الغابہ ج ۲ ص ۶۷، دونون کے بیان مین خفیف سا اختلاف ہی،

ہو جاؤ گے[1]؟

بدر میں مشرکین کے ساتھ تھے، صلح حدیبیہ کی کارروائی میں شروع سے آخر تک شریک رہے، معاہدۂ حدیبیہ میں بھی شاہد تھے، یہ سب کچھ تھا لیکن حویطب کو اس کا پورا یقین تھا کہ قریش کبھی آنحضرت صلعم کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہوں گے، صلح حدیبیہ میں اس کا اظہار بھی کیا کہ قریش کو محمد سے برا ہی دیکھنا نصیب ہوگا، عمرۃ القضاد کے موقع پر جب قریش نے حدیبیہ کے معاہدہ کے مطابق ۳ دن کے لئے مکہ خالی کر دیا، اس وقت حویطب اور سہیل بن عمرو مکہ ہی میں رہ گئے تھے، تاکہ ۳ دن کے بعد مسلمانوں سے مکہ خالی کرالیں، چنانچہ تین دن کے بعد رسول اللہ صلعم سے کہا کہ از روے معاہدہ تمہارے قیام کی مدت ختم ہو چکی اس لئے اب تمکو مکہ خالی کر دینا چاہیئے، اون کے کہنے پر آنحضرت صلعم نے اعلان فرما دیا کہ غروب آفتاب تک کوئی مسلمان مکہ میں باقی نہ رہے[2]۔

فتح مکہ کے بعد جب مشرکین کی قوتیں ٹوٹ گئیں تو حویطب بہت گھبرائے، اور اپنے اہل و عیال کو محفوظ مقامات میں پہنچا دیا، انھیں پہنچا کر واپس ہو رہے تھے کہ عوف کے باغ کے پاس اون کے پرانے رفیق اور یار غار مسیح الاسلام حضرت ابوذر غفاریؓ آتے ہوئے دکھائی دیئے، حویطب انھیں دیکھکر خوف سے بھاگے، حضرت ابوذرؓ نے آواز دی، حویطب نے کہا تمہارے تبی آگئے! حضرت ابوذرؓ نے فرمایا تو؟ حویطب نے کہا خوف و ہراس، حضرت ابوذرؓ نے کہا، خوف دل سے نکال دو، تم خدا کی امان میں مامون ہو، ان تشفی آمیز کلمات سے حویطب کو اطمینان ہوا، اور ابوذر کے پاس جاکر اطمینان کے ساتھ سلام کیا، ابوذرؓ نے کہا، اپنے گھر چلو، حویطب نے کہا گھر تک پہنچ بھی سکتا ہوں، مجھکو ڈر ہے کہ گھر پہنچنے سے پہلے ہی کوئی مسلمان میرا کام نہ

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۷۵، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۹۲ و ۴۹۳۔

تمام کر دیگا یا گھر میں گھس کر مار ڈالیگا اس وقت میرے اہل و عیال مختلف مقاموں پر ہیں، ابوذرؓ نے کہا انھیں اکٹھا کر لو میں تم کو گھر تک پہنچا دونگا چنانچہ حویطب حضرت ابو ذرؓ کے ساتھ ہو گئے حضرت ابوذرؓ اعلان کرتے جاتے تھے کہ حویطب ماموں ہیں انھیں کوئی شخص ستانے کا ارادہ نہ کرے، اسیطرح اعلان کرتے ہوئے حویطب کو بحفاظت تمام انکے گھر پہنچا کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں آئے اور پورا واقعہ بیان کیا، آپنے فرمایا کہ تم کو یہ نہیں معلوم کہ ان چند اشتہاری مجرموں کو چھوڑ کر جن کے قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، باقی سب ماموں ہیں، اس ارشاد کے بعد حویطب کو پورا اطمینان ہو گیا، اور اپنے اہل و عیال کو اکٹھا کرکے گھر پہنچا دیا،

حویطب کے مطمئن ہونے کے بعد حضرت ابو ذرؓ نے اُنسے کہا ابو محمد یہ لیت و لعل کب تک، تم تمام معاملات میں پیش پیش رہے، بھلائی کے بہت سے مواقع کھو چکے، اب بھی وقت نہیں گیا ہے، بہت کچھ باقی ہے، چلو رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لو، آپ بڑے نیک، بڑے صلہ رحمی کرنے والے اور بڑے حلیم ہیں، ان کا شرف و اعزاز میں تمھارا شرف و اعزاز ہے، ابوذرؓ کے اس وعظ و پند سے متاثر ہو کر حویطب اون کے ساتھ آنحضرت صلعم کی خدمت میں بطحا آئے، حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ بھی موجود تھے، حویطب نے ابوذرؓ سے اسلامی سلام کا طریقہ پوچھا، انھوں نے بتایا کہ، السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ و برکاتہ، حویطب نے اسی طرح سلام کیا، آنحضرت صلعم نے جواب مرحمت فرمایا، سلام و جواب کے بعد حویطب نے کہا، اشہد ان لا الہ و انک رسول اللہ، آنحضرت صلعم نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اوس نے تم کو اسلام کی ہدایت دی، آپ ان کے اسلام سے بہت مسرور ہوئے حویطب مکہ کے رؤسا میں تھے آنحضرت صلعم نے اُن سے قرض مانگا انھوں نے ۴۰ ہزار درہم قرض دیئے[1]

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۹۳،

غزوات، قبول اسلام کے بعد حنین اور طائف کے غزوات مین آنحضرت صلعم کے ساتھ شریک ہوئے، آپ نے حنین کے مال غنیمت مین سے سو اونٹ اون کو مرحمت فرمائے[1]

عہد خلفاء، حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت مین انصاب حرم کی تجدید کے لئے جو جماعت مقرر کی تھی، اس کے ایک رکن حویطب بھی تھے، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے دن حرم رسولؐ مین قیامت بپا تھی، مدینہ باغیون کے قبضہ مین تھا، مظلوم خلیفہ کی لاش بے گور و کفن پڑی تھی، کسی کو باغیون کے خوف سے دفن کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی، دوسرے دن چند مسلمانون نے جان پر کھیل کر لاش دفن کی، ان دلیرون مین ایک حویطب بھی تھے[2]

وفات، امیر معاویہ کے عہد خلافت مین مدینہ مین وفات پائی، وفات کے وقت ۱۲۰ سال کی عمر تھی[3]،

معاشی حالت، حویطب مکہ کے رئیس تھے، مدینہ مین بھی اس کے مظاہر نظر آتے تھے، اور یہان اون کے عالیشان محلات تھے، ایک مکان امیر معاویہ کے ہاتھ ۴۰ ہزار مین فروخت کیا تھا،[4]

فضل و کمال، فضل و کمال کے لحاظ سے حویطب کا کوئی مرتبہ نہ تھا، گو کتب حدیث مین اُنکی روایتین ملتی ہین، لیکن ان مین سے کسی کا سماع آنحضرت صلعم سے ثابت نہین ہے، البتہ دوسرے کبار صحابہ سے روایتین کی ہین، اور اون سے اون کے لڑکے ابو سفیان اور عبد اللہ بن بریدہ نے روایت کی ہے[5]،

جرأت و بیباکی، حویطب نہایت جری و بیباک تھے، واقعات کے اظہار مین بڑے سے بڑے شخص کی پروا نہ کرتے تھے، امیر معاویہ کے زمانہ مین مروان مدینہ کا گورنر تھا، اوس کی

---

[1] ابن سعد ج ۵ ص ۳۳۶، [2] استیعاب ج اول ص ۱۴۸، [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۵۷، [4] ایضاً

[5] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۶۶

تند خوئی مشہور ہے، ایک مرتبہ حویطب اوس کے پاس گئے، اس نے طنزاً پوچھا بڑے میان تم نے اسلام کرنے مین کیون اتنی تاخیر کی، اس شرف مین نوجوان تم سے بازی لے گئے، انھون نے جواب دیا مین نے بارہا ارادہ کیا لیکن تمھارے باپ (ابوالحکم بن امیہ) نے ہر مرتبہ مجھ کو غیرت دلاکر روکا، یہ سچا جواب سنکر مروان چپ ہوگیا، اور بہت نادم ہوا، لیکن حویطب نے اسی جواب پر بس نہین کیا، بلکہ کہا تم کو بتاؤن تمھارے باپ نے عثمان پر اسلام کے جرم مین کیا کیا سختیان کین، اس اظہار حقیقت پر مروان اور زیادہ شرمسار اور رنجیدہ ہوا[1]،

۱۳۔ حضرت خارجہؓ بن حذافہ سہمی

نام ونسب، خارجہ نام، باپ کا نام حذافہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، خارجہ بن حذافہ بن غانم بن عامر ابن عبداللہ بن عویج بن عدی بن کعب بن لوئی قرشی عدوی، خارجہ زمانۂ جاہلیت کے مشہور شہسوارون مین تھے، اور تنہا ہزار پر بھاری تھے[2]،

اسلام، فتح مکہ مین مشرف باسلام ہوئے[3]،

فتح مصر، عہد فاروقی مین جب مصر پر فوج کشی ہوئی اور اوس کی تسخیر مین زیادہ عرصہ لگا، تو عمرو بن العاصؓ نے دار الخلافہ سے مزید امداد طلب کی، حضرت عمرؓ نے، خارجہؓ، زبیر بن عوامؓ اور مقداد بن اسود کو فوجین دیکر روانہ کیا[4]، ان مین سے ہر ایک ہزار پر بھاری تھا، ان لوگون کے پہنچنے کے بعد نہایت آسانی کے ساتھ فتح ہوگیا، فتح کے بعد عمرو بن العاصؓ حذیفہ کو مصر کا حاکم بنا کر خود اسکندریہ کی طرف بڑھے[5]، اسکندریہ لینے کے بعد لوٹے تو حذیفہ کو مصر کے عہدۂ قضا

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۹۲، [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۶۷، [3] اصابہ ج ۲ ص ۸۴، [4] اسد الغابہ ج ۲ ص ۶۷، [5] فتوح البلدان بلاذری، ص ۲۲۷،

مامور کیا[1]،

شہادت | جنگ صفین وغیرہ کے بعد جب خارجیون نے حضرت علیؓ، امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کا خاتمہ کرنا چاہا تو تین خارجیون نے تینون کے قتل کرنے کا بیڑا اٹھایا، عمرو بن العاصؓ کا قاتل مصر پہنچا اور پچھلے پہر مسجد مین چھپ کر بیٹھ گیا تاکہ جب عمرو بن العاص نماز پڑھنے کے لئے نکلین تو ان کا کام تمام کردے، مگر اس دن عمرو بن العاصؓ کی طبیعت کچھ ناساز تھی، اس لئے ان کے بجائے حذافہ نماز پڑھانے کے لئے آئے قاتل کو اندھیرے مین شناخت نہ ہوسکی، اور اس نے حذافہ کو عمرو بن العاص سمجھکر قتل کردیا[2]، یہ واقعہ رمضان سنہ ۴۰ھ کا ہے،

فضل و کمال | فضل و کمال کے لئے مصر کے عہدۂ قضا کی سند کافی ہے، عبداللہ بن ابی مرہ اور عبداللہ بن جبیر نے ان سے روایت کی ہے[3]،

۳۷- حضرت خالدؓ بن عرفطہ،

نام و نسب | خالد نام، باپ کا عرفطہ تھا نسب نامہ یہ ہے، خالد بن عرفطہ بن ابرہہ بن سنان ابن صیفی بن ہائلہ بن عبداللہ بن عیلان بن اسلم بن حزاز بن کاہل بن عذرہ، خالد بنی زہرہ بن کلاب کے حلیف تھے،

اسلام | ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جاسکتا لیکن اس قدر معلوم ہے کہ قبول اسلام کے بعد صحبت نبوی سے فیض یاب ہوئے، صحب النبی وروی عنہ[4]،

ایران کی فتوحات مین شرکت، | ایران کی فوج کشی مین شریک تھے، قادسیہ کی مشہور جنگ مین سعد بن ابی وقاص نے اون کو امیر بنایا تھا[5]، قادسیہ کی کامیابی کے بعد خالد کو آگے بڑھنے کا حکم دیا، انھون نے

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۳۸، [2] ایضاً، [3] تہذیب الکمال ص ۹۹، [4] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۴۷، [5] ایضاً،

آگے بڑھ کر سعد کے آنے سے پہلے ساباط فتح کیا،[1]

عہد معاویہ | ۴۱ھ مین جب حضرت حسنؓ امیر معاویہ کے مقابلہ مین خلافت سے دستبردار ہوگئے اسوقت بہت سے لوگون نے امیر معاویہ کی خلافت تسلیم نہین کی انمین ایک ابن ابی حوسا تھے چنانچہ امیر معاویہ جب کوفہ گئے تو ابن ابی حوسا اون کے مقابلہ کو نکلے، امیر معاویہ نے خالد کو اون کے مقابلہ پر مامور کیا، انھون نے ابن ابی حوسا کو قتل کر کے اون کی بغاوت فرو کی،[2]

وفات | کوفہ مین رہتے تھے، باختلاف روایت ۶۰ھ یا ۶۱ھ مین وفات پائی،[3]

فضل وکمال | فضل وکمال کے لحاظ سے کوئی رتبہ نہ تھا تاہم ابو عثمان نہدی، اسلم اور عبداللہ ابن یسار وغیرہ نے ان سے روایتین کی ہین،[4]

۳۸- حضرت خریمؓ بن فاتک،

نام ونسب | خریم نام ابو یحییٰ کنیت نسب نامہ یہ ہے، خریم بن فاتک بن اخرم بن عمرو بن فاتک ابن قلیب بن عمرو بن اسد بن خزیمہ اسدی،

اسلام | خریم آنحضرت صلعم کے مدینہ تشریف لیجانے کے بعد ہی مشرف باسلام ہوئے، ان کے اسلام کا دلچسپ واقعہ خود اون کی زبان سے سنو، وہ بیان کرتے ہین کہ مین ایک مرتبہ اپنے اونٹون کو لیکر نکلا ان پر عراقہ کی دہشت طاری ہوئی مین نے انکے چھندان ڈالدیا، اور ایک اونٹ کے بازو سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا، یہ آنحضرت صلعم کے آغاز ظہور (مدینہ مین) کا واقعہ ہے، پھر مین نے کہا اس وادی کے آسیب سے پناہ مانگتا ہون، زمانہ جاہلیت مین ایسے مواقع پر ایسا ہی کہا کرتے تھے، اتنے مین ایک آواز نے مجھے آنحضرت صلعم کے ظہور اور آپ کی تعلیمات کی اطلاع

---

۱ فتوح البلدان بلاذری ص ۲۷۲، ۲ استیعاب ج اول ص ۱۶۰، ۳ اسد الغابہ ج ۲ ص ۹۶ ۴ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۰۱

دی، مین نے یہ آواز سن کر پوچھا خدا تم پر رحمت نازل فرمائے تم کون ہو، جواب ملا مالک بن مالک، مجھ کو رسول اللہ نے نجد بھیجا تھا، مین نے کہا اگر میرے اونٹون کی حفاظت کی کوئی ذمہ داری لے لیتا تو مین اس شخص (رسول اللہ) کے پاس جاکر اس پر ایمان لاتا، مالک نے کہا مین ذمہ دار ہون، ان کو بحفاظت تمھارے گھر پہنچا دونگا، چنانچہ مین نے ان مین سے ایک اونٹ کھولا اور مدینہ آیا، مین ایسے وقت مدینہ پہنچا جب لوگ نماز جمعہ مین مشغول تھے، مین نے خیال کیا کہ لوگ نماز سے فارغ ہوجائین تب مین مسجد مین جاؤن، یہ خیال کرکے اپنا اونٹ باندھنے جارہا تھا کہ ابوذر آئے اور کہا کہ تم کو رسول اللہ صلعم بلاتے ہین، مین مسجد مین داخل ہوا، مجھکو دیکھتے ہی رسول اللہ صلعم نے فرمایا، تم کو معلوم ہے اس شیخ نے جس نے تمھارے اونٹون کو تمھارے گھر پہنچانے کی ذمہ داری لی تھی، کیا کیا، اوس نے بحفاظت اونٹون کو پہنچادیا، مین نے کہا خدا اوس پر رحمت نازل فرمائے، آپ نے فرمایا ہان اون پر خدا رحمت نازل فرمائے، اوس کے بعد خریم کلمۂ شہادت پڑھکر مسلمان ہوگئے[۱]

عزوات | عزوات مین بدر و احد کی شرکت کا پتہ چلتا ہے[۲]

فتوحات شام مین شرکت | حضرت عمرؓ کے زمانہ مین شام کی فتوحات مین شریک ہوئے[۳]

وفات | کوفہ آباد ہونے کے بعد یہان رہنے لگے، پھر شام منتقل ہوگئے، اور یہین امیر معاویہ کے زمانہ مین وفات پائی[۴]

خریم نہایت لطیف مزاج اور نفاست پسند تھے، لباس اور وضع قطع مین خوبصورتی اور نفاست کا بہت لحاظ رکھتے تھے، اسلام سے پہلے نیچا ازار پہنتے تھے، اور لمبے لمبے گیسو

۱؎ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۲۱، ۲؎ اصابہ ج ۲ ص ۱۰۹، ۳؎ ایضاً،

۴؎ ایضاً

دوش پر لہرایا کرتے تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا، خریم کیا اچھے آدمی تھے اگر اتنی لمبی کاکلین نہ رکھتے اور اتنا نیچا ازار نہ پہنتے، یہ ارشاد خریم کے کانون تک پہنچا تو خمدار اور لمبے گیسو کٹ کر صاف ہوگئے اور نیچا ازار نصف ساق تک آگیا[1]،

۳۹- حضرت خفافؓ بن ایماؓ

نام ونسب، خفاف نام، باپ کا نام ایمار تھا، نسب نامہ یہ ہے، خفاف بن ایمار بن رحضہ بن حربہ بن خفاف بن حارثہ بن غفار غفاری، ان کے والد ایمار بنی غفار کے سردارون مین تھے،

اسلام، خفاف کے گھر مین بہت ابتدا مین اسلام کی روشنی پھیلی، چنانچہ ہجرت سے بہت پہلے حضرت ابوذر غفاریؓ کی دعوت پر خفاف اور اون کے والد ایمار مشرف باسلام ہوئے اور وہ غفار کے مسلمانون کی امامت کرتے تھے[2]، مشہور دشمن اسلام ابوسفیان کو خفاف کے اسلام کی خبر ہوئی تو بولا ارات بنی کنانہ کا سردار بے دین ہوگیا[3]،

خفاف اور اون کے والد ایمار مقام غیقہ مین رہتے تھے لیکن قربت کی وجہ سے بکثرت مدینہ آیا جایا کرتے تھے، اس لئے خفاف کا شمار مدنی صحابہ مین ہے[4]،

سنہ ۶ھ مین جب آنحضرت صلعم عمرۃ القضا کے لئے نکلے اور مقام ابوا مین قیام فرمایا، تو ایمار نے خفاف کے ہاتھ سو بکریان اور دو بار شتر دودھ نذر بھیجا، آپ نے شکریہ کے ساتھ قبول فرمایا اور برکت کی دعا دی[5]،

بیعت رضوان، اس کے بعد اس سلسلہ کے تمام واقعات مین ساتھ رہے، اور بیعت رضوان کے

۱ھ ابوداؤد، کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار، ۲ھ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۹۲، ۳ھ اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۱۸، ۴ھ ایضاً، ۵ھ فتح الباری،

شرف سے مشرف ہوئے[1]

غزوات | کسی متعین غزوہ مین اون کی شرکت کا پتہ نہین چلتا لیکن اس شرف سے محروم نہ رہے تھے، حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر خفاف کی لڑکی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا تھا کہ اس عورت کے بھائی اور باپ نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا تھا۔ اور مدت کے بعد اوس کو فتح کیا[2]

وفات | حضرت عمرؓ کے زمانہ مین وفات پائی[3]

اولاد | موت کے بعد ایک لڑکا اور ایک لڑکی یادگار چھوڑی، حضرت عمرؓ خفاف کے خدمات اسلامی کی وجہ سے اون کی اولاد کو بہت مانتے تھے، حضرت عمرؓ کے زمانہ مین خفاف کے داماد کا بھی انتقال ہوگیا، اور اون کی لڑکی سخت مصیبت مین مبتلا ہوگئی، ایک دن حضرت عمرؓ بازار جارہے تھے، راستہ مین ایک جوان عورت نے اُن سے کہا امیر المومنین! میرا شوہر مرگیا ہی اور چھوٹے چھوٹے بچے ہین، کھیتی اور مویشی کوئی ذریعہ معاش نہین ہے مجھکو ڈر ہے کہ قحط ان بچون کو ختم کردیگا، مین خفاف بن ایماء کی لڑکی ہون، میرے باپ حدیبیہ مین رسول اللہ صلعم کیساتھ تھے، حضرت عمرؓ اوس کی داستانِ غم سن کر ٹھہر گئے اور "مرحبا بنسبٍ قریب" کہکر اوسکی دلدہی کی، اس کے بعد گھر لیجاکر ایک مضبوط اونٹ لیا اور اوس پر دو گون بھر کے کپڑا اور سامانِ خورد و نوش بار کرکے اونٹ کی مہار اس عورت کے ہاتھ مین دی اور فرمایا اسکو لیجاؤ، جب تک خدا فارغ البالی نہ عطا کریگا، اس وقت تک یہ ذخیرہ چلے گا، ایک شخص نے اعتراض کیا کہ امیر المومنین! آپ نے ایک عورت کو اتنا دیدیا؟ فرمایا ثکلتک امک تجھکو معلوم نہین کہ اسکے بھائی اور باپ نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا تھا، اور ایک مدت کے بعد اوس کو فتح کیا،[4]

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۱، [2] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ حدیبیہ، [3] اصابہ ج ۲ ص ۱۳۸،

[4] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ حدیبیہ،

فضل وکمال | فضل وکمال کے لئے یہ سند کافی ہو کہ اپنے قبیلہ کے خطیب اور امام تھے[1]، ان سے پانچ حدیثین بھی مروی ہین ان مین سے ایک مسلم مین ہے[2]،

۱۳۔ حضرت ذویب رضؓ بن حلحلہ

نام ونسب | ذویب نام، باپ کا نام حلحلہ تھا، نسب نامہ یہ ہے ذویب بن حلحلہ بن عمرو بن کلیب بن اصرم بن عبداللہ بن قمیر بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر خزاعی کعبی، ذویب قدید مین رہتے تھے، لیکن مدینہ مین بھی ایک گھر تھا،

اسلام وغزوات | فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، فتح مکہ مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے[3]، آنحضرت صلعم کے قربانی کے جانورون کو مکہ لیجانے کی خدمت انھین کے سپرد تھی، اور یہ ہدایت تھی کہ اگر کوئی جانور راستہ مین تھک کر بیٹھ جائے اور آگے جانے کے قابل نہ رہے تو اسے ذبح کرکے لوگون کے لئے چھوڑ دین، اس خدمت کی وجہ سے وہ "صاحب بدن رسول اللہ" یعنی "رسول اللہ صلعم کی قربانی کے جانور والے" کہے جاتے تھے[4]،

وفات | امیر معاویہ کے آخری یا یزید کے ابتدائی عہد حکومت مین وفات پائی[5]،

۱۴۔ حضرت ربیعہؓ بن کعب اسلمی

نام ونسب | ربیعہ نام، ابو فراس کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ربیعہ بن کعب بن مالک بن یعمر اسلمی،

اسلام | ربیعہ آنحضرت صلعم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد مشرف باسلام ہوئے، مفلس ونادار

---

[1] استیعاب ج اول ص ۱۶۰، [2] تہذیب الکمال ص ۱۰۸، [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۴۷، [4] ایضاً وابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۱۵، [5] استیعاب ج اول ص ۱۳۷،

تھے، اس لئے اصحاب صفہ کے مقدس زمرہ مین شامل ہو گئے، گو یہ مدینہ کے باشندہ نہ تھے، لیکن یہان مستقل گھر بنالیا تھا، اور ان کا شمار اہل مدینہ مین ہونے لگا تھا[۱]

خدمت نبوی، بیوی بچون کی فکر سے بالکل آزاد تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم نے پوچھا شادی نہ کروگے، عرض کی شادی کا مطلق ارادہ نہین[۲]، اس آزادی کی وجہ سے انھین خدمت نبوی صلعم کی سعادت کا بہت موقع ملتا تھا، چنانچہ ہر وقت آستان نبوی پر پڑے رہتے تھے، حضور کیلئے وضو کا پانی رکھنا مخصوص خدمت تھی، غزوات مین بھی ہمرکاب رہتے تھے[۳]

عطیہ رسول ان کی تنگدستی کی وجہ سے رسول اللہ صلعم نے وجہ معاش کے لئے تھوڑی سی زمین عطا فرمائی تھی، اس کے پاس کچھ کھجور کے درخت تھے، ان کے بارہ مین ایک مرتبہ ان مین اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مین کچھ اختلاف ہو گیا، ربیعہ کے تمام اہل قبیلہ جمع ہو گئے، مگر انھون نے انکو روکا اور سمجھایا کہ کسی کی زبان سے کوئی ایسی بات نکلنے نہ پائے جس سے صدیقؓ کو صدمہ پہنچے، اور انکی ناراضی خدا اور رسول کی ناراضی کا موجب ہو، آخر مین رسول اللہ صلعم نے ربیعہ کے موافق فیصلہ فرمایا[۴]

نقل مکان، آقا کی زندگی بھر مدینہ کی رہے، آپ کی وفات کے بعد برداشتہ خاطر ہو کر اپنے قبیلہ مین چلے گئے[۵]

وفات، ایام حرہ کے بعد ۶۳ھ مین وفات پائی[۶]

---

[۱] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۷۰، [۲] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۲۱، [۳] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۴۴، [۴] ایضاً، [۵] مستدرک حاکم حوالۂ مذکور، [۶] ایضاً،

۴۲۔ حضرت رفاعہؓ بن زید

نام ونسب، رفاعہ نام، باپ کا نام زید تھا، نسباً قبیلۂ جذام سے تعلق رکھتے تھے،

اسلام، خیبر سے کچھ دنون پہلے صلح حدیبیہ کے موقع پر اپنے قبیلہ کے چند آدمیون کے ساتھ مدینہ آکر مشرف باسلام ہوئے، اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین ایک غلام مدعم پیش کیا، مدعم خیبر کے موقع پر شہید ہوگئے[1]،

وطن کی واپسی اور تبلیغ اسلام، قبول اسلام کے بعد کچھ دنون تک قرآن کی تعلیم حاصل کرتے رہے[2]، حصول تعلیم کے بعد آنحضرت صلعم نے ایک نامۂ مبارک دیکر اونھین انکے قبیلہ مین تبلیغ کے لئے بھیجا، نامۂ مبارک کا مضمون یہ تھا، "بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط محمد رسول اللہ کی جانب سے رفاعہ بن زید کو دیا جاتا ہے، مین اون کو ان کے قبیلہ مین اور جو اس مین داخل ہون اون کی طرف بھیجتا ہون تاکہ وہ انھین خدا اور رسول کی طرف بلائین، جو پیشقدمی کریگا وہ حزب اللہ کا ایک فرد ہوگا، اور جو لوگ پیچھے ہٹینگے ان کے لئے دو مہینہ کی مہلت ہے،" رفاعہ یہ خط لیکر وطن پہنچے اور چند دنون مین انکی کوششون سے ان کا پورا قبیلہ مشرف باسلام ہوگیا[3]،

ابھی ان کا قبیلہ مسلمان ہوا تھا کہ دوسری طرف سے زید بن حارثہ نے جو دوسری مہم پر بھیجے گئے تھے پہنچکر اس پر غلطی سے حملہ کر دیا، کچھ لوگ قتل ہوئے اور کچھ گرفتار، رفاعہ اپنے قبیلہ کے وفد کے ساتھ آنحضرت صلعم کی خدمت مین فریاد لے کر آئے اور وہ خط پیش کیا، آپ نے فرمایا جو ہونا تھا وہ ہوچکا اب مقتولین کے بارہ مین کیا کیا جائے؟ اس وفد کے ایک رکن

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۸۱، [2] ابن سعد ج ۷، ق ۲ ص ۱۴۸، [3] اسد الغابہ حوالۂ مذکور،

ابو زید نے کہا قیدیون کو رہائی کا حکم صادر فرمایا جائے، باقی جو لوگ قتل ہوئے ان کا خون معاف کرتے ہین، اس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا، ابو زید کی رائے صائب ہے، اور حضرت علیؓ کو زید بن حارثہؓ کے پاس بھیجا کہ وہ سب قیدیون کو رہا کر دین، چنانچہ تمام قیدی رہا کر دیئے گئے، اور جس قدر مال لوٹا گیا تھا سب واپس کر دیا گیا،[۱]

۴۳ حضرت زاہرؓ بن حرام

نام ونسب زاہر نام، باپ کا نام حرام تھا، قبیلۂ بنی اشجع سے نسبی تعلق تھا،

اسلام وغزوات، ہجرت کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، قبول اسلام کے بعد غزوات مین شرکت کا شرف حاصل کیا،[۲]

آنحضرت صلعم سے صحبت ورسم وراہ زاہر اور رسول اکرمؐ مین خاص رسم وراہ تھی، یہ مدینہ کے قریب بادیہ مین رہتے تھے جب مدینہ آتے تو آنحضرت صلعم کے لئے کوئی نہ کوئی دیہاتی تحفہ ساتھ لاتے، آپ فرماتے تھے کہ ہر شہری کا کوئی نہ کوئی دیہاتی ہوتا ہے، آل محمد صلعم کے دیہاتی زاہر ہین،[۳] جب زاہر مدینہ سے گھر واپس جانے لگتے تو آنحضرت صلعم بھی کچھ نہ کچھ ساتھ کرتے تھے،[۴]

آپ کو حضرت زاہرؓ کے ساتھ خاص انس ومحبت تھی، کان نبی صلی اللہ علیہ وسلم یحبہ کبھی کبھی ان سے مزاح بھی فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ زاہر بازار مین کچھ بیچ رہے تھے، آنحضرت صلعم اودھر سے گذرے تو زاہر کی پشت سے آکر دونون ہاتھون سے ان کی آنکھین بند کر کے فرمایا اس غلام کو کون خریدتا ہے، زاہر نے پہچان کر عرض کیا یا رسول اللہ اس تجارت مین

---

[۱] ابن سعد ج ۲ ق ۱ ص ۱۴۶ [۲] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۹۳ [۳] استیعاب ج اول ص ۲۰۴ [۴] اسد الغابہ ج ۲ صفحہ ۱۹۳،

آپ مجھکو کھوٹا مال پائین گے، فرمایا نہین خدا کے نزدیک تم سود مند ہو[1]

حلیہ: ظاہر کو حسن ظاہری سے کوئی حصہ نہ ملا تھا، بہت کم رو اور حقیر صورت تھے لیکن اس روے زیبا کے لئے ظاہری خط و خال اور آب و رنگ کی کیا ضرورت تھی، جو رسول اللہ صلعم کو محبوب تھا،[2]

۴۴ حضرت زبرقانؓ بن بدر

نام و نسب: حصین نام، ابو عیاش کنیت، زبرقان لقب، نسب نامہ یہ ہے، زبرقان بن بدر ابن امرؤ القیس بن خلف بن بہدلہ بن عوف بن کعب بن زید مناۃ بن تمیم تمیمی سعدی، زبرقان تمیم کے شاہی خاندان کے رکن اور اپنے قبیلہ کے سردار تھے، اسلام کے بعد بھی انکا یہ اعزاز اور مرتبہ برقرار رہا،

اسلام: سنہ ۹ھ مین وفد تمیم کے ساتھ مدینہ آئے، وفد کے تمام ارکان شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس لئے مدینہ بھی جاہلی ٹھاٹھ کے ساتھ آئے، تعلی اور فخاری کے لئے آتش بیان خطیب اور سحر بیان شعرا ساتھ تھے، آستان نبوی پر پہنچکر رسول اللہ صلعم سے اجازت مانگی جئنا ک نفاخرک فاذن لشاعرنا محمد ہم تم سے مفاخرہ کے لئے آئے ہین، ہمارے شاعرون کو اجازت دو، آپ سے اجازت لیکر مجلس مفاخرہ منعقد کی، اور بنی تمیم کے شعرا اور خطبا نے اون کی عالی نسبی، بادشاہی اور اثر و اقتدار کے ترانے گائے زبرقان بن بدر نے بھی ایک پر زور قصیدہ جو تمامتر نخوت، تعلی، فخاری اور خود ستائی پر مشتمل تھا سنایا طوطی اسلام حضرت حسان بن ثابتؓ نے اسکا جواب دیا، ان کی فصاحت و بلاغت اور شاعرانہ عظمت کو دیکھکر ارکان وفد دنگ رہگئے اور اقرعؓ بن حابس کی تحریک سے سب نے اسلام قبول کرلیا، اقرعؓ بن حابس کے

---

[1] استیعاب جلد اول ص ۴۰۴، [2] اصابہ ج ۳ ص ۲،

حالات مین اس مجلس مفاخرہ کے تفصیلی حالات لکھے جا چکے ہین[1]،

امارت بنی سعد اور فتنۂ ردہ قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلعم نے زبرقان کو بنی سعد کا امیر مقرر فرمایا، آپ کی وفات کے وقت وہ اس عہدہ پر تھے[2]، حضرت ابوبکرؓ کی مسند نشینی کے بعد جب ارتداد کا فتنہ اٹھا، اور بنی تمیم کی بہت سی شاخین مرتد ہوگئین اور زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا، اس وقت زبرقان نے اپنی کوششون سے اپنے قبیلۂ بنی سعد کو اس وبا سے بچائے رکھا اور حسب دستور زکوٰۃ وصول کرکے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت مین بھیجی[3]، حضرت ابوبکرؓ نے اس خدمت کے صلہ مین انھین ان کے عہدہ پر برقرار رکھا[4]،

عہد فاروقی حضرت عمرؓ کے زمانہ مین بھی زبرقان اپنی مفوضہ خدمت انجام دیتے رہے، ایک مرتبہ زکوٰۃ کی رقم لئے ہوئے مدینہ آرہے تھے، راستہ مین مشہور شاعر حطیئہ سے ملاقات ہوئی، یہ وہ زمانہ تھا کہ عراق فتح ہوچکا تھا، اور عرب بھی دنیاوی تکلفات سے آشنا ہوچلے تھے، اور یہان کے خوش باش عیش پرست عرب کی خشک اور بنجر علاقہ سے تبدیل آب وہوا اور عیش پرستی کے لئے عراق پہنچتے تھے، حطیئہ بھی اسی مقصد سے عراق جارہا تھا، زبرقان عہد رسالت کی سادگی کی جگہ اس قسم کے تعیش کو ناپسند کرتے تھے، چنانچہ انھون نے حطیئہ کو اس راہ سے روک کر اپنے گھر واپس کردیا، اور کہا کہ وہ انکی واپسی تک ان کا مہمان رہے، حطیئہ اس وقت تو لوٹ گیا، لیکن زبرقان نے اس کے شاعرانہ جذبات کو ٹھیس لگائی تھی اس لئے زبرقان کی ایک ہجو کہہ ڈالی، انھون نے حضرت عمرؓ سے اس کی شکایت کی آپنے استاد فن حضرت حسان بن ثابتؓ سے رائے طلب کی کہ حطیئہ کے اشعار ہجو مین آتے ہین یا نہین، انھون نے فیصلہ کیا کہ

---

[1] سیرۃ ابن ہشام نے نہایت تفصیل سے اس مفاخرہ کو لکھا ہی، ہم نے صرف بقدر ضرورت نقل کیا ہی ج ۲ ص ۳۵۵ تا ۳۷۰، [2] ابن سعد ج ۷، ق اول ص ۲۴، [3] اسد الغابہ ج اول ص ۱۹۴، [4] ایضاً،

ہجو ہے، اثباتِ جرم کے بعد حضرت عمرؓ نے حطیہ کو قید کر دیا، لیکن پھر کچھ دنوں کے بعد حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور زبیر بن عوامؓ کی سفارش پر آیندہ کے لیے توبہ کرا کے رہا کر دیا،[۱]

اظہار حق میں جرأت | زبرقان اظہارِ حق میں بڑے جری اور بے باک تھے، حق پر ٹوکنے میں کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے، زیاد کا جور و ستم مشہور ہے، اس کے پاس جا کر کہا کہ خلقِ خدا تمہارے جور و ظلم پر خندہ زن ہے،[۲]

وفات | ان کے وفات کا صحیح زمانہ متعین نہیں کیا جا سکتا، امیر معاویہ کے عہد تک ان کی زندگی کا پتہ چلتا ہے،

حلیہ | باپ کا نام بدر تھا، زبرقان اسی بدر کے لڑکے تھے اور اپنے غیر معمولی حسن و جمال کی وجہ سے "ماہ نجد" کہے جاتے تھے، مکہ جاتے تھے تو فتنہ کے خیال سے چہرہ پر ڈھاٹا باندھ لیتے تھے تاکہ صورت پر کسی کی نظر نہ پڑنے پائے،[۳]

۷۵ حضرت زیدؓ بن خالد جہنی

نام و نسب | زید نام، ابو عبد الرحمٰن کنیت، باپ کا نام زید تھا، قبیلہ جہینہ سے نسبی تعلق تھا،

اسلام | حدیبیہ کے پہلے شرفِ باسلام ہوئے اور مدینہ ہی میں مستقل بود و باش اختیار کر لی،[۴]

غزوات | سب سے اول غزوۂ حدیبیہ میں شریک ہوئے، فتح مکہ میں اپنے قبیلہ کیساتھ تھے، فتح مکہ میں اور مسلمان قبائل کی طرح ان کا قبیلہ بھی پرچم لہراتا ہوا داخل ہوا تھا،[۵]

وفات | زید کا سنہ وفات اور جائے وفات دونوں میں سخت اختلاف ہے، لیکن بروایت صحیح ۷۸ھ میں دیارِ محبوب میں وفات پائی، وفات کے وقت پچاسی برس کی عمر تھی،[۶]

---

[۱] استیعاب ج اول ص ۲۱۱، [۲] اصابہ ج ۲ ص ۴، [۳] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۹۴، [۴] ایضاً ص ۲۲۸،

[۵] اصابہ ج ۳ ص ۲۶، [۶] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۶۶،

۴۶۔ حضرت زیدؓ بن مہلہل

نام ونسب: زید نام، خیر لقب، نسب نامہ یہ ہے، زید بن مہلہل بن زید بن منہب بن عبد رضا بن مخلس ابن ثوب بن کنانہ بن مالک بن نائل بن نبہان بن عمرو بن غوث الطائی نبہانی،

اسلام: سنہ ۹ھ میں طے کے وفد کے ساتھ مدینہ آئے، اور خدمت نبوی میں حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ میں نو دن کی دشوار گذار مسافت سے آیا ہوں اس سفر میں میری سواری تھک گئی، میری رات آنکھوں میں کٹی، میرے دن تشنہ لبی میں بسر ہوئے اور یہ ساری مشقت صرف دو باتیں پوچھنے کے لئے اٹھائی ہے، رسول اللہ صلعم نے پوچھا تمھارا نام کیا ہے، عرض کی زید الخیل، فرمایا نہیں تم زید الخیر ہو پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو، عرض کی جو شخص خدا کو چاہتا ہو اور جو نہیں چاہتا ہے، دونوں میں کیا علامت ہوتی ہے، رسول اللہ صلعم نے فرمایا تم کیسے زندگی بسر کرتے تھے، عرض کی خیر اہل خیر اور عامل خیر کو دوست رکھتا تھا، اگر میں اس پر عمل کرتا تھا تو اس کا ثواب ملتا تھا، اور جب یہ عمل چھوٹ جاتا تھا تو رنجیدہ ہوتا تھا، رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو خدا کو چاہتا ہو اور جو نہیں چاہتا اس کی یہی علامت ہے، اگر خدا اس کے خلاف تمھارے لئے کچھ چاہتا تم کو اس کے لئے تیار کرتا، اور پھر اوس کو اس کی پرواہ نہ ہوتی، کہ تم کس وادی میں ہلاک ہو گئے[1]

وفات: مشرف باسلام ہونے کے بعد وطن لوٹے، راستہ میں بخار آیا اور گھر پہنچکر واصل بحق ہو گئے اس طرح دنیا سے بالکل پاک وصاف اٹھے، اور اسلام کے بعد دنیا میں آلودہ ہونے کا موقع ہی نہ ملا، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں وفات پائی[2]

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۴۲، [2] استیعاب ج اول ص ۱۹۹،

وفات کے بعد دو لڑکے نکنت اور حریث یادگار چھوڑے، یہ دونون خالد بن ولید کے ساتھ فتنۂ ردہ کو فرو کرنے مین شریک تھے[1]

فضل و کمال زید کا مذہبی علوم مین کوئی پایہ نہ تھا لیکن اس عہد کے مروجہ علوم مین وہ کمال رکھتے تھے، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہین کہ زید خوش گو شاعر اور زبان آور خطیب تھے[2]

۷۴۔ حضرت سراقہ بن مالکؓ

نام و نسب سراقہ نام، ابو سفیان کنیت، نسب نامہ یہ ہے، سراقہ بن مالک بن جعشم بن مالک بن عمرو بن تیم بن مدلج ابن مرہ بن عبد مناة بن علی بن کنانہ مدلجی کنانی،

قبل از اسلام ہجرت مین مدینہ سے نکلنے کے بعد رسول اللہ صلعم کا تعاقب انھین نے کیا تھا، شب ہجرت مین جب آنحضرت صلعم مشرکین کو غافل پاکر مدینہ سے نکل گئے اور مشرکین کو اپنے مقصد مین ناکامی ہوئی، تو انھون نے اعلان کیا کہ جو شخص محمدؐ اور ابو بکرؓ کو قتل کر دیگا یا انھین زندہ پکڑ لائیگا، اسکو گران قدر انعام دیا جائیگا، سراقہ اپنے قبیلہ بنی مدلج کی مجلس مین بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آکر اون سے کہا کہ مین نے ابھی ساحل کی طرف کچھ سیاہی دیکھی ہے میرا خیال ہے کہ وہ محمدؐ اور اون کے ساتھی تھے، سراقہ کو یقین ہوگیا، لیکن انعام کی طمع مین انھون نے تردید کی کہ نہین وہ لوگ نہین ہین، تم نے فلان فلان شخص کو دیکھا ہوگا، جو ابھی ہمارے سامنے گئے ہین، تھوڑی دیر کے بعد سراقہ اٹھ کر گھر گئے، اور لونڈی سے کہا کہ وہ گھوڑا تیار کرکے انھین آگے ایک مقام پر دے، اور نیزہ سنبھال کر چپکے سے گھر کی پشت سے نکلے، لونڈی سے گھوڑا لیا، اور لوگون کی نظر بچا کر نکل گئے اور گھوڑا دوڑاتے ہوئے آنحضرت صلعم کے پاس پہنچ گئے، جیسے ہی قریب پہونچے

---

[1] استیعاب ج اول ص ۱۹۹، [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۴۱،

گھوڑے نے ٹھوکر لی اور یہ نیچے گر گئے، اسے انھون نے بدشگونی پر محمول کیا، استخارہ کے تیر ساتھ تھے، فوراً انھون نے ترکش سے نکال کر استخارہ دیکھا کہ وہ رسول اللہؐ کو گزند پہنچا سکتے ہین یا نہین، استخارہ خلاف نکلا لیکن انعام کی طمع مین انھون نے استخارہ کی پرواہ نہ کی اور گھوڑے پر سوار ہو کر پھر آگے بڑھے اب اتنے قریب پہنچ گئے تھے کہ رسول اللہ صلعم کی تلاوت کی آواز انھین سنائی دینے لگی، رسول اللہ صلعم ہمہ تن تلاوت مین مصروف تھے لیکن حضرت ابوبکرؓ بار بار مڑ مڑ کے دیکھتے جاتے تھے، اتنے مین سراقہ کے گھوڑے کے اگلے پاؤن گھٹنون تک زمین مین دھنس گئے، اور وہ گر پڑے پھر گھوڑے کو ڈانٹ کر اٹھایا جب اوس نے اپنے پاؤن زمین سے نکالے تو بڑا غبار بلند ہوا، اس دوسری بدشگونی پر انھون نے پھر تیرون سے استخارہ کیا، اس مرتبہ بھی مخالف جواب ملا، اب انھین اپنی ناکامی کا پورا یقین ہو گیا اور اون کے دل مین بیٹھ گیا کہ رسول اللہ صلعم کو ضرور کامیابی ہوگی چنانچہ انھون نے آواز دیکر روکا، آپ رک گئے، اور سراقہ نے پاس جاکر کہا کہ آپ کی قوم نے آپ کی گرفتاری پر انعام مقرر کیا ہے، اور ان کے ارادون سے آپ کو خبردار کیا، اور جو کچھ زاد راہ ساتھ تھا اسے آپ کے سامنے پیش کیا، آپ نے اسے قبول نہین فرمایا البتہ یہ خواہش کی کہ وہ کسی کو آپ کی اطلاع نہ دین، اس کے بعد سراقہ نے درخواست کی کہ انھین ایک امان نامہ مرحمت فرمایا جائے، آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا، انھون نے چمڑے کے ٹکڑے پر امان نامہ لکھکر دیا، اور سراقہ لوٹ گئے،[1]

اسلام اس واقعہ کے آٹھ سال بعد جب مکہ فتح ہو چکا اور مشرکین کی قوتین ٹوٹ چکین اور حنین و طائف کی لڑائیان ختم ہولین، اس وقت سراقہ رسول اللہ صلعم سے جب کہ آپ حنین اور طائف کے معرکون سے واپس آرہے تھے، راستہ مین مقام جعرانہ مین ملے اور رسول اللہ کا

[1] بخاری ج اول باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ ملخصاً،

عطا کیا ہوا امان نامہ پیش کرکے اپنا تعارف کرایا کہ یہ تحریر آپ نے مجھے دی تھی، اور مین سراقہ بن جعشم ہون آپ نے ارشاد فرمایا آج ایفاے عہد اور نیکی کا دن ہے، سراقہ اسی وقت مشرف باسلام ہوگئے[1] ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ مین اس شرف سے مشرف ہوئے، لیکن پہلی روایت زیادہ مستند ہے،

ذات نبوی سے استفادہ

سراقہ بہت آخر مین اسلام لائے، اس لئے انھین صحبت نبوی سے استفادہ کا بہت کم موقع ملا، لیکن قبول اسلام کے بعد زیادہ تر مدینہ مین رہے، اس لئے تلافی مافات کا کچھ نہ کچھ موقع مل گیا تھا اور اس موقع سے انھون نے پورا فائدہ اٹھایا، آنحضرت صلعم خود انھین تعلیم و تربیت دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ نے فرمایا سراقہ مین تمھین جنتیون اور دوزخیون کی پہچان بتاؤن؟ عرض کی ہان، ارشاد فرمایا تند خو اترا کر چلنے والا، اور متکبر دوزخی ہے، اور زیر دست ضعیف اور ناتوان جنتی ہے[2]،

سراقہ خود بھی پوچھ پوچھ کر استفادہ کیا کرتے تھے، آخری سوال انھون نے آنحضرت صلعم کے مرض الموت مین کیا، پوچھا یا رسول اللہ اگر کوئی بھٹکا ہوا اونٹ میرے اونٹ کے حوض پر آئے جسے مین نے خاص اپنے اونٹ کیلئے بھرا ہو اور مین اس مین بھٹکے ہوئے اونٹ کو پانی پلا دون تو کیا مجھکو اس کا کوئی اجر ملے گا، فرمایا کیون نہین ہر جاندار کو پانی پلانے مین ثواب ہے[3]،

حجۃ الوداع،

حجۃ الوداع مین آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے، چنانچہ جب آنحضرت صلعم مقام عسفان مین پہنچے، تو سراقہ نے سوال کیا یا رسول اللہ ہم کو اس نومولود قوم کی طرح تعلیم دیجئے جو گویا ابھی ظہور مین آئی ہے، ہمارا یہ عمرہ اسی سال کے لئے ہے، یا ہمیشہ کے لئے، فرمایا نہین ہمیشہ

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۶۵، [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۷۵، [3] ایضاً،

کے لیے[1]

ایک پیشین گوئی کی تصدیق، آنحضرت صلعم نے ایک مرتبہ اون سے فرمایا تھا کہ سراقہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم کسریٰ کے کنگن پہنوگے، چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانہ مین جب مدائن فتح ہوا اور کسریٰ کا خزانہ مسلمانون کے قبضہ مین آیا اور کسریٰ کے ملبوسات حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوئے تو آپ نے سراقہ کو بلا کر کسریٰ کا تاج ان کے سر پر رکھا، اور اس کے کنگن پہنا کر اس کا پٹکا ان کی کمر مین باندھا،[2]

وفات، حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین سنہ ۲۴ھ مین وفات پائی[3]

فضل وکمال گو سراقہ کو ذات نبوی سے استفادہ کا بہت کم موقع ملا، تاہم ان سے ۱۹ حدیثین مروی ہین، جابر، ابن عمر، ابن مسیب، مجاہد اور محمد بن سراقہ نے ان سے روایت کی ہے[4]،

شاعر بھی تھے، چنانچہ آنحضرت صلعم کے تعاقب مین جو واقعات پیش آئے ان کی داستان ابوجہل کو نظم مین سنائی تھی،

۴۸ حضرت سبرہؓ بن معبد

نام ونسب سبرہ نام، ابو ربیع یا ابو ثریہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے سبرہ بن معبد بن عوسجہ بن حرملہ ابن عوسجہ جہنی،

اسلام وغزوات اونکے زمانہ اسلام کی صحیح تعیین نہین کیجا سکتی، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۵ھ مین مشرف باسلام ہو چکے تھے، چنانچہ غزوۂ خندق مین شریک تھے[5]، فتح مکہ مین بھی

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۷۵، [2] اصابہ ج ۳ ص ۶۹ [3] ایضاً، [4] تہذیب الکمال ص ۱۳۱،

[5] اصابہ ج ۳ ص ۶۴،

ہمرکاب تھے، چنانچہ بیان کرتے ہین کہ فتح مکہ کے سال جب ہم مکہ مین داخل ہوئے تو رسول اللہ صلعم نے متعہ کی اجازت دیدی لیکن پھر مکہ سے نکلنے کے بعد اس کی ممانعت فرمادی[1] حجۃ الوداع مین ساتھ تھے، چنانچہ اس کا ایک واقعہ بھی بیان کرتے ہین[2]،

وفات، ان کا مکان مدینہ مین جھینہ کے محلہ مین تھا، آخر عمر مین ذی المروہ مین منتقل ہوگئے تھے اور یہین، امیر معاویہ کے عہد خلافت مین وفات پائی[3]، وفات کے بعد ایک لڑکا ربیع یادگار چھوڑا،

فضل وکمال، مدینہ مین گھر تھا اس لئے آنحضرت صلعم کے اقوال سننے کا کافی موقع ملتا تھا، حدیث کی کتابین اون کی مرویات سے خالی نہین ہین، مسلم مین بھی اون کی ایک روایت موجود ہے[4]،

۴۹ حضرت سعدؓ بن خولی،

نام ونسب، سعد نام، باپ کا نام خولی تھا، نسب نامہ یہ ہے، سعد بن خولی بن سبرہ بن رہم بن مالک ابن عمیرہ بن عامر بن بکر بن عامر الاکبر بن عذرہ بن رفیدہ بن ثور بن کلب،

سبرہ کسی طرح گرفتار ہوکر مشہور بدری صحابی حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کی غلامی مین آگئے تھے حضرت حاطبؓ اون کے ساتھ نہایت شفقت اور مہربانی سے پیش آتے تھے،

اسلام، ان کے زمانۂ اسلام کی تصریح نہین ملتی، اغلب یہ ہے کہ اپنے آقا حضرت حاطبؓ کیساتھ آغاز دعوت اسلام مین مشرف باسلام ہوئے ہونگے،

غزوات وشہادت، قبول اسلام کے بعد سب سے پہلے غزوۂ بدر مین شریک ہوکر بدری ہونے کا شرف حاصل کیا، اس کے بعد احد مین شریک ہوئے اور اسی مین شہادت پائی،

اولاد، شہادت کے بعد ایک لڑکا عبداللہ یادگار چھوڑا، حضرت عمرؓ نے باپ کے خدمات کے صلہ مین انصار کیساتھ انکا وظیفہ مقرر فرمایا،

[1] مسلم ج اول ص ۴۰۶، [2] مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۴۰۵، [3] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۹۹، [4] تہذیب الکمال ص ۱۳۳،

۵۰۔ حضرت سعدؓ الاسود،

نام ونسب | سعد نام تھا، بہت سیاہ اور کم رو تھے اس لئے "اسود" سیاہ کہلاتے تھے لیکن نسباً بنی سہم کے ممتاز رکن تھے،

اسلام، | ان کے اسلام کا زمانہ متعین نہین، اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا میری سیاہ روئی اور بدصورتی مجھکو جنت کے داخلہ سے روکیگی؟ فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے نہین روکے گی، بشرطیکہ خدا سے ڈرو، اور اوس چیز پر جسے رسول اللہ لائے ہین ایمان لاؤ، یہ خوشخبری سنکر اُنھون نے کہا اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمداً عبدہ ورسولہ کلمۂ شہادت پڑھکر پوچھا میرے کیا حقوق ہین، فرمایا تمھارے وہی حقوق ہین جو اور مسلمانون کے ہین اور تم پر وہی فرائض ہین جو دوسرے مسلمانون پر ہین، اور تم اون کے بھائی ہو،

شادی | ظاہری شکل وصورت سے محروم تھے، اس لئے کوئی شخص اون کے ساتھ عقدِ مناکحت پر تیار نہ ہوتا تھا، قبولِ اسلام کے بعد رسول اللہ صلعم سے عرض کیا جو لوگ یہان موجود ہین اور جو نہین ہین مین نے سب کو شادی کا پیام دیا، لیکن میری سیاہی اور بدروئی کی وجہ سے کوئی اس رشتہ پر آمادہ نہین ہوتا، گو سعد ظاہری آب ورنگ سے محروم تھے لیکن دل نورِ ایمان سے منور ہو چکا تھا اس کے بعد ظاہری حسن وجمال کی ضرورت نہ تھی، اس لئے اون کی درخواست پر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ عمر یا عمر بن وہب (عمر بن وہب قبیلہ ثقیف کے ایک درشت مزاج نومسلم تھے) کے پاس جاکر اون کا دروازہ کھٹکھٹاؤ، اور سلام کے بعد اون سے کہو کہ نبی اللہ نے تمھاری لڑکی

میرے ساتھ بیاہ دی، عمرو بن وہب کے ایک نو خیز حسین و جمیل اور ذکی و ذہین لڑکی تھی، سعد نے ان کے گھر جاکر دروازہ کھٹکھٹایا، گھر والون نے دروازہ کھولا تو سعد نے انھین رسول اللہ صلعم کا فرمان سنایا، ان لوگون نے سعد کی صورت دیکھکر انھین سختی سے واپس کر دیا، اتنے مین لڑکی آواز سنکر خود نکل آئی، اور سعد کو آواز دی کہ بندۂ خدا لوٹ آؤ، اگر رسول اللہ صلعم نے تمھارے ساتھ میری شادی کر دی ہے، تو مین اسے منظور کرتی ہون اور اس چیز پر رضامند ہون جس سے خدا اور اس کا رسول راضی ہے، پھر اپنے باپ سے کہا کہ قبل اس کے کہ وحی الٰہی آپ کو رسوا کرے، آپ اپنی نجات کی کوشش کیجئے، یہ فوراً دوڑے ہوئے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین آئے، آپ نے پوچھا تم ہی نے میرے فرستادہ کو لوٹایا تھا؟ عرض کی ہان، لیکن یہ غلطی لاعلمی مین ہوئی ہم کو اس شخص کی بات کا اعتبار نہ تھا، اب آپ سے مغفرت چاہتے ہین، ہم نے لڑکی بیاہ دی،

اس کے بعد رسول اللہ نے سعد سے فرمایا اب اپنی بیوی کے پاس جاؤ وہ یہان سے اٹھکر بیوی کے واسطے تحائف خریدنے کے لئے بازار گئے، یہان انھون نے ایک منادی کی آواز سنی یا خیل اللہ ارکبی وبالجنۃ ابشری خدا کے شہ سوارو جہاد کے لئے سوار ہو جاؤ اور جنت کی بشارت لو، اس آواز کا سننا تھا کہ سارے ولولے اور جذبات سرد پڑ گئے اور جہاد فی سبیل اللہ کا خون رگون مین دوڑنے لگا، نو عروس کے لئے تحائف کا خیال چھوڑ دیا، اور جہاد کے لئے تلوار، نیزہ اور گھوڑا خریدا، اور عمامہ باندھکر مہاجرین کی جماعت مین پہنچے، کسی نے ان کو نہ پہچانا، رسول اللہ صلعم نے بھی دیکھا مگر نہ پہچان سکے، میدان جنگ مین نہایت جوش خروش سے لڑے، گھوڑا اڑا تو پیدل آستین چڑھا کر لڑنے لگے، اس وقت آنحضرت صلعم نے ہاتھون کی سیاہی سے پہچان کر آواز دی، سعد! مگر یہ وارفتگی کے عالم

مین تھے کوئی خبر نہ ہوئی اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے اور نوعروس کی آغوش کے بجائے تیغ عروس کے گلے مل کر ابدی و سرمدی زندگی حاصل کی، آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو اونکی لاش کے پاس تشریف لاکر ان کا سر گود مین رکھ لیا، اور ان کے اسلحہ اور گھوڑا ان کی بیوہ نوعروس کے پاس بھجوا دیا، اور اون کی سسرال والون کے پاس کہلا بھیجا کہ خدا نے تمھاری لڑکیون سے بہتر لڑکی کے ساتھ ان کی شادی کر دی[۱]،

۵۱۔ حضرت سعدؓ بن عائذ،

نام ونسب سعد نام قرظ لقب، باپ کا نام عائذ تھا، مشہور صحابی حضرت عمار بن یاسرؓ کے غلام تھے،

اسلام ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جا سکتا، قیاس یہ ہے کہ اپنے آقا کے ساتھ دعوتِ اسلام کے آغاز مین مشرف باسلام ہوئے ہون گے،

مسجد قبا کی موذنی حضرت سعدؓ ان صحابہ مین ہین جن کے سر پر رسول اللہ صلعم نے دست شفقت پھیر کر برکت کی دعا دی، اور مسجد قبا کا موذن اور مسجد نبویؐ مین حضرت بلالؓ کا نائب مقرر کیا، چنانچہ مسجد قبا مین مستقل اور مسجد نبویؐ مین حضرت بلالؓ کی غیر حاضری مین اذان دیتے تھے[۲]،

مسجد نبوی کی موذنی آقائے مدینہ کی وفات کے بعد جب حضرت بلالؓ نے شکستہ دل ہو کر اذان چھوڑ دی تو حضرت ابو بکرؓ نے سعد کو مسجد نبوی کا مستقل موذن بنا دیا اور وہ اس خدمت جلیلہ کو زندگی بھر انجام دیتے رہے[۳]،

وفات حجاج کے زمانہ تک زندہ تھے ۷۴ھ مین وفات پائی[۴]، وفات کے بعد دو لڑکے عمار و عمر

۱؎ اسد الغابہ جلد اول ص ۲۲۸، ۲؎ ایضاً ج ۲ ص ۲۸۳، ۳؎ استیعاب ج ۲ ص ۵۷،

۴؎ تہذیب الکمال ص ۱۳۴،

یادگار چھوڑے[۱] امام مالک کے زمانہ بلکہ اون کے بعد تک مسجدِ نبوی کی موذنی کا عہدہ سعد کی اولاد مین رہا[۲]،

ذریعہ معاش| سعد ابتدا مین تنگدست تھے، آنحضرت صلعم سے تنگدستی کی شکایت کی، آپ نے تجارت کرنے کا مشورہ دیا، چنانچہ انھون نے ایک خاص پتے کی جسے عرب مین قرظ کہتے تھے اور کھال پکانے مین کام آتا تھا تجارت شروع کی، اس تجارت مین بڑی برکت ہوئی، سعد اس کے مستقل تاجر ہوگئے اور اسی سبب سے قرظ کہلانے لگے[۳]،

فضل وکمال| فضل وکمال کی سند کے لئے مسجدِ نبوی کی موذنی کافی ہے، رسول اللہ صلعم سے حدیثین بھی روایت کی ہین[۴]،

۵۲ حضرت سعید بن العاص

نام ونسب| سنہ ۱ھ مین پیدا ہوئے، سعید نام رکھا گیا، نسب نامہ یہ ہے سعید بن عاص بن سعید ابن عاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی اموی، مان کا نام ام کلثوم تھا، ننھالی شجرہ یہ ہے، ام کلثوم بنت عمرو بن عبداللہ بن ابوقیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی، بنی امیہ کے گھرانے مین سعید کے آبا و اجداد بڑے دبدبہ وشکوہ کے رئیس تھے، انکے والد عاص بدر مین حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مارے گئے، ان کے دادا سعید ابواحیحہ "ذوالتاج" تاج والے کہلاتے تھے، یہ جس رنگ کا عمامہ باندھتے تھے، اس رنگ کا مکہ مین دوسرا نہ باندھ سکتا تھا[۵]،

---

[۱] اصابہ ج ۴ ص ۸۰، [۲] استیعاب ج ۲ ص ۵۷۰ [۳] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۸۳، [۴] تہذیب الکمال ص ۸۰، [۵] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۰۹،

فتح مکہ کے بعد قریش کا کوئی گھرانا اسلام سے خالی نہ رہگیا تھا، اس وقت سعید کی عمر ۹ سال کی ہوگی، اس لئے ہوش سنبھالتے ہی انھون نے اپنے گرد وپیش اسلام کو پرتو فگن دیکھا، عہد نبوی اور عہد صدیقی مین بالکل بچہ تھے، عہد فاروقی کے آخر مین عنفوان شباب تھا، اس لیے ان تینون زمانون کا کوئی واقعہ قابل ذکر نہین ہے،

جرجان اور طبرستان کی فتح

حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین پورے جوان ہوچکے تھے چنانچہ اسی عہد سے ان کے کارنامون کا آغاز ہوتا ہے، ان کا گھرانا ریاست وحکومت مین ممتاز تھا، اسلئے حضرت عثمانؓ نے انھین اس کام کے لئے منتخب کیا، اور ۲۹ھ مین ولید ابن عقبہ کی جگہ کوفہ کا گورنر مقرر کیا، شجاعت وبہادری ورثہ مین ملی تھی، اس لئے کوفہ پر تقرر کے ساتھ ہی ۲۹ھ مین جرجان اور طبرستان پر فوج کشی کی دوسری طرف سے عبد اللہ ابن عامر والی بصرہ بڑھا سعید کے ساتھ حضرت حسنؓ حسینؓ، عبد اللہؓ بن عباس، ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ وغیرہ تمام نوجوانان قریش تھے[1] ان لوگون نے عبد اللہ بن عامر کے پہنچنے کے قبل طبرستان پر حملہ کرکے طمیسہ، نامند، رویان اور دباوند فتح کرلیا اور جرجان کے فرمانروا نے دو لاکھ پر صلح کرلی، کوہستانی علاقہ والون نے بھی صلح کرلی[2] طبرستان اور جرجان کے بعد آذربیجان کی بغاوت فرو کی،

معزولی اور عہد معاویہ

۳۴ھ مین اہل کوفہ کی شکایت پر حضرت عثمانؓ نے معزول کردیا، ۳۵ھ مین حضرت عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا، اسکے نتائج مین جمل اور صفین کی خون ریز لڑائیان ہوئین لیکن سعید ان مین خانہ نشین رہے، اور حضرت علیؓ اور معاویہ کسی کا ساتھ نہ دیا، استقرار حکومت کے بعد امیر معاویہ نے اون کو مدینہ کا عامل بنایا، لیکن پھر کچھ دنون

---

[1] ابن اثیر ج ۳ ص ۸۴، [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۳۴۲،

کے بعد معزول کرکے ان کی جگہ مروان کو مقرر کیا[1]

وفات سنہ ۵۹ھ میں وفات پائی، وفات کے بعد سات لڑکے یادگار چھوڑے، عمرو، محمد، عبداللہ، یحییٰ، عثمان، عنبسہ اور آبان، سعید کئی بھائی تھے لیکن عاص کی نسل انھین کی اولاد سے چلی[2]

فضل و کمال حضرت عثمانؓ نے مصاحف کی کتابت کے لئے جو جماعت منتخب کی تھی ان مین ایک سعید بھی تھے[3] اور قرآن مجید کی کتابت مین صرف و نحو اور زبان کی صحت کی نگرانی انھین سے متعلق تھی[4] ان سے حدیثین بھی مروی ہین، لیکن چونکہ آنحضرت صلعم کے زمانہ مین بچہ تھے، اس لئے براہ راست مرفوع حدیثین نہین ہین بلکہ حضرت عمرؓ و عثمانؓ اور عائشہؓ سے روایتین کی ہین[5]

سعید نہایت عاقل و فرزانہ تھے اور اون کے بہت سے حکیمانہ مقولے ضرب المثل ہوگئے تھے کہا کرتے تھے کہ "شریف سے مذاق نہ کرو کہ وہ تم سے جلنے لگے گا، اور کمینہ سے مذاق نہ کرو کہ وہ جری ہو جائیگا" رائے ظاہر کرنے مین بہت محتاط تھے، کسی چیز کے متعلق پسندیدگی اور ناپسندیدگی کا اظہار نہ ہونے دیتے تھے، کہا کرتے تھے کہ دل بدلتا رہتا ہی، اس لئے انسان کو اظہار رائے مین احتیاط کرنی چاہئے، اور ایسا نہ کرنا چاہئے کہ آج ایک چیز کی تعریف و توصیف مین رطب اللسان ہوا اور کل اوس کی مذمت شروع کر دے[6]

فیاضی شجاعت و شہامت کے ساتھ فیاضی اور دریا دلی بھی خمیر مین داخل تھی، ہفتہ مین ایک دن اپنے تمام بھائی بھتیجون کو ساتھ کھلاتے تھے، اسکے علاوہ سبکو کپڑے دیتے، نقدی سلوک کرتے تھے، اور اون کے گھرون پر ساز و سامان بھجواتے تھے[7] یہ فیاضی محض اعزہ کے ساتھ مخصوص

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۵۵۶، [2] ایضاً، [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱۱، [4] تہذیب الکمال ص ۱۳۹، [5] ایضاً، [6] اصابہ ج ۲ ص ۹۸، [7] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱۱،

نہ تھی بلکہ کارِ خیر مین بھی بہت فیاضی سے صرف کرتے تھے، ہر شب جمعہ کو کوفہ کی مسجد مین غلام کے ہاتھ دینار سے بھری ہوئی تھیلیان نمازیون مین تقسیم کراتے تھے، اس معمول کی وجہ سے شب جمعہ کو مسجد مین نمازیون کا بڑا ہجوم ہوتا تھا[1]

کبھی کوئی سائل دروازہ سے ناکام واپس نہ ہوتا تھا، اگر روپیہ پاس نہ ہوتا تو ایک تحریری یادداشت بطور ہنڈی کے دیدیتے کہ جب روپیہ آجائے تو سائل وصول کرلے[2] اس فیاضی کی وجہ سے لوگ ان کے ساتھ لگے رہتے تھے، اور کوئی نہ کوئی ہر وقت ساتھ رہتا تھا، سعید کی معزولی کے زمانہ مین ایک دن مسجد سے آرہے تھے ایک آدمی ساتھ ہولیا، سعید نے پوچھا کوئی کام ہے، اس نے کہا نہین آپ کو تنہا دیکھ کر ساتھ ہوگیا، کہا کاغذ دوات لاؤ، اور میرے فلان غلام کو لیتے آؤ، اس آدمی نے فوراً حکم کی تعمیل کی، سعید نے بیس ہزار کا سرخط لکھدیا اور کہا جب ہمارا وظیفہ ملے گا تو یہ رقم تم کو مل جائے گی، لیکن ادائگی کے پہلے ان کا انتقال ہوگیا، ان کے انتقال کے بعد وہ سرخط اس شخص نے ان کے لڑکے عمرو کو دیا، انھون نے اس کی رقم ادا کی[3]

شریف اہل حاجت کو بلا سوال دیتے تھے اور شرفا پروری کی وجہ سے بہت مقروض ہوگئے تھے، وفات کے وقت اسی ہزار قرض تھا، وفات سے پہلے لڑکون کو بلا کر پوچھا تم مین سے کون میری وصیت قبول کرتا ہے، بڑے لڑکے نے اپنے کو پیش کیا، سعید نے کہا اگر میری وصیت قبول کرتے ہو تو میرا قرض بھی چکانا ہوگا، لڑکے نے پوچھا کتنا ہے، کہا اسی ہزار دینار، لڑکے نے کہا اتنا قرض کس طرح ہوگیا، کہا بیٹا ان شریفون اور غیرت مند لوگون کی حاجت پوری کرنے مین جو میرے پاس حاجت لیکر آتے تھے اور فرطِ خجالت سے انکے

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱۰، [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۵۶، [3] ایضاً

چہرہ کا خون خشک ہوا جاتا تھا مین سوال کے قبل ہی ایسے لوگون کی حاجت پوری کردیتا تھا[۱]

حق پسندی | بنی امیہ مین خاندانی عصبیت بہت زیادہ تھی اور ان مین بہتیرے ایسے تھے کہ مدتین گذر جانے کے بعد بھی اون کے دلون سے اموی مقتولین بدر و احد کے قاتلون کی نفرت نہ مٹی تھی، لیکن سعید کی ذات اس کینہ پروری سے مستثنی تھی، اور اون کے دل مین خلاف حق کبھی کوئی عصبیت کا جذبہ پیدا نہ ہوا، اون کے والد عاص جنگ بدر مین حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مارے گئے تھے، حضرت عمرؓ نے عاص کے ہمنام اپنے مامون کو قتل کیا تھا، اس لئے اشتراک نام کی وجہ سے دھوکا ہوتا تھا کہ حضرت عمرؓ نے سعید کے والد کو قتل کیا، ایک موقع پر حضرت عمرؓ نے اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لئے فرمایا، کہ مین نے تمھارے والد کو نہین بلکہ اپنے مامون عاص کو قتل کیا تھا، یہ سنکر سعید نے جواب دیا کہ اگر آپ میرے مامون کو بھی قتل کئے ہوتے تو کیا برا کیا تھا، آپ حق پر تھے اور وہ باطل پر، حضرت عمرؓ کو اس حق پسندی پر بڑی حیرت ہوئی[۲]

خود پسندی | لیکن ان تمام خوبیون کے ساتھ خاندانی اثر کی وجہ سے نخوت اور خود پسندی کی بو تھی،

۵۳ حضرت سعیدؓ بن یربوع

نام و نسب | جاہلی نام صرم تھا، آنحضرت صلعم نے بدل کر سعید رکھا، ابو ہود کنیت، نسب نامہ یہ ہے سعید بن یربوع بن عنکثہ بن عامر بن مخزوم قرشی عامری،

اسلام و غزوات | باختلاف روایت فتح مکہ سے کچھ پہلے یا فتح مکہ مین مشرف باسلام ہوئے، پہلی روایت

[۱] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱۱، [۲] ایضاً

کی رو سے غزوۂ فتح مین آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے[۱] فتح مکہ کے بعد جنگ حنین مین شریک ہوئے آنحضرت صلعم نے حنین کے مال غنیمت سے پچاس اونٹ مرحمت فرمائے[۲]

عہد فاروقی | حضرت عمرؓ کے زمانہ مین آنکھون کی بصارت جاتی رہی حضرت عمرؓ اظہار ہمدردی کے لئے آئے اور کہا کہ مسجد نبوی مین جمعہ اور نماز جماعت نہ چھوڑنا سعید نے کہا میرے پاس کوئی رہنما نہین ہے، اس عذر پر انہین حضرت عمرؓ نے ایک رہنما دیا[۳] چنانچہ نابینا ہونے کے بعد بھی اس آدمی کی مدد سے مسجد آتے تھے اور جماعت اور جمعہ ناغہ نہ ہوتا تھا؛

وفات | امیر معاویہ کے زمانہ ۵۴ھ مین وفات پائی، وفات کے وقت ۱۲۴ سال کی عمر تھی[۴]

فضل وکمال | فضل وکمال کے لحاظ سے کوئی قابل ذکر شخصیت نہ رکھتے ہین، تاہم ان کی روایات سے حدیث کی کتابین خالی نہین ہین[۵]،

احترام رسول | سعید آنحضرت صلعم کا اتنا احترام کرتے تھے کہ رسول اللہ کے مقابلہ مین کسی بڑائی کو اپنی طرف منسوب کرنا پسند نہ کرتے تھے، عمر مین سعید رسول اللہ صلعم سے بہت بڑے تھے، لیکن عمر کا تفاوت کا اظہار بھی وہ بڑائی کے لفظ سے پسند نہ کرتے تھے ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم نے ان سے پوچھا ہم مین تم مین کون بڑا ہے، گو سعید عمر مین بڑے تھے لیکن پاس ادب سے اس کا اظہار اس طرح کیا کہ آپ مجھ سے بلند اور بہتر ہین، البتہ مین آپ سے پہلے پیدا ہوا ہون[۶]،

۱؎ اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱۷، ۲؎ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۰۹، ۳؎ اسد الغابہ حوالہ مذکور، ۴؎ ایضاً، ۵؎ تہذیب الکمال ص ۱۲۴، ۶؎ استیعاب ج ۲ ص ۵۵۷،

۵۴ حضرت سفینہؓ،

نام ونسب، سفینہ کے نام مین بڑا اختلاف ہے بعض مہران بعض رومان اور بعض عبس بتاتے ہین، ابو عبدالرحمن کنیت[۱] سفینہ رسول اللہ صلعم کا عطا کردہ لقب ہے، نسب کیلئے یہ شرف کافی ہے کہ سرکار دوعالم[۲] کے غلام تھے،

اسلام، سفینہ کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جا سکتا لیکن قیاس یہ ہے کہ بہت ابتدا مین اس شرف سے مشرف ہوئے ہونگے اس لئے کہ باختلاف روایت حضرت ام سلمہؓ یا آنحضرت صلعم کے غلام تھے اور خود حضور نے بلا شرط یا حضرت ام سلمہؓ نے رسول اللہ صلعم کی خدمت گذاری کی شرط پر آزاد کر دیا تھا[۵]

چنانچہ آزادی کے بعد آنحضرت صلعم کی خدمت گذاری مین رہتے تھے، اس لئے سفر مین بھی متابعت کا شرف حاصل ہوتا تھا، ایک مرتبہ کسی سفر مین ہمرکاب تھے، راستہ مین جو جو ہمراہی تھکتے جاتے تھے وہ اپنے اسلحہ، ڈھال، تلوار اور نیزہ وغیرہ اون پر لادتے جاتے تھے، اس لئے اون پر بڑا بار لدگیا، آنحضرت صلعم نے دیکھ کر فرمایا تم "سفینہ" کشتی ہو، اس وقت سے سفینہ اون کا لقب ہوگیا، یہ بھی اس لقب کو اس قدر محبوب رکھتے تھے کہ اس کے مقابلہ مین اپنا نام چھوڑ دیا تھا، اسی لئے انکا صحیح نام متعین نہین، اگر کوئی نام پوچھتا تو کہتے نہ بتاؤنگا حضور نے سفینہ نام رکھا ہے، اور یہی میرے لئے بس ہے،[۵۲]

الخلافۃ فی امتی ثلثون سنۃ ثم ملک بعد ذالک خلافت میری امت مین تیس برس تک ہیگی اسکے بعد بادشاہ ہونگے

[۱] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۲۴، [۲] ایضاً واستیعاب ج ۲ ص ۶۰۱،

انھین سے مروی ہے یہ بنی امیہ کے زمانہ تک زندہ تھے، مذکورۂ بالا روایت کو پیش نظر رکھکر حساب لگاتے جاتے تھے، خلافت راشدہ کے اختتام پر یہ مدت پوری ہوجاتی ہے، لیکن بنی امیہ بھی اپنے کو خلیفہ ہی کہتے تھے، سعید بن جمہان نے سفینہ سے کہا کہ بنی امیہ بھی اپنے کو خلیفہ کہتے ہین، انھون نے کہا زرقاء کی اولاد جھوٹ کہتی ہے، یہ لوگ بادشاہ اور بڑے بادشاہ ہین[1]،

وفات: حجاج کے زمانہ مین وفات پائی[2]،

فضل و کمال: سفینہ حضور کے غلام تھے، خدمت کی تقریب سے بیشتر حضوری کا شرف اور آپ کے ارشادات سننے کا موقع ملتا تھا، چنانچہ انھون نے رسول اللہ صلعم، آپ کے علاوہ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت علیؓ سے روایتین کی ہین، ان کی روایات کی مجموعی تعداد ۱۴ ہے، ان مین سے ایک مسلم مین بھی ہے[3]،

۵۵ حضرت سلیمانؓ بن صرد

نام و نسب: سلیمان نام، ابومطرف کنیت، نسب نامہ یہ ہے، سلیمان بن صرد بن جون بن ابی الجون بن منقذ بن ربیعہ بن اصرم بن خبیس بن حرام بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ خزاعی،

اسلام: فتح مکہ سے پہلے مشرف با سلام ہوئے جاہلی نام یسار تھا، آنحضرت صلعم نے بدلکر سلیمان رکھا، قبول اسلام کے بعد صحبت نبوی سے بھی مستفید ہوئے، اسلم و صحب النبی صلعم[4]

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۲۴، [2] استیعاب ج ۲ ص ۷۰۱، [3] تہذیب الکمال ص ۱۶۲،

[4] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۳۰،

جنگ صفین، حضرت علیؓ کے پرجوش حامیون مین تھے، جنگ صفین مین انھون نے بڑے کارنامے دکھائے، شامی فوج کا مشہور بہادر حوشب ذی ظلیم کو انھین نے مارا تھا[1]، اس جنگ مین سلیمان بہت زخمی ہوئے لیکن کوئی زخم پشت پر نہ تھا سب وار رخ پر تھے، صلحنامہ کی کتابت کے بعد حضرت علیؓ سے کہا امیر المومنین اگر اس وقت کوئی مددگار ہوتا تو ہم ہرگز یہ معاہدہ منظور نہ کرتے[2]؛

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد آپ کی اولاد امجاد کے بھی اسی طرح ہوا خواہ رہے، حضرت حسنؓ نے صرف چند مہینہ خلافت کر کے چھوڑ دی، آپ کی وفات کے بعد جب کوفہ مین حضرت حسینؓ کے حامیون کی جماعت بنی تو اس کے ایک سرگرم ممبر سلیمان تھے، ان کا گھر حامیان حسین کا مرکز تھا، یہین سے حضرت حسینؓ کے پاس بلانے کے خطوط جاتے تھے[3]؛

لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ جب حضرت حسینؓ تشریف لائے تو سلیمان اون کی کوئی مدد نہ کر سکے، اور کربلا کا واقعۂ ہائلہ پیش آگیا، اس واقعہ پر ان لوگون کو سخت قلق ہوا جو آپ کی مدد نہ کر سکے تھے، سلیمان بن صرد اور اون کے دوسرے ساتھی مسیب بن نجبہ بہت نادم اور شرمسار ہوئے، اور انھون نے طے کیا کہ حضرت حسینؓ کے خون کا انتقام لے کر گذشتہ فروگذاشت کی تلافی کرنی چاہیے، چنانچہ سلیمان چار ہزار آدمیون کو لیکر خون حسین کے انتقام کے لئے نکلے، یہ جماعت "توابین" کہلاتی تھی، اس جماعت نے پہلا پڑاؤ ربیع الاول ۶۵ھ مین مقام نخیلہ مین کیا یہان سے قرقیسیا کے قریب عین الوردہ پہنچے عین الوردہ مین شامی لشکر کا مقابلہ ہوا، سلیمان نہایت بہادری سے لڑے اور حصین بن نمیر

---

[1] اخبار الطوال ص ۱۹۸، [2] ایضاً، [3] ایضاً،

تمامی کے ہاتھوں مارے گئے، فرشِ زمین پر گرتے وقت یہ الفاظ زبان پر تھے، فزت برب الکعبۃ فزت برب الکعبۃ رب کعبہ کی قسم مین کامیاب ہوا، رب کعبہ کی قسم مین کامیاب ہوا اس طرح ابن رسول اللہ کے خون کے انتقام مین جان دیکر گذشتہ غلطی کی تلافی کی، اور حسینؓ کی محبت کے جرم مین اُن کا سر کاٹ کر مروان بن حکم کے پاس بھیجا گیا[۱] مقتول ہونے کے وقت ۹۳ سال کی عمر تھی[۲]

عام حالات | سلیمان بن صرد کوفہ مین رہتے تھے، خزیمہ کے محلہ مین مکان تھا، اعزاز و شرف مین ممتاز حیثیت رکھتے تھے، کان لہ سن عالیۃ و شرف وقدر و کلمۃ فی قومہ یعنی وہ سن رسیدہ صاحب مرتبہ و شرف اور اپنے قوم مین با اثر تھے نیکی فضل و کمال اور عبادت و ریاضت مین بھی بلند مرتبہ تھے[۳]

۵۶ حضرت سواد بن قاربؓ

نام و نسب | سواد نام، باپ کا نام قارب تھا یمن کے مشہور قبیلہ دوس سے نسبی تعلق تھا زمانۂ جاہلیت مین کہانت کا پیشہ کرتے تھے،

اسلام | ہجرت مدینہ کے زمانہ مین خواب مین ظہور نبوی کی بشارت ملی، رویائے صادقہ دل مین اثر کر گیا، فوراً وطن سے مکہ روانہ ہوگئے، راستہ مین خبر ملی کہ جس کو تم مقصود کی تلاش مین نکلے ہین، وہ مدینہ جا چکا یعنی آنحضرت صلعم ہجرت فرما چکے، یہ خبر سنکر راستہ ہی سے مدینہ لوٹ پڑے، وہان پہنچکر آنحضرت صلعم کو پوچھا معلوم ہوا مسجد مین تشریف فرما ہین، اونٹ بٹھا کر مسجد پہنچے، آنحضرت صلعم کے گرد صحابہ کا مجمع تھا، عرض کی یا رسول اللہ کچھ میری

۱؎ ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۳۰، ۲؎ استیعاب ج اول ص ۲۵۷، ۳؎ ایضاً،

داستان بھی سنی جائے حضرت ابوبکرؓ نے کہا قریب آکر بیان کرو، چنانچہ پاس جاکر انھون نے پوری سرگذشت سنائی، اور اسی وقت خلعت اسلام سے سرفراز ہوگئے، ان کے اسلام سے آنحضرت صلعم اور صحابۂ کرام کو اتنی مسرت ہوئی کہ اون کے چہرون پر خوشی کا رنگ دوڑ گیا[۱]، اس غیر معمولی مسرت کا سبب یہ تھا کہ عربون مین کاہنون کی بڑی وقعت تھی اور انھین ایک طرح کی مذہبی سیادت حاصل تھی، اس لئے عوام پر ان کے اسلام کا اثر بہت اچھا پڑتا تھا،

حضرت عمرؓ ان کا خواب بڑے ذوق شوق سے سنا کرتے تھے، ایک مرتبہ یہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے، آپ نے پوچھا اب بھی تم کو کہانت مین کچھ دخل ہے، چونکہ اسلام کہانت کا مخالف تھا اور سوادؓ کے زنگِ کہانت کو اسلام کے صیقل نے بالکل صاف کردیا تھا، اس لئے اس سوال سے قدرۃً سوادؓ کو تکلیف ہوئی، برہم ہوکر جواب دیا، سبحان اللہ! خدا کی قسم اس وقت جس طرح آپ نے میرا استقبال کیا ویسا میرے کسی ساتھی نے نہ کیا تھا، حضرت عمرؓ نے اس برہمی پر فرمایا سبحان اللہ! جس کفر و شرک مین ہم مبتلا تھے وہ تمھاری کہانت سے کہین بڑھکر تھا (یعنی ہماری اسلام کے قبل کی حالت تم سے بدتر تھی، اس لئے تم کو اس سوال پر بگڑنا نہ چاہیے) مین نے تمھارا واقعہ سنا ہے وہ مجھکو بہت عجیب و غریب معلوم ہوا، اس لئے مین اس کو خود تمھاری زبان سے سننا چاہتا ہون، حضرت عمرؓ کی خواہش پر انھون نے پورا واقعہ سنایا[۲]،

وفات | وفات کے بارہ مین ارباب سیر خاموش ہین،

حلیہ | صورۃً نہایت حسین و جمیل تھے،

فضل و کمال | مذہبی حیثیت سے اون کا کوئی پایہ نہ تھا لیکن زمانۂ جاہلیت مین بہت ممتاز حیثیت

---

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۰۹ و ۶۱۰ مین یہ واقعہ نہایت تفصیل سے لکھا ہے ہم نے صرف خلاصہ نقل کیا ہے،

[۲] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۷۵،

رکھتے تھے، کہانت میں جو زمانۂ جاہلیت کا بڑا معزز علم تھا، ید طولیٰ رکھتے تھے، شاعر بھی تھے، چنانچہ حضرت عمرؓ کو خواب کی داستان نظم ہی میں سنائی تھی،[1]

۷۵ حضرت سہیلؓ بن عمرو

نام و نسب: سہیل نام، ابو یزید کنیت، نسب نامہ یہ ہے، سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی قرشی عامری،

اسلام سے پہلے: سہیل رؤسائے قریش میں سے تھے، اس لئے دوسرے رؤسا کی طرح اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ السلام کے سخت دشمن تھے، لیکن قدرت کی کرشمہ سازی دیکھو کہ اسی دشمنِ اسلام کے گھر میں عبد اللہ بن سہیل اور ابو جندل بن سہیل جیسے اسلام کے فدائی پیدا ہوئے، یہ دونوں دعوتِ اسلام کے آغاز ہی میں مشرف باسلام ہوئے، اور اسلام کے جرم میں باپ کے ہاتھوں طرح طرح کی سختیاں جھیلتے رہے، عبد اللہ موقع پاکر حبشہ ہجرت کر گئے تھے، لیکن وہاں سے واپسی کے بعد پھر ظالم باپ کے پنجۂ ظلم میں اسیر ہو گئے، اور جنگِ بدر کے موقع پر رہائی پائی، دوسرے بھائی ابو جندل، حدیبیہ کے زمانہ تک مشقِ ستم رہے،

سہیل اسلام کے ان دشمنوں میں تھے جو دوسروں کا اسلام گوارا نہ کر سکتے تھے، تو گھر میں یہ بدعت کس طرح دیکھ سکتے تھے، چنانچہ اشاعتِ اسلام نے انھیں اسلام کا اور زیادہ دشمن بنا دیا، اور وہ اس کی بیخ کنی میں ہر امکانی کوشش کرنے لگے، عام مجمعوں میں اسلام کے خلاف تقریریں کرتے اور رسول اکرمؐ کے خلاف زہر اگلتے، شیدایانِ اسلام یہ معاندانہ رویہ برداشت نہ کر سکے، حضرت عمرؓ کا غصہ قابو سے باہر ہو گیا، اور انھوں نے آنحضرت صلعم سے اجازت مانگی کہ ارشاد

---

[1] حاکم نے مستدرک میں یہ اشعار نقل کئے ہیں،

ہو تو سہیل کے دو اگلے دانت توڑ ڈالوں تا کہ آپ کے خلاف تقریر نہ کر سکے، لیکن پر امید رحمت عالمؐ نے جواب دیا "جانے دو ممکن ہے کبھی وہ خوش بھی کر دیں"[۱]

اسلام کی ہر مخالفت میں سہیل پیش پیش رہتے تھے، چنانچہ غزوۂ بدر میں بھی آگے آگے تھے، لیکن جب شکست ہوئی تو مالک بن دخشم نے گرفتار کر لیا، لیکن پھر فدیہ دیکر آزاد ہو گئے[۲]

صلح حدیبیہ میں قریش کی طرف سے معاہدہ لکھانے کی خدمت انھیں کے سپرد ہوئی تھی، چنانچہ معاہدہ کی کتابت کے وقت جب آنحضرت صلعم نے اسلامی طرز تحریر کے مطابق بسم اللہ لکھنا چاہا، تو سہیل نے اعتراض کیا کہ ہم اسے نہیں جانتے ہمارے دستور کے مطابق "باسمک اللّٰھم" لکھو، مسلمانوں نے کہا ہم یہ نہیں لکھ سکتے، لیکن رسول اللہ صلعم نے ان کا کہنا مان لیا، اور معاہدہ کا مضمون شروع ہوا، جب یہ الفاظ ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللّٰہ، لکھے گئے تو سہیل نے اعتراض کیا کہ اگر ہم محمدؐ کو رسول مانتے تو یہ جھگڑا ہی کاہے کو ہوتا، اور ان کو خانہ کعبہ سے روکنے اور ان سے لڑنے کی نوبت کیوں آتی، محمد رسول اللہ کے بجائے، محمد بن عبد اللہ لکھو، آنحضرت صلعم نے فرمایا گو تم مجھے جھٹلا رہے ہو لیکن میں خدا کا رسول ہوں، پھر حضرت علیؓ سے فرمایا کہ رسول اللہ مٹا کر میرا نام لکھدو، حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ میں اپنے ہاتھ سے نہیں مٹا سکتا، اس عذر پر آپ نے خود اپنے دست مبارک سے مٹا کر "محمد بن عبد اللہ" لکھ دیا، اس مرحلہ کے بعد پھر کتابت شروع ہوئی کہ "قریش مسلمانوں سے خانہ کعبہ کے طواف میں متعرض نہ کریں گے اور مسلمان اطمینان کے ساتھ طواف کریں گے"، سہیل نے پھر اعتراض کیا کہ یہ معاہدہ اس سال کے لئے نہیں ہے، ورنہ عرب کہیں گے کہ ہم کو ہماری مرضی کے خلاف مجبور کیا گیا، البتہ آئندہ سال طواف کی اجازت ہے، آنحضرت صلعم نے یہ بھی مان لیا، سہیل نے ایک یہ شرط پیش کی کہ قریش کا کوئی شخص خواہ وہ مسلمان ہی کیوں

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۸۲، [۲] استیعاب ج ۲ ص ۵۹۲،

نہ ہو، اگر مسلمانوں کے پاس بھاگ جائے گا، تو مسلمانوں کو اسے واپس کرنا ہوگا، مسلمانوں نے کہا ہم یہ شرط ہرگز نہیں مان سکتے، کہ "ایک مسلمان مشرک کے حوالہ کر دیا جائے" ابھی یہ دفعہ زیر بحث تھی کہ سہیل کے لڑکے ابو جندل جو سہیل کے ہاتھوں میں گرفتار تھے کسی طرح بھاگ کر آگئے ان کے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں، انھیں دیکھ کر سہیل نے کہا محمدؐ شرط پوری کرنے کا یہ پہلا موقع ہے، آپ نے فرمایا، مگر ابھی یہ دفعہ تسلیم نہیں ہوئی ہے، سہیل نے کہا اگر تم ابو جندل کو حوالہ نہ کروگے تو ہم کسی شرط پر صلح نہ کریں گے، آنحضرت صلعم نے بہت اصرار کیا، مگر سہیل کسی طرح نہ مانے صحابہ نے ابو جندل کو حوالہ کرنے کی بہت مخالفت کی، لیکن درحقیقت یہ صلح آیندہ کامیابیوں کا دیباچہ تھی، اس لیے رسول اللہ صلعم نے سہیل کی شرط مان لی، اور ابو جندل اسی طرح پابجولان واپس کر دیئے گئے، اور عہدنامہ مکمل ہو گیا[1]

سنہ ۸ھ میں جب آنحضرت صلعم نے مکہ پر چڑھائی کی تو کسی خونریزی کی نوبت نہیں آئی، لیکن چند متعصب قریشیوں نے خالد بن ولید کی مزاحمت کی، ان مزاحمت کرنے والوں میں سہیل بھی تھے[2] اس مزاحمت میں کچھ آدمی مارے گئے، اور مکہ فتح ہو گیا،

فتح مکہ کے بعد صنادید قریش کی قوتیں پارہ پارہ ہو گئیں، اور ان کے لئے دامن رحمت کے علاوہ کوئی جائے پناہ باقی نہ رہی، اس وقت وہی سہیل جنھوں نے دو سال پیشتر حدیبیہ میں مانی اور فاتحانہ شرائط پر صلح کی تھی بے بس و لاچار گھر کے اندر کنواڑے بند کرکے

---

[1] یہ تمام تفصیلات بخاری کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحہ مع اہل الحرب سے ماخوذ ہیں "رسول اللہ" مٹانے کا واقعہ بخاری باب عمرۃ القضا سے لیا گیا ہے،

[2] ابن سعد حصہ مغازی، باب غزوۂ فتح، و سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۴۸،

چھپ رہے، اور اپنے لڑکے ابو جندل کے پاس جن پر اسلام کے جرم مین طرح طرح کی سختیان کی تھین پیام کہلا بھیجا کہ "مارے جانے سے پہلے میری جان بخشی کراؤ"، ابو جندل لاکھ مشق ستم رہ چکے تھے لیکن پھر بھی بیٹے تھے اور اسلام نے اس مقدس رشتے کی اہمیت اور زیادہ واضح کردی تھی، اس لئے بلا تامل اس حکم کی تعمیل کے لئے سر خم کر دیا اور خدمتِ نبوی مین حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ والد کو امان مرحمت فرمایئے، ان کی سفارش پر رحمتِ عالمؐ نے سہیل کی تمام گذشتہ خطاؤن سے درگذر فرمایا اور ارشاد ہوا کہ وہ خدا کی امان مین مامون ہین، بلا خوف و خطر گھر سے نکلین، اور گرد و پیش کے لوگون کو ہدایت فرمائی کہ جو شخص سہیل سے ملے خبردار وہ ان کی طرف نہ لپکے میری عمر کی قسم سہیل صاحبِ عقل و شرف ہین، ان کے جیسا شخص اسلام سے ناواقف نہین رہ سکتا، بیٹے نے جا کر باپ کو رسول اللہ صلعم کا ارشاد سنایا یہ شانِ کرم دیکھ کر سہیل کی زبان سے بے اختیار یہ حقیقت آمیز کلمات نکل گئے کہ "واللہ وہ بچپن مین بھی نیک تھے اور بڑی عمر مین بھی نیک ہین"[1]

اسلام | بالآخر آنحضرت صلعم کے اس عفو و کرم نے یہ معجزہ دکھایا کہ سہیل حنین کی واپسی کے وقت آپ کے ساتھ ہو گئے اور مقام جعرانہ پہنچکر خلعتِ اسلام سے سرفراز ہوئے، آنحضرت صلعم نے ازراہِ مرحمت حنین کے مالِ غنیمت مین سے سو اونٹ عطا فرمائے گو فتح مکہ کے بعد کے مسلمانون کا شمار مؤلفۃ القلوب مین ہے لیکن سہیل اس زمرہ مین اس حیثیت سے ممتاز ہین کہ اسلام کے بعد ان سے کوئی بات اسلام کے خلاف ظہور پذیر نہ ہوئی، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہین، کان محمود الاسلام من حین اسلم،[3]

فتنۂ ردہ کی مساعی | چنانچہ آنحضرت صلعم کے بعد جب ارتداد کا فتنہ اٹھا تو بہت سے مؤلفۃ القلوب

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۸۱، [2] ایضاً، [3] اصابہ ج ۲ ص ۱۴۷،

ڈگمگا گئے لیکن سہیل کے ایمان مین ذرہ برابر بھی تذبذب نہ پیدا ہوا، اور انھون نے قبائل مکہ کو اسلام پر قائم رکھنے کی بڑی کوشش کی چنانچہ جب انھون نے قبائل مکہ مین اسلام سے برگشتگی کے آثار دیکھے تو تمام قبیلہ والون کو جمع کرکے تقریر کی کہ

"برادران اسلام! اگر تم لوگ محمدؐ کی پرستش کرتے تھے تو وہ دوسرے عالم کو سدھار گئے اور اگر محمدؐ کے خدا کی پرستش کرتے تھے، تو وہ حیٔ قیوم اور موت کی گرفت سے بالا ہے، برادران قریش تم سب سے اخیر مین اسلام لائے ہو اسلئے سب سے پہلے اسکو چھوڑنے والے نہ بنو، محمدؐ کی موت سے اسلام کو کوئی صدمہ نہین پہنچ سکتا، بلکہ وہ اور زیادہ قوی ہوگا، مجھکو یقین کامل ہے کہ اسلام آفتاب و ماہتاب کی طرح ساری دنیا مین پھیلے گا، اور سارے عالم کو منور کریگا، یاد رکھو جس شخص نے دائرۂ اسلام سے باہر قدم رکھنے کا ارادہ کیا اوس کی گردن اڑا دون گا[1]"

سہیل کی اس موثر دلپذیر اور پرجوش تقریر نے مذبذبین کے دلون مین پھر اسلام راسخ کردیا، اور مرکز اسلام (مکہ) فتنۂ ارتداد کی وبا سے بچ گیا، اس طرح آنحضرت صلعم کی اس پیشینگوئی کی تصدیق ہوگئی کہ ممکن ہے سہیل سے کبھی پسندیدہ فعل کا ظہور ہو۔

فتنۂ ارتداد کے فرو کرنے مین ان کے گھر بھر نے بلیغ کوشش کی چنانچہ یمامہ کی مشہور جنگ مین سہیل کے بڑے صاحبزادے عبداللہ شہید ہوئے، حضرت ابوبکرؓ جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو سہیل کے پاس تعزیت کے لئے اون کے گھر گئے، انھون نے کہا مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ شہید اپنے ستر اہل خاندان کی شفاعت کریگا، مجھکو امید ہے کہ میری سب سے پہلے شفاعت کیجائیگی[2]

شام کی فوج کشی، شام کی فوج کشی کے سلسلہ مین جب حضرت عمرؓ نے تمام ممتاز افراد کو جمع کیا

---

[1] یہ تقریر سیرت کی کتابون مین کسی قدر طویل ہے، ہم نے محض خلاصہ نقل کیا ہے، [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۷۳،

تو شیوخ قریش بھی آئے حضرت عمرؓ سب کو درجہ بدرجہ بلاتے تھے، اور گفتگو کرتے تھے، چنانچہ سب سے اول متقدمین فی الاسلام مہاجرین اولین کو بلایا اور صہیبؓ، بلالؓ، عمار بن یاسرؓ کو اور دوسرے بدری صحابہ کو شرف باریابی بخشا، ابو سفیان کی رعونت پر یہ تقدم بہت گران گذرا، انھوں نے کہا، آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا ان غلاموں کو اندر بلایا جاتا ہے، اور ہم لوگ دروازہ پر بیٹھے ہوئے ہیں، ہماری طرف کوئی توجہ نہیں کیجاتی، ابو سفیان کی اس بے جا نخوت پر سہیل کی خوش بیان زبان نے طنزاً کہا، کس قدر عقلمند آدمی ہو، لوگو! تمھارے چہروں پر برہمی کے آثار کیوں ہیں اگر تم کو غصہ کرنا ہے تو خود اپنے اوپر کرو، ہماری قوم کو اسلام کی یکساں دعوت دی گئی لیکن ان لوگوں نے اس کے قبول کرنے میں سبقت کی اور تم نے تاخیر کی خدا کی قسم جس فضل میں وہ تم سے بازی لے گئے، وہ باریابی کے تقدم سے جس کے لئے تم بگڑ رہے ہو کہیں زیادہ تمھارے لئے سخت اور تکلیف دہ ہونا چاہئے، تم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ تم پر سبقت لے گئے، اور اب اس سبقت کی تمھارے لئے کوئی سبیل باقی نہیں ہے، اس لئے اب تم کو جہاد کا یہ موقع نہ کھونا چاہئے، اس میں شریک ہو شاید خدا تم کو جہاد کی شرکت اور شہادت کا شرف عطا فرمائے یہ سچی اور حقیقت آمیز باتیں کہہ کر دامن جھاڑا اور جہاد میں شریک ہو گئے،[1] اس سلسلہ کی مشہور جنگ یرموک میں فوج کے ایک دستہ کے افسر تھے[2]

وفات: سعد بن فضالہ جو شام کے جہاد میں سہیل کے ساتھ تھے، بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سہیل نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ خدا کی راہ میں ایک گھڑی صرف کرنا گھر کے تمام عمر کے اعمال سے بہتر ہے، اس لئے اب میں شام کا جہاد چھوڑ کر گھر نہ جاؤں گا، اور یہیں جان دونگا، اس عہد پر اس سختی سے قائم رہے کہ طاعون عمواس میں بھی نہ ہٹے،

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۸۱، [2] طبری ص ۲۰۹۳،

اور ۱۸ھ میں اسی وبا میں شام کے غربتکدہ میں جان دی[۱]،

تلافی مافات | جیسا کہ ناظرین کو سہیل کے ابتدائی حالات سے اندازہ ہوا ہوگا کہ ان کی قبول اسلام سے پہلے کی زندگی کا پورا صفحہ سواد معصیت سے سیاہ تھا، اسلام کی مخالفت، آنحضرت صلعم پر ناپاک حملے مسلمانوں کی ایذا رسانی وغیرہ کوئی ایسا عناد نہ تھا، جو انھوں نے اسلام کے خلاف نہ ظاہر کیا ہو، اس لئے قبول اسلام کے بعد اوس کی تلافی کی فکر ہوئی، اور ہمہ تن تلافی مافات میں منہمک ہو گئے، چنانچہ جس قدر مال و دولت وہ مشرکین کی حمایت اور اسلام کی مخالفت میں صرف کر چکے تھے، اسی قدر اسلام کی راہ میں صرف کیا، اور جس قدر لڑائیاں کفر کی حمایت میں لڑی تھی، اتنے ہی جہاد خدا کی راہ میں کئے[۲]، پھر اپنے پورے گھر کو لے کر شام کے جہاد میں شریک ہوئے اور ایک لڑکی اور ایک پوتی کے علاوہ تمام اولادوں کو اسلام کی قربان گاہ پر چڑھا دیا[۳]،

یہ حسن تلافی کا ایک منظر (جہاد فی سبیل اللہ) ہے، اسی طرح سہیل کی پیشانی مدتوں اصنام مکہ کے سامنے سجدہ ریز رہ چکی تھی، اس کی تلافی کے لئے خدائے قدوس کے آستانہ پر اسی قدر جبین سائی کرنی تھی، چنانچہ قبول اسلام کے بعد وہ ہمہ تن عبادت و ریاضت کی طرف متوجہ ہو گئے، علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ سہیل بن عمرو اسلام کے بعد بکثرت نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے، اور صدقات دیتے تھے[۴]، صاحب اسد الغابہ کا بیان ہے کہ "روسائے قریش میں جو بالکل آخر یعنی فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے سہیل بن عمرو سے زیادہ نمازیں پڑھنے والا، روزہ رکھنے والا، صدقہ دینے والا، اور آخرت کے دوسرے اعمال میں تمدہی کرنے والا کوئی نہ تھا، شدت ریاضت سے سوکھ کر کانٹا ہو گئے تھے، رنگ و روپ بدل گیا تھا، اکثر رویا کرتے تھے، بالخصوص قرآن

---

[۱] اصابہ ج ۳ ص ۱۴۸، [۲] ایضاً ص ۱۴۷،

[۳] استیعاب ج ۲ ص ۵۹۳، [۴] ایضاً،

کی تلاوت کے وقت بہت روتے تھے، مشہور فاضل صحابی حضرت معاذ بن جبلؓ سے قرآن کی تلاوت حاصل کرنے جاتے تھے اور آنکھون سے آنسوؤن کا دریا بہتا رہتا تھا۔[1]

جاہلی عصبیت سے نفرت

جاہلیت کے تمام جذبات بالکل فنا ہو گئے تھے، اون کے دوران تعلیم مین حضرت معاذ بن جبلؓ مکہ سے چلے گئے لیکن انھون نے تعلیم کا سلسلہ ترک نہ کیا، اور معاذ کے پاس جا کر پڑھتے تھے، ایک دن ضرار بن ازور نے کہا تم اس خزرجی کے پاس کیون قرآن پڑھنے جاتے ہو؟ اپنے خاندان کے کسی آدمی سے کیون نہین پڑھتے، یہ متعصبانہ اعتراض سنکر سہیل نے جواب دیا ضرار! اسی تعصب نے ہماری یہ گت بنائی ہے اور دوسرے ہم سے کتنا بڑھ گئے، خدا کی قسم مین ضرور معاذ کے پاس جایا کرون گا، اسلام نے جاہلیت کے تمام تعصبات اور امتیازات مٹا دیئے اور اسلام کے شرف کی وجہ سے خدا نے ان قبائل کو جو جاہلیت مین بالکل ہیچ تھے بلند مرتبہ کر دیا، کاش ہم نے ان کا ساتھ دیا ہوتا، تو آج ہم بھی آگے ہوتے، مین تو اپنے گھرانے کے مردون عورتون بلکہ اپنے غلام عمیر بن عوف کے تقدم فی الاسلام کے شرف پر خوش ہوتا ہون، اور خدا کا شکر ادا کرتا ہون، اور یقین رکھتا ہون کہ انھین لوگون کی دعاؤن نے مجھے فائدہ پہنچایا، ورنہ مین بھی اپنے دوسرے ہمعصرون کیطرح جو اسلام کے خلاف لڑائیون مین مارے گئے ہلاک ہو گیا ہوتا، مین بدر، احد اور خندق مین معاندانہ شریک ہوا، معاہدۂ حدیبیہ مین نے ہی لکھوایا تھا، ضرار جب مین حدیبیہ کے معاہدہ مین رسول اللہ صلعم کی بات کو بار بار رد کرنے اور باطل پر اڑنے کو یاد کرتا ہون تو مجھے رسول اللہ صلعم سے شرم معلوم ہوتی ہے۔[2]

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۷۲، [2] ایضاً،

۵۸۔ حضرت شیبہؓ بن عتبہ

نام ونسب، شیبہ نام، ابوہاشم کنیت، نسب نامہ یہ ہے، شیبہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف ابن قصی قرشی عبشمی، شیبہ کے والد عتبہ اور بہنوئی ابوسفیان اسلام کے بڑے دشمن تھے، عتبہ جنگِ بدر مین قریشی فوج کے سپہ سالار تھے،

اسلام، گو شیبہ کا گھرانا اسلام کی دشمنی سے تیرہ و تار ہو رہا تھا، لیکن فتحِ مکہ کے بعد جب دوسرا قریش کے لئے کوئی جائے پناہ باقی نہ رہی تو شیبہ بھی مسلمان ہوگئے[۱]

جنگ یرموک، عہد نبوی اور عہدِ صدیقی مین کہین ان کا پتہ نہین چلتا، عہدِ فاروقی مین میدان جہاد مین قدم رکھا اور شام کی مشہور جنگ قادسیہ مین ایک آنکھ شہید ہوئی[۲]

وفات، شام کی فتح کے بعد یہین مستقل سکونت اختیار کرلی اور یہین عہدِ عثمانی مین وفات پائی[۳] بعض روایتون سے امیر معاویہ کے زمانہ مین وفات کا پتہ چلتا ہے،

فضل وکمال، فضل وکمال کے اعتبار سے ممتاز شخصیت رکھتے تھے، چنانچہ اربابِ سیر انھین فاضل صحابہ مین شمار کرتے تھے[۴] ابووائل اور ابوہاشم اوسی نے اون سے روایت کی ہے[۵]

آنحضرت صلعم کی خدمت مین بہت بے باک تھے اور کبار صحابہ انھین درجل صالح بھلے آدمی کے لقب کے یاد کرتے تھے، کہیل بن حرملہ روایت کرتے ہین کہ ابوہریرہ دمشق آئے اور ابوکلثوم سدوسی کے مہمان ہوئے، ہم لوگ ان سے ملنے کیلئے گئے، باتون باتون مین صلوٰۃ وسطیٰ

۱؎ ابن سعد ج ۷، ق اول ص ۱۲۸، ۲؎ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۳۸، ۳؎ استیعاب ج ۲ ص ۷۱۹،

۴؎ ایضاً، ۵؎ تہذیب الکمال ص ۱۶۲،

کا ذکر آیا، اس کی تعیین مین اختلاف پیدا ہوا، ابوہریرہؓ نے کہا اس مسئلہ مین تم مین بھی اختلاف ہے جس مین ہم لوگون مین مقام قبا رمین رسول اللہ صلعم کے گھر کے پاس اختلاف ہوا تھا ہم مین ایک رجل صالح ابوہاشم بن عتبہ بن ربیعہ تھے، یہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین بہت بیباک تھے، وہ فوراً آپ کی خدمت مین گئے اور دریافت کرکے واپس آکر بتایا کہ "صلوۃ وسطیٰ" عصر ہے[1]،

دنیاوی ابتلا پر تاسف | عہد نبوی کے بعد مسلمانون کی زندگیان بہت بدل گئی تھین، شیبہ اسے دیکھ کر روتے تھے، ایکمرتبہ شیبہ بیمار ہوئے، اون کے بھانجے امیر معاویہ عیادت کے لئے آئے، شیبہ رونے لگے، معاویہ نے پوچھا آپ روتے کیون ہین، مرض کی تکلیف ہے یا دنیا چھوڑنے کا غم ہے، کہا یہ کچھ نہین ہے، رسول اللہ صلعم نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ "ابوہاشم ممکن ہے تم اس زمانہ تک زندہ رہو جب مسلمانون مین مال کی کثرت ہوگی، ایسے وقت مین تمھارے لئے ایک خادم اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ایک سواری کافی ہے"، اس ارشاد کے مقابلہ مین اتنا کچھ جمع کر رکھا ہے[2]

۵۹- حضرت شیبہؓ بن عثمان،

نام ونسب | شیبہ نام، ابوعثمان کنیت، نسب نامہ یہ ہے، شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ بن عبدالعزیٰ ابن عثمان بن عبدالدار بن قصی قرشی عبدری جہمی، خانہ کعبہ کی کلید برداری انھین کے گھر مین تھی، ان کے والد عثمان جنگ احد مین حضرت علیؓ کے ہاتھون مارے گئے،

اسلام | ان کے اسلام کے بارہ مین دو روایتین ہین، ایک یہ کہ فتح مکہ مین مشرف باسلام ہوئے

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۳۸ [2] استیعاب ج ۲ ص ۶۱۹،

دوسری یہ کہ غزوۂ حنین میں لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے، اس کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ خانہ کعبہ کی تطہیر کے بعد آنحضرت صلعم نے اس کی کنجی عثمان بن طلحہ اور شیبہ کو واپس کی اور فرمایا کہ یہ کنجی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قیامت تک تمہارے پاس رہیگی جو شخص اس کو تم سے چھینے گا وہ ظالم ہوگا،[1]

غزوۂ حنین میں اسلام والی روایت کا یہ واقعہ ہے کہ شیبہ بھی اپنے اہل خاندان کی طرح آنحضرت صلعم کے سخت دشمن تھے حنین کے دن یہ آنحضرت صلعم کے ساتھ بدنیتی سے نکلے، اور آپ کو غافل پاکر حملہ کرنا چاہا، آپ ہوشیار ہو گئے اور انھیں قریب بلایا اس واقعہ سے شیبہ بہت مرعوب اور خوف زدہ ہو گئے، آنحضرت صلعم نے ان کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا اب تم سے شیطان دور ہو گیا، اسلام کی صداقت کے لئے یہ واقعہ کافی تھا، کہ ایک شخص جان لینے کے لئے بڑھتا ہو اور رسول اللہ صلعم اس کی نیت تاڑ جاتے ہیں، اور نرم الفاظ میں مخاطب فرماتے ہیں، چنانچہ شیبہ اسی وقت مشرف باسلام ہو گئے،[2]

غزوۂ حنین، بہر حال حنین میں شیبہ اسلام کی حالت میں شریک ہوئے اور نہایت ثبات و استقلال سے لڑے، جب مسلمانوں کی عارضی شکست میں اون کے پاؤں اکھڑ گئے تو اس وقت بھی شیبہ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی،[3]

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک مرتبہ وہ اور شیبہ خانۂ کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت عمرؓ نے خانۂ کعبہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس گھر میں جس قدر سونا اور چاندی ہے، سب کو مسلمانوں میں تقسیم کر دوں گا، انھوں نے کہا تم کو اس کا کیا حق ہے جب کہ تمہارے دو ساتھیوں (آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکرؓ) نے ایسا نہیں کیا، ان کے استدلال پر حضرت عمرؓ نے فرمایا

[1] استیعاب ج اول ص ۷۰۹، [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۷، [3] استیعاب ج ۲ ص ۷۰۹،

مین انھین دونون کی اقتدا کرتا ہون[1]،

امارتِ حج | شیبہ بہت دنون تک زندہ رہے لیکن کسی سلسلہ مین نظر نہین آتے، حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کے زمانہ کا یہ واقعہ ملتا ہے کہ ۳۹ھ مین جب ان دونون مین کشمکش جاری تھی تو حضرت علیؓ نے قثم بن عباس کو اپنی جانب سے امیرِ حج بنا کر بھیجا اور امیر معاویہؓ نے یزید بن شجرہ کو تو مکہ مین دونون مین امارت کے بارہ مین اختلاف ہوا، اسوقت شیبہ موجود تھے، حضرت ابوسعید خدری نے جھگڑا چکانے کے لئے ان کو امیر بنا یا، ان کی امارت پر فریقین متفق ہو گئے، چنانچہ ۳۹ھ کا حج انھین کی امارت مین ہوا[2]،

وفات | امیر معاویہ کے آخر عہدِ خلافت ۵۹ھ مین وفات پائی، دو لڑکے مصعب اور عبداللہ یادگار چھوڑے[3]،

فضل وکمال | فضل وکمال کے لحاظ سے شیبہ کا کوئی خاص پایہ نہین ہے تاہم حدیث کی کتابین ان کی مرویات سے خالی نہین ہین، ان سے مصعب بن شیبہ، نافع بن مصعب، ابووائل، عکرمہ، اور عبدالرحمن بن زجاج وغیرہ نے روایتین کی ہین، علامہ ابن عبدالبر انھین فضلائے مؤلفۃ القلوب مین لکھتے ہین[4]،

(۲) حضرت صعصعہؓ بن ناجیہ

نام ونسب | صعصعہ نام، باپ کا نام ناجیہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، صعصعہ بن ناجیہ بن عقال ابن محمد بن سفیان بن مجاشع بن دارم بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم تمیمی،

---

[1] بخاری، باب الاقتدا بسنن رسول اللہ، [2] اصابہ ج ۳ ص ۲۱۶، [3] تہذیب الکمال ص ۱۶۸،
[4] استیعاب ج ۲ ص ۲۰۹،

اسلام سے پہلے، صعصعہ کی فطرت ابتداء سے سلیم تھی چنانچہ زمانہ جاہلیت مین جبکہ سارے عرب مین دختر کشی عام تھی اور لوگ لڑکیون کو ننگ قرابت سے بچنے کے لیے زندہ دفن کردیا کرتے تھے، شیبہ کی آغوش محبت لڑکیون کی پرورش کیلئے کھلی تھی اور وہ دوسرون کی لڑکیون کو خرید خرید کر پالتے تھے،

اسلام، وفد تمیم کے ساتھ مدینہ آئے آنحضرت صلعم نے اسلام پیش کیا صعصعہ شروع سے سلیم الفطرت تھے، اس لئے بلا تامل قبول کرلیا، قبول اسلام کے بعد آپ سے کچھ آیات قرآنی حاصل کین پھر پوچھا یا رسول اللہ مین نے جاہلیت مین جو اچھے کام کئے ہین وہ قبول ہون گے اور مجھکو اون کا اجر ملے گا؟ فرمایا کون اعمال کئے ہین، عرض کیا ایک مرتبہ میری دس ماہ کی دو حاملہ اونٹنیان گم ہوگئین مین ایک اونٹ پر سوار ہوکر اون کی تلاش مین نکلا، راستہ مین دو مکان دکھائی دیئے، مین اون مین گیا، ایک مکان مین ایک پیر مرد نظر آیا، سے مجھ سے باتین ہونے لگین، اتنے مین گھر سے آواز آئی کہ اس کے گھر مین ولادت ہوئی، اس نے پوچھا کون بچہ ہوا، معلوم ہوا لڑکی، اس نے کہا اوس کو دفن کردو، مین نے کہا دفن نہ کرو مین اوس کو خریدتا ہون، چنانچہ مین نے اوس کو دو اونٹنی اون کے دو بچے اور اپنی سواری کا اونٹ دیکر لڑکی لے لی، اس طریقہ سے ظہور اسلام تک مین تین سو ساٹھ دفن ہونے والی لڑکیون کو فی لڑکی دس دس مہینہ کی دو دو حاملہ اونٹنیان اور ایک ایک اونٹ دیکر خریدا، اس کا مجھے کوئی اجر ملے گا؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم کو خدا نے اسلام کے شرف سے سرفراز کیا ہے، اس لئے ان تمام نیکیون کا اجر ملے گا[1]

صعصعہ کے اعمال حسنہ محض لڑکیون کو بچانے تک محدود نہ تھے، بلکہ وہ غربا پرور بھی تھے، اور غریبون اور محتاجون کے لئے ان کا دست کرم ہمیشہ دراز رہتا تھا، ضروریات سے

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۱،

جو کچھ بچتا تھا، اوس کو پڑوسیون اور مسافرون مین تقسیم کر دیتے تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم سے عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس ضروریات سے جو کچھ بچتا ہے اوس کو مین پڑوسیون اور مسافرون کے لیے رکھ چھوڑتا ہون، فرمایا پہلے مان، باپ بھائی، بہن اور قریبی رشتہ دارون کو دیا کرو[1]،

وفات، وفات کے زمانہ کے بارہ مین ارباب سیر خاموش ہین،

اولاد، مشہور شاعر فرزدق ان کا پوتا تھا، چنانچہ اوس نے اس فخریہ شعر

وجدی الذی منع الوائدات فاحیا الوئید فلم توأد

مین صعصعہ ہی کے کارنامہ کی طرف اشارہ کیا ہے،

۱۶۔ حضرت صفوان بن امیہ،

نام ونسب، صفوان نام، ابو وہب کنیت، نسب نامہ یہ ہے، صفوان بن امیہ بن خلف بن وہب ابن جمح قرشی، زمانہ جاہلیت مین صفوان کا خاندان نہایت معزز اور مفتخر تھا، ایسار یعنی تیرون سے پانسہ ڈالنے کا عہدہ انھین کے گھر مین تھا، کوئی پبلک کام اوس وقت تک نہ ہو سکتا تھا، جب تک پانسہ سے اس کا فیصلہ نہ ہو جائے،

قریش کے دوسرے معززین کی طرح صفوان کا باپ امیہ بھی اسلام کا سخت مخالف تھا، حضرت بلالؓ اسی کی غلامی مین تھے، جن کو وہ اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے بڑی عبرت انگیز سزائین دیتا تھا، بدر مین اوس کا سارا کینہ مسلمانون کے استیصال کے ارادہ سے نکلا، حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے امیہ کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا، لیکن میدان جنگ مین حضرت بلالؓ کی نظر اس پر پڑ گئی، یہ چلائے کہ دشمن اسلام امیہ کو لینا

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۶۰،

ان کی آواز پر مسلمان چاروں طرف سے امیہ پر ٹوٹ پڑے، حضرت عبدالرحمن بن عوف نے بچانا چاہا اور بچانے کے لئے امیہ کے اوپر لیٹ گئے، لیکن بلال کی فریاد کے سامنے ان کی کسی نے نہ سنی اور تیروں سے چھید چھید کر امیہ کا کام تمام کر دیا، اس کی مدافعت میں حضرت عبدالرحمن بن عوف بھی زخمی ہوئے۔[1]

بدر میں مشرکین کی شکست اور باپ کے قتل نے صفوان کو بہت زیادہ مشتعل کر دیا، ایک دن یہ اور عمیر بن وہب بیٹھے ہوئے بدر کے واقعات کا تذکرہ کر رہے تھے، صفوان نے کہا مقتولین بدر کے بعد زندگی کا مزہ جاتا رہا، عمیر نے جواب دیا سچ کہتے ہو، کیا کہیں اگر قرض کا بار نہ ہوتا اور بال بچوں کے مستقبل کی فکر نہ ہوتی تو محمد کو قتل کر کے یہ قصہ ہی ختم کر دیتا، صفوان باپ کے خون کے انتقام کے لئے بیتاب تھے، بولے یہ کون بڑی بات ہے میں ابھی تمہارا قرض چکائے دیتا ہوں، رہا اہل و عیال کا معاملہ تو ان کے متعلق بھی یقین دلاتا ہوں کہ تمہارے بعد اپنے بال بچوں کی طرح ان کی کفالت اور خبر گیری کروں گا، چنانچہ عمیر کو آمادہ کر کے انھیں ایک زہر میں بجھی ہوئی تلوار دیکر آنحضرت صلعم کا قصہ چکانے کے لئے مدینہ بھیجا، مگر مدینہ پہنچنے کے بعد جب وہ رسول اللہ صلعم کے پاس گئے تو یہ راز فاش ہو گیا، اور عمیر مسلمان ہو گئے۔[2]

اس سازش کی ناکامی کے بعد صفوان نے جن جن کے اعزہ بدر میں مارے گئے تھے انھیں ساتھ لیکر ابوسفیان کو بدلہ لینے پر آمادہ کیا، اس کا نتیجہ احد کی صورت میں ظاہر ہوا، ابوسفیان مسلمانوں کی عارضی شکست کے بعد مکہ واپس ہو رہا تھا، مگر پھر یہ خیال کر کے کہ اس وقت مسلمان کمزور ہیں ان سے پورا بدلہ لینا چاہا، لیکن صفوان نے کہا کہ اس مرتبہ ہم کامیاب ہو گئے ہیں، ممکن

---

[1] بخاری کتاب الوکالۃ، [2] طبقات ابن سعد تذکرہ عمیر بن وہب،

آیندہ خلاف نتیجہ نکلے، اس لئے لوٹنا مناسب نہین ہے، ان کے سمجھانے پر ابو سفیان لوٹ آیا[۱]

سنہ ۳ھ مین بعض نو مسلم قبائل کی درخواست پر آنحضرت صلعم نے اون کی تعلیم کیلئے قاری صحابہ کی ایک جماعت بھیجی تھی، راستہ مین بنی لحیان نے ان پر حملہ کر دیا، اس حملہ مین چند صحابہ شہید ہوئے، اور چند زندہ گرفتار کئے گئے، گرفتار ہونے والون مین ایک صحابی زید بن دثنہ تھے، انھین بیچنے کے لئے مکہ لایا گیا، صفوان نے خرید کر اپنے باپ کے بدلہ مین قتل کیا[۲]

اس کے بعد صفوان کو اسلام سے پہلی سی پرخاش باقی نہ رہی، بلکہ اندرونی طور پر وہ متاثر ہونے لگے، چنانچہ سنہ ۸ھ مین جب غزوۂ خیبر پیش آیا تو دوسرے آلات حرب مہیا ہو گئے، لیکن زرہین نہ تھین، آپ نے صفوان سے مانگ بھیجین، انھون نے کہا عاریۃً یا غصبًا، فرمایا عاریۃً، چنانچہ صفوان نے چند زرہین عاریۃً دین، یہ پہلا موقع تھا کہ ان کے جیسے دشمن اسلام کی جانب سے اس کی امداد کا کوئی کام ہوا، ان زرہون مین سے غزوۂ خیبر مین چند ضائع ہو گئین آنحضرت صلعم نے تاوان دینا چاہا، لیکن صفوان نے قبول نہ کیا، اور کہا یا رسول اللہ آج اسلام کیجانب میر امیلان ہو رہا ہے[۳] لیکن قومی عصبیت نے اس میلان کو دبا دیا، اور فتح مکہ مین مسلمانون سے مزاحم ہوئے[۴]

فتح مکہ کے بعد جب روساے قریش کا شیرازہ بکھر گیا اور اون کے لئے کوئی جاے پناہ باقی نہ رہ گئی تو ان مین سے اکثر آنحضرت صلعم کے لطف و کرم اور عفو و درگذر کو دیکھکر مشرف باسلام ہو گئے، اور بعضون نے اپنی گذشتہ کرتوتون کے خوف اور بعضون نے تعصب کیوجہ سے راہ فرار اختیار کی، صفوان نے بھی جدہ کا رستہ لیا، اون کے عزیز اور قدیم رفیق عمیر بن

[۱] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۱۱۱ [۲] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۷۱، [۳] مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۴۰۱ [۴] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۴۸

ابن وہب نے جو بدر کے بعد ہی مشرف باسلام ہو گئے تھے، آنحضرت صلعم سے عرض کیا یا رسول اللہ سردار قوم صفوان ابن امیہ آپ کے خوف سے بھاگ گئے ہیں، آپنے فرمایا وہ مامون ہیں عمیر نے کہا یا رسول اللہ جان بخشی کی کوئی نشانی مرحمت ہو، آپ نے ردائے مبارک دی، کہ وہ اسے دکھا کر صفوان کو اسلام کی دعوت دیں اور انھیں آنحضرت صلعم کے پاس بلا لائیں، اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو فبہا ورنہ انھیں غور کرنے کیلئے دو مہینہ کی مہلت دیجائے عمیر ردائے مبارک لیکر صفوان کی تلاش میں نکلے، اور انھیں ردائے مبارک دکھا کر مدینہ واپس لے آئے، واپس آنے کے بعد صفوان آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مجمع عام میں بلند آواز سے آپ سے پوچھا محمد! عمیر بن وہب نے مجھ سے تمہاری چادر دکھا کر کہا ہے کہ تم نے مجھکو بلایا ہے، اور مجھے اختیار دیا ہے کہ اگر میں پسند کروں تو اسلام قبول کروں ورنہ دو مہینہ کی مہلت ہے، آنحضرت صلعم نے فرمایا ابو وہب سواری سے اترو، انھوں نے کہا جب تک صاف نہ بتاؤ گے نہ اترونگا، آنحضرت صلعم نے فرمایا دو کے بجائے تمکو چار مہینے کی مہلت ہے[1]

اس عفو و درگذر اور نرمی و ملاطفت کے بعد بھی صفوان اپنے مذہب پر قائم رہے لیکن اسلام کے ساتھ کوئی پرخاش باقی نہیں رہی، چنانچہ اسکے بعد ہی جنگ حنین اور طائف ہوئی اسمیں بھی انھوں نے اسلحہ سے مسلمانوں کی امداد کی اور خود بھی دونوں لڑائیوں میں شریک ہوئے[2]، آنحضرت صلعم نے حنین کے مال غنیمت میں سے سو اونٹ انھیں مرحمت فرمائے[3]، یہ مرحمت پیمبرانہ دیکھکر صفوان نے کہا کہ ایسی فیاضی نبی ہی کرسکتا ہے[4]، انکی بیوی ان سے پہلے مشرف باسلام ہو چکی تھیں لیکن آنحضرت صلعم نے دونوں میں تفریق نہیں کی[5]

اسلام آنحضرت صلعم کے اس طرز عمل سے متاثر ہو کر غزوہ طائف سے چند دنوں بعد مشرف باسلام ہو گئے، آنحضرت صلعم نے نکاح کی تجدید نہیں فرمائی[6]

مدینہ کی ہجرت اور واپسی صفوان تاخیر اسلام کی وجہ سے ہجرت کے شرف سے محروم رہ گئے تھے، کسی نے ان سے کہا جو ہجرت کے شرف سے محروم رہا وہ ہلاک ہو گیا، صفوان یہ سنکر ہجرت کرکے مدینہ چلے آئے[7] اور حضرت عباسؓ کے یہاں اترے، آنحضرت صلعم کو ان کی ہجرت کی خبر ہوئی تو فرمایا فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے، اور صفوان سے پوچھا کس کے یہاں اترے ہو، عرض کی عباس کے یہاں، فرمایا ایسے قریشی کے یہاں جو قریش کو بہت زیادہ محبوب رکھتا ہے، پھر انھیں مکہ واپس جانے کا حکم دیا، اس حکم پر صفوان مکہ واپس گئے اور بقیہ زندگی مکہ ہی میں بسر کی[8]

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۶۴ و موطا امام مالک ص ۱۱۱، [2] موطا امام مالک ص ۱۱۱، [3] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۰۰ و استیعاب ج اول ص ۳۰۴، [4] موطا حوالہ مذکور، [5] ایضاً، [6] ایضاً ص ۲۱۳، [7] استیعاب ج اول ص ۳۰۴، [8] ایضاً

جنگ یرموک، | حضرت عمرؓ کے زمانہ مین شام کی فوج کشی مین مجاہدانہ شریک ہوئے اور اس سلسلہ کی مشہور جنگ یرموک مین ایک دستہ کے افسر تھے[1]

وفات | امیر معاویہ کے عہد خلافت مین وفات پائی[2] وفات کے بعد دو لڑکے امیہ اور عبد اللہ یادگار چھوڑے،

فضل وکمال | فضل وکمال کے لحاظ سے کوئی خاص مرتبہ نہ تھا، تاہم احادیث سے انکا دامن علم یکسر خالی نہین ہی، امیہ، عبد اللہ، صفوان بن عبد اللہ، حمید بن حجیر، سعید بن مسیب، عطا، طاؤس، عکرمہ اور طارق بن مرقع وغیرہ نے ان سے روایتین کی ہین[3]، البتہ اس عہد کے دوسرے ممتاز علوم مین کمال رکھتے تھے چنانچہ خطابت، فصاحت وبلاغت مین جو اس عہد کے کمالات تھے صفوان کا شمار بلغاے عرب مین تھا[4]،

عام حالات، | فیاضی اور سیر چشمی ان کی فطرت مین تھی، زمانۂ جاہلیت ہی سے وہ قریش کے فیاض اور عالی حوصلہ لوگون مین تھے اور انکا دسترخوان لوگون کیلئے صلاے عام تھا[5]،

۴۲ حضرت صفوانؓ بن معطل

نام ونسب، | صفوان نام، ابو عمر کنیت، نسب نامہ یہ ہے، صفوان بن معطل بن رحضہ بن خزاعی بن محارب بن مرہ بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بهثہ بن سلیم بن منصور سلمی،

اسلام، | ۵ھ مین مشرف باسلام ہوئے[6]

---

[1] طبری ص ۲۰۹۳، [2] استیعاب ج ۲ ص ۳۲۹، [3] تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۴۲۴، [4] اصابہ ج ۳ ص ۲۳۷، [5] استیعاب ج ۲ ص ۳۲۹، [6] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۸،

غزوات قبولِ اسلام کے بعد سب سے اول غزوۂ مریسیع میں شریک ہوئے، خندق میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، اسر یۂ کرز بن جابر میں بھی پیش پیش تھے[1]، غزوات میں عموماً ساقہ، یعنی فوج کے اس آخری حصہ پر مامور ہوتے تھے جو فوج کے پیچھے پیچھے چلتا ہے تاکہ فوج کے بھولے بھٹکے ہوئے آدمیوں اور گری پڑی ہوئی چیزوں کو ساتھ لیتا چلے، غزوۂ بنی المصطلق میں بھی صفوان اس خدمت پر مامور تھے، اس غزوہ میں حضرت عائشہؓ چھوٹ گئی تھیں، چنانچہ صفوان انھیں ساتھ لیتے آئے، منافقین نے اس کو بہت مکروہ صورت میں مشہور کیا، لیکن کلامِ پاک نے اس افترا پردازی کا پردہ چاک کردیا، اس موقع پر آنحضرت صلعم نے صفوان کے متعلق یہ رائے ظاہر فرمائی تھی، ماعلمت منہ الا خیرا میں ان میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتا[2]،

بعض صحابہ جن میں حسان بن ثابتؓ بھی تھے منافقوں کے فریب میں آگئے، صفوان نہایت باحمیت تھے اور پھر ام المومنین کا معاملہ تھا، اس لئے قدرۃً انھیں تکلیف پہنچی اور جوشِ حمیت میں انھوں نے حسان پر تلوار چلادی، حسان نے آنحضرت صلعم سے اس کی شکایت کی آپ نے اس کے معاوضہ میں حسان کو کھجور کا ایک باغ دلوایا[3]،

عہدِ خلفاء حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت ۱۹ھ میں آرمینیہ کی فوج کشی میں شریک ہوئے، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی معرکہ میں جامِ شہادت پیا اور بعض سے معلوم ہوتا ہے امیر معاویہ کے زمانہ تک زندہ تھے، اور روم کی معرکہ آرائیوں میں شریک ہوئے انھیں میں سے کسی معرکہ میں ران کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی[4]،

وفات، غرض باختلافِ روایت ۱۹ھ یا ۵۸ھ میں وفات پائی،

فضل وکمال صفوان کو مذہبی معلومات کی بڑی تلاش وجستجو رہتی تھی، جن چیزوں سے ناواقف

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۸، [2] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ عزوجل ان الذین جاؤا بالافک عصبۃ منکم الخ، [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۶، [4] ایضاً و استیعاب ج اول ص ۳۲۹،

ہوتے تھے اسے براہ راست رسول اللہ صلعم سے پوچھ لیتے تھے ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ سے ایسے مسائل پوچھنا چاہتا ہوں جن سے آپ واقف ہیں، مگر میں ناواقف ہوں فرمایا، پوچھو، عرض کی شب و روز میں کوئی وقت ایسا بھی ہے جس میں نماز مکروہ ہو اس استفسار پر آپ نے تینوں مکروہ اوقات مفصل بتائے[1]،

گو صفوان سے بہت کم روایتیں ہیں تاہم وہ فضل و کمال کے لحاظ سے صحابہ کی جماعت میں ممتاز شمار کئے جاتے تھے، علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں کان خیراً فاضلاً[2] شاعر بھی تھے، مگر عام طور سے شاعری نہیں کرتے تھے بلکہ جب کوئی خاص موقع آتا تھا تو اشعار موزون ہوجاتے تھے، حسان بن ثابت پر وار کرتے وقت بھی دو شعر کہے تھے[3]،

شجاعت | شجاعت و بہادری میں بہت ممتاز تھے اور اس زمانہ کے مشہور بہادروں میں شمار تھا[4]،

۴۳۔ حضرت ضحاکؓ بن سفیان

نام و نسب | ضحاک نام ابو سعد کنیت "سیاف رسول" لقب نسب نامہ یہ ہے، ضحاک بن سفیان ابن عوف بن کعب بن ابی بکر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ عامری کلابی، مدینہ کے قریب بادیہ میں رہتے تھے،

اسلام و غزوات | فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، آنحضرت صلعم نے انھیں ان کے قبیلہ کے نو مسلموں کا امیر بنایا، فتح مکہ میں جب تمام مسلم قبائل جمع ہوئے تو ان کا قبیلہ بھی

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۸، [2] استیعاب ج اول ص ۳۲۹، [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۶

[4] استیعاب، حوالۂ مذکورہ

نو سو کی جمعیت کے ساتھ آیا، آنحضرت صلعم نے قبیلہ والوں سے مخاطب ہو کر فرمایا تم مین کوئی ایسا شخص ہے جو تمھاری جماعت کو ہزار کے برابر کر دے، یہ کہکر ضحاک کو شرف امارت عطا فرمایا[۱]،

سریہ بنی کلاب | ضحاک نہایت شجاع و بہادر تھے اس لئے اہم امور کے لئے انکا انتخاب ہوتا تھا، چنانچہ ۹ھ مین آنحضرت صلعم نے دعوت اسلام کے سلسلہ مین ان کے قبیلہ بنی کلاب کی طرف جو سریہ روانہ فرمایا تھا وہ ضحاک ہی کی ماتحتی مین گیا تھا[۲]،

غزوات کے علاوہ وہ ذات نبوی کی بھی سپاہیانہ خدمات انجام دیا کرتے تھے چنانچہ بعض بعض مواقع پر وہ آنحضرت صلعم کی حفاظت کے لئے شمشیر برہنہ آپ کی پشت پر کھڑے ہوتے تھے، اس صلہ مین بارگاہ رسالت سے "سیاف رسول" کا معزز لقب ملا تھا[۳]،

فضل و کمال | فضل و کمال مین کوئی خاص پایہ نہ تھا، ان سے صرف چار حدیثین مروی ہین، ابن مسیب اور حسن بصری نے ان سے روایت کی ہے[۴]، حضرت عمرؓ ان کے معلومات پر فیصلہ کر دیا کرتے تھے، حضرت عمرؓ کا خیال تھا کہ مقتول کی دیت مین اس کی بیوی کا کوئی حصہ نہین، لیکن ضحاک کی شہادت پر یہ رائے بدل دی[۵]،

---

[۱] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۶، [۲] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۱۷، [۳] استیعاب ج اول ص ۳۲۶، [۴] تہذیب الکمال ص ۱۷۶، [۵] استیعاب و اسد الغابہ حوالۂ مذکور،

۴۴۔ حضرت ضرار بن ازورؓ

نام و نسب، ضرار نام، ابو ازور کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ضرار بن مالک (ازور) بن اوس بن خذیمہ بن ربیعہ بن مالک بن ثعلبہ بن دودان بن اسد بن خزیمہ اسدی،

اسلام، ضرار اپنے قبیلہ کے ارباب ثروت مین تھے، عرب مین سب سے بڑی دولت اونٹ کے گلے تھے، ضرار کے پاس ہزار اونٹون کا گلہ تھا، اسلام کے جذب و ولولے مین تمام مال و دولت چھوڑ کر خالی ہاتھ آستانِ نبوی پر پہنچے اور عرض کی،[۱]

ترکت الخمور وضرب القداح — واللهو تعللۃ وانتھالا

فیارب لا تغبنن صفقتی — فقد بعت اھلی ومالی بدالا

آنحضرت صلعم نے فرمایا تمھاری تجارت گھاٹے مین نہین رہی،[۲]

قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلعم نے بنی صیدا اور بنی ہذیل کی طرف بھیجا،[۳]

فتنۂ ارتداد، عہد صدیقی مین فتنۂ ارتداد کے فرو کرنے مین بڑی سرگرمی سے حصہ لیا، بنی تمیم کا مشہور مرتد سرغنہ مالک بن نویرہ انھین کے ہاتھون مارا گیا،[۴] اس سلسلہ کی مشہور جنگ یمامہ مین بڑی شجاعت سے لڑے، واقدی کے بیان کے مطابق اس بے جگری سے لڑے کہ دونون پاؤن پنڈلیون سے کٹ گئے، مگر تلوار ہاتھ سے نہ چھوٹی، گھٹنون کے بل گھسٹ گھسٹ کر لڑتے رہے اور گھوڑون کی ٹاپون سے مسل کر شہید ہوگئے،[۵]

---

[۱] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹، [۲] استیعاب ج اول ص ۲۳۸، [۳] ایضاً، [۴] ایضاً، [۵] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹،

شہادت، لیکن واقدی کا یہ بیان بہت مبالغہ آمیز ہے اس حد تک واقعہ صحیح ہے کہ ضرار یمامہ کی جنگ میں نہایت سخت زخمی ہوئے تھے لیکن شہادت کے بارہ میں روایات مختلف ہیں بعض یمامہ میں بتاتے ہیں، بعض اجنادین میں اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ تک زندہ تھے، اور شام کی فتوحات میں شرکت کی، لیکن موسیٰ بن عقبہ کی روایت کی رو سے اجنادین کے معرکہ میں شہادت پائی، یہ روایت زیادہ مستند ہے۔[1]

۷۵ - حضرت ضماد بن ثعلبہؓ

نام ونسب ضماد نام، باپ کا نام ثعلبہ تھا، قبیلہ ازدشنوء سے خاندانی تعلق تھا، طبابت اور جھاڑ پھونک پیشہ تھا، زمانۂ جاہلیت کے آنحضرت صلعم کے دوست تھے۔[2]

اسلام جب مکہ میں اوّل اوّل آنحضرت صلعم نے توحید الٰہی کی صدا بلند کی تو اوس کے جواب میں ہر طرف سے جنون اور دیوانگی کا فتویٰ صادر ہوا، اتفاق سے انھیں دنوں ضماد کسی کام سے مکہ آئے، انھوں نے بھی سنا کہ (نعوذ باللہ) محمدؐ مجنون ہوگئے، طبابت اور جھاڑ پھونک پیشہ تھا، اس لئے گذشتہ تعلقات اور مراسم نے تقاضا کیا کہ محمد کو ضرور دیکھنا چاہئے، ممکن ہے میرے ہاتھوں سے شفا مقدر ہو، چنانچہ خدمت نبوی میں جا کر کہا محمد میں آسیب کا علاج کرتا ہوں، خدا نے میرے ہاتھوں سے بہتوں کو شفا بخشی ہے، اس لئے میں تمہارا بھی علاج کرنا چاہتا ہوں، اس ہمدردی اور طبیبانہ مشورہ کے جواب میں آپ نے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں،

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ من یھدہ اللہ فلا تمام تعریفیں خدا ہی کے لئے ہیں ہم اسکی

[1] اصابہ ج ۳ ص ۲۶۹، [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۴۲،

مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ، واشہد	حمد کرتے ہین اور اس سے استعانت چاہتے ہین
ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ	جسکو خدا ہدایت دیے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہین
واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ،	اور جسکو وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے
	والا نہین مین گواہی دیتا ہون، خدا کے سوا کوئی
	معبود نہین، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک
	نہین اور محمد اس کے بندے اور رسول ہین،

یہ آیتین تلاوت کرکے آنحضرت صلعم کچھ اور فرمانا چاہتے تھے کہ ضماد نے دوبارہ پڑھنے کی فرمایش کی، آپنے تین مرتبہ پڑھکر سنایا، ضماد نہایت غور و تامل کے ساتھ سنتے جاتے تھے اور دل متاثر ہوتا جاتا تھا، جب سن چکے تو کہا مین نے کاہنون کا سجع سنا ہے، ساحرون کی سحر بیانی سنی ہے، شعرا کا کلام سنا ہے، لیکن یہ تو کچھ اور ہی ہے، جو بات اسمین ہے، وہ کسی مین نہین پائی، اس کا عمق سمندر کی گہرائیون کی تھاہ لاتا ہے، ہاتھ بڑھاؤ اور مجھے اسلام کی غلامی مین داخل کرو، اس طریقہ سے عرب کا وہ مشہور طبیب جو جنون کا علاج کرنے آیا تھا، خود اسلام کا دیوانہ بن گیا،[1]

ضماد گو بہت ابتدا مین مشرف باسلام ہوئے تھے لیکن اسلام کے بعد پھر کہین انکا تذکرہ نہین ملتا، صرف ایک موقع پر ان کا نام آتا ہے، آنحضرت صلعم نے ایک سریہ کسی سمت روانہ فرمایا تھا، وہ ضماد کے قبیلہ کی طرف سے گذرا تو یہان سے ایک مطہرہ ملا، امیر سریہ نے پوچھا کہ اس قبیلہ سے کچھ ہاتھ لگا، ایک شخص نے کہا ایک مطہرہ ملا ہے، امیر نے کہا اسے واپس کردو، یہ ضماد کا قبیلہ ہے،[2] اس کے بعد پھر کہین ان کا پتہ نہین چلتا،

[1] مسلم کتاب الجمعہ قولہ ناعوس، [2] ایضاً،

۶۶ حضرت ضمام بن ثعلبہؓ

نام ونسب، ضمام نام، باپ کا نام ثعلبہ تھا، قبیلہ بنی سعد سے نسبی تعلق تھا،

اسلام سے پہلے، ضمام فطرۃً سلیم الطبع تھے، چنانچہ زمانۂ جاہلیت مین بھی جب سارا عرب طرح طرح کے فواحش مین مبتلا تھا ضمام کا دامنِ اخلاق ان سے محفوظ رہا[1]،

اسلام، ۹ھ مین جب اسلام کا چرچا سارے عرب مین پھیل گیا، اور دور دور کے قبائل مدینہ آنے لگے تو ضمام کے قبیلہ نے انھین تحقیقِ حال کے لئے آنحضرت صلعم کی خدمت مین بھیجا، جس وقت یہ پہنچے اس وقت آپ مسجد مین تشریف فرما تھے، مسجد کے دروازہ پر اونٹ باندھکر اندر داخل ہوئے، آنحضرت صلعم کے گرد صحابہ کا مجمع تھا، ضمام نہایت جری اور بے باک تھے، سیدھے آپ کے پاس پہنچے، اور پوچھا تم مین عبد المطلب کا پوتا کون ہے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا مین ہون، ضمام نے کہا محمد! فرمایا ہان، اس کے بعد ضمام نے کہا اے ابن عبد المطلب! مین تم سے سختی کے ساتھ چند سوالات کرونگا، تم آزردہ نہ ہونا، فرمایا نہین آزردہ نہ ہونگا جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو، کہا مین تم سے اس خدا کا واسطہ دلاکر پوچھتا ہون جو تمھارا معبود، تمھارے اگلون کا معبود اور تمھارے بعد آنے والون کا معبود ہے، کیا خدا نے تم کو ہمارا رسول بناکر بھیجا ہے، فرمایا خدا کی قسم ہان، کہا مین تم سے اس خدا کا واسطہ دلاکر پوچھتا ہون جو تمھارا معبود، تمھارے اگلون کا معبود اور تمھارے پچھلون کا معبود ہے کیا خدا نے تم کو یہ حکم دیا ہے کہ بلا کسی کو شریک کئے ہوئے صرف اسی کی پرستش کرین اور اس کے علاوہ

[1] اصابہ ج ۳ ص ۲۷۱،

ان بتون کو چھوڑ دین جن کی ہمارے آبا واجداد پرستش کرتے چلے آئے ہین، فرمایا خدا کی قسم ہان، پوچھا مین تم سے اس خدا کا واسطہ دلاکر پوچھتا ہون جو تمہارا، تمہارے اگلون کا اور تمہارے پچھلون کا معبود ہے، کیا تم کو خدا نے یہ حکم دیا ہی کہ ہم پانچ وقت کی نمازین پڑھین، آنحضرت صلعم نے اثبات مین جواب دیا، ضمام نے اسی طرح روزہ، حج، اور زکوٰۃ اسلام کے تمام ارکان کے متعلق قسم دلا دلاکر سوالات کئے اور آپ اثبات مین جواب دیتے رہے، سوالات کرنے کے بعد ضمام نے کہا مین شہادت دیتا ہون کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہین، اور محمد اسکے بندے اور رسول ہین، اور مین عنقریب ان تمام فرائض کو پورا کرون گا، اور جن جن چیزون سے آپ نے منع کیا ہے انھین چھوڑ دونگا، اور اس مین کسی قسم کی کمی اور زیادتی نہ کرونگا، اس اقرار کے بعد یہ لوٹ گئے، آنحضرت صلعم نے لوگون سے فرمایا کہ اگر اس گیسوون والے نے سچ کہا ہے تو جنت مین جائیگا،[1]

اپنے قبیلہ مین تبلیغ

ضمام بد و فطرت سے طبع سلیم رکھتے تھے، زمانۂ جاہلیت مین بھی ان کا دامن آلودگیون سے پاک رہا، اسلام نے اور جلا دیدی، چنانچہ مدینہ سے واپسی کے بعد انھین اپنے گمراہ قبیلہ کے اسلام کی فکر ہوئی، اور وہ سیدھے بنی سعد پہنچے، اہل قبیلہ ان کی آمد کی خبر سنکر جوق جوق حالات سننے کے لئے جمع ہوئے، یہ لوگ اس خیال مین تھے کہ ضمام کوئی اچھا اثر لے کے آئے ہون گے، مگر اپنی امیدون کے برخلاف ضمام کی زبان سے پہلا جملہ یہ سنا، "لات وعزیٰ کا برا ہو، محترم دیوتاؤن کی شان مین اس گستاخی پر ہر طرف سے "ضمام خاموش، "ضمام خاموش،، تم کو خوف نہین معلوم ہوتا کہ اس گستاخی کی پاداش مین تم کو جنون، برص یا جذام نہو جائے، کی صدائین اٹھین، ضمام نے ان توہمات کا یہ جواب دیا، "تم لوگون کی حالت پر

---

[1] مسند دارمی کتاب الصلوٰۃ باب فرض الوضوء والصلوٰۃ،

پر افسوس ہے، لات وعزیٰ کسی قسم کا نقصان نہین پہنچا سکتے، خدا نے محمد کو رسول بنا کر بھیجا ہے، اور ان پر ایسی کتاب اتاری ہے جو اس (گمراہی) سے نجات دلائیگی جس مین ابتک تم گھرے ہوئے ہو، مین شہادت دیتا ہون کہ محمد خدا کے بندے اور اس کے رسول ہین، مین محمد کے پاس سے تمھارے لئے ایسا پیام لایا ہون جس مین انھون نے بعض چیزون کے کرنے کا حکم دیا ہے اور بعض چیزون سے منع کیا ہے" ان کی اس پرجوش تقریر کا یہ اثر ہوا کہ شام تک پورا قبیلہ اسلام کے نور سے منور ہوگیا[1]۔

فضل وکمال | مذہبی علوم مین ضمام کو کوئی خاص کمال نہ تھا لیکن فہم وفراست، انداز گفتگو اور نمایندگی مین بڑا ملکہ تھا، خود زبان وحی والہام نے انھین سمجھداری کی سند عطا فرمائی تھی چنانچہ ایک موقع پر آپ نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ ضمام سمجھدار آدمی ہین، حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ مین نے ضمام سے بہتر اور مختصر الفاظ مین سوال کرنے والا نہین دیکھا[2]، حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ مین نے کسی قوم مین ضماد سے بہتر کوئی فرد نہین پایا[3]،

۶۷۔ حضرت عامر بن اکوعؓ

نام ونسب | عامر نام، باپ کا نام سنان ہے، دادا کی نسبت سے عامر بن اکوع مشہور ہوئے، نسب نامہ یہ ہے: عامر بن سنان بن اکوع بن عبداللہ بن قشیر بن خزیمہ بن مالک بن سلامان بن اسلم اسلمی،

اسلام | ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جاسکتا، مگر اس قدر معلوم ہے کہ خیبر سے پہلے مشرف باسلام ہوچکے تھے، اور اس مین وہ آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، عامر خوش گلو

---

[1] مسند دارمی کتاب الصلوۃ باب فرض الوضوء والصلوۃ و سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۶۴ و ۳۶۵، [2] اصابہ ج ۳ ص ۲۶، [3] ایضاً ج ۱ ول صفحہ ۱۰۴ صدر ۱

تھے، کسی نے فرمایش کی حدی سناؤ، یہ سواری سے اتر کر سنانے لگے،

اللھم لولا انت ما اھتدینا لا تصدقنا ولا صلینا

"اے خدا اگر تو ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ ہم صدقہ کرتے نہ نماز پڑھتے"

فاغفر فداً لک ما ابقینا وثبت الاقدام ان لاقینا

"جبتک ہم زندہ ہین تجھپر فدا ہون ہماری مغفرت فرما اور جب ہم دشمنون کے مقابلہ مین اٹھین تو ہمین ثابت قدم رکھ"

والقین سکینۃ علینا انا اذا صیح بنا اتینا

"اور ہم پر تسلی نازل کر جب ہم فریاد مین پکارے جاتے ہین تو ہم پہنچ جاتے ہین"

وبالصیاح عولوا علینا

"لوگون نے پکار کر ہم سے استغاثہ چاہا ہے"

آنحضرت صلعم نے آواز سنی تو پوچھا یہ سایق کون ہے؟ لوگون نے کہا عامر بن اکوع، فرمایا خدا ان پر رحم کرے یہ دعا سنکر کسی نے کہا اب ان پر جنت واجب ہو گئی یا نبی اللہ ابھی ان کی بہادری سے فائدہ اٹھانے کا موقع کیون نہ دیا گیا،[1]

شہادت۔ خیبر پہنچکر جب لڑائی کا آغاز ہوا تو عامر نے ایک یہودی کی پنڈلی پر تلوار کا وار کیا، تلوار چھوٹی تھی یہودی کے نہ لگی اور زور مین گھوم کر اس کا سرا خود ان کے گھٹنے پر لگ گیا، اسکے صدمہ سے وہ شہید ہو گئے، اس طرح کی موت پر لوگون نے یہ غلط رائے قائم کی کہ یہ خودکشی ہے، اس لئے عامر کے تمام اعمال برباد ہو گئے، غزوۂ خیبر سے واپسی کے بعد ایک دن آنحضرت صلعم عامر کے

---

[1] آنحضرت صلعم جسے رحمت کی دعا دیتے تھے وہ بہت جلد خلعت شہادت سے سرفراز ہو جاتا تھا، اس لئے کہنے والے (بروایت مسلم یہ حضرت عمرؓ تھے) کو اس کا یقین ہو گیا کہ عامر اسی لڑائی مین شہید ہو جائین گے اسلئے اس نے کہا کہ ہم کو ان کی بہادری سے استفادہ کا موقع کیون نہ دیا گیا،

بھتیجے سلمہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، سلمہ اس عام شہرت سے بہت متاثر تھے، آنحضرت صلعم نے پوچھا خیر ہے، عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں لوگوں کا خیال ہے کہ عامر کے تمام اعمال باطل ہو گئے، فرمایا جو شخص ایسا کہتا ہے وہ جھوٹا ہے، ان کو دوہرا اجر ملے گا،[۱]

۶۸۔ حضرت عائذ بن عمروؓ

نام و نسب | عائذ نام، ابو ہبیرہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عائذ بن عمرو بن بلال بن عبید بن یزید بن رواحہ بن ربیعہ بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن ثور بن ہدمہ بن لاطم بن عثمان ابن عمرو بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر مزنی،

اسلام | ہجرت کے ابتدائی سنوں میں مشرف باسلام ہوئے، صلح حدیبیہ میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، بیعت رضوان کے شرف سے بھی مشرف ہوئے،[۲] لیکن اس کے بعد کسی غزوہ میں ان کا پتہ نہیں چلتا،

بصرہ کا قیام | بصرہ آباد ہونے کے بعد یہاں گھر بنا لیا اور گوشۂ عزلت میں زندگی بسر کرنے لگے، کہیں آتے جاتے نہ تھے،[۳] صرف اوامر و نواہی کی تبلیغ کے لئے گھر سے نکلتے تھے، جب عبید اللہ بن زیاد کی سخت گیریوں سے اہل بصرہ گھبرا گئے تو عائذ نے جا کر اس سے کہا میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ بدترین گلہ بان وہ ہے جو گلہ کے لیے بیدرد اور درشت ہو اس لئے تم کو ایسے ہونا چاہیے،[۴]

وفات | یزید کے عہد حکومت میں بصرہ میں وفات پائی، ان کی وفات کے زمانہ میں عبید اللہ

---

[۱] بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر، [۲] اسد الغابہ ج ۳ ص ۹۰ و بخاری کتاب المغازی باب غزوہ حدیبیہ،

[۳] اصابہ ج ۴ ص ۱۸، [۴] مسلم کتاب الامارة باب فضیلة الامام العادل وعقوبة الجائر الخ

بصرہ کا گورنر تھا، دستور تھا کہ ممتاز اشخاص کی نماز جنازہ گورنر پڑھایا کرتے تھے، عائذ کو اس کا نماز جنازہ پڑھانا منظور نہ تھا چنانچہ وہ ایک صحابی حضرت ابو برزہؓ کو نماز پڑھانے کی وصیت کرتے گئے تھے عبید اللہ حسب دستور نماز پڑھانے کے لئے نکلا تو راستہ میں اس کو عائذ کی وصیت معلوم ہوئی، اس لئے کچھ دور جنازہ کی مشایعت کرکے لوٹ گیا،[1]

فضل وکمال | عائذ آنحضرت صلعم کے ممتاز صحابہ میں تھے، علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں کان من صالحی الصحابہ[2] ان سے سات حدیثیں مروی ہیں، ان میں سے ایک متفق علیہ ہے[3] انکے رواۃ میں معاویہ ابن قرہ، ابو عمران جونی، عامر الاحول، ابو جمرہ ضبعی، حشرج وغیرہ قابل ذکر ہیں، ان کے معاصرین ان کے مذہبی معلومات سے استفادہ حاصل کرتے تھے، ایک مرتبہ ابو جمرہ کو وتر کے متعلق کچھ پوچھنے کی ضرورت پیش آئی تو انھوں نے عائذ سے سوال کیا، عائذ نے ان کے سوال کا تشفی بخش جواب دیا،[4]

۷۹۔ حضرت عباسؓ بن مرداس

نام ونسب | عباس نام، ابو الفضل کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عباس بن مرداس بن ابی عامر بن حارثہ بن عبد بن عبس بن رفاعہ بن حارث بن حی بن حارث بن بہثہ بن منصور سلمی، عباس اپنے قبیلہ کے سردار تھے،

اسلام سے پہلے | عباس کی فطرت ابتدا ہی سے سلیم واقع ہوئی تھی، چنانچہ زمانۂ جاہلیت میں بھی جبکہ سارے عرب میں جام وساغر کا دور چلتا تھا، ان کی زبان بادۂ ناب کے ذائقہ

---

[1] ابن سعد ج ۷، ق اول ص ۲۰، [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۲۰، [3] تہذیب الکمال ص ۱۸۶، [4] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ حدیبیہ،

سے آشنا نہ ہوئی، لوگون نے پوچھا شراب کیون نہین پیتے کہ جرأت وقوت پیدا ہو، کہا مین قوم کا سردار ہوکر بے عقل بننا نہین پسند کرتا، خدا کی قسم میرے پیٹ مین کبھی وہ چیز نہین جاسکتی جو عقل وخرد سے بیگانہ بنادے،[1]

اسلام عباس کے اسلام کا واقعہ غیبی تلقین کا ایک مظہر ہے، ان کے والد ضمار نام ایک بت کی پرستش کرتے تھے، ان سے کہا تم بھی اسے پوجا کرو، یہ تمھارے نفع ونقصان کا مالک ہے، باپ کے حکم کے مطابق یہ بھی ضمار کو پوجنے لگے، ایک دن دوران پرستش مین ایک منادی کی آواز سنی، یہ آواز ضمار کی بربادی اور رسول اللہ کی نبوت کی منادی کر رہی تھی، عباس سلیم الفطرت تھے، اتنا واقعہ تنبیہ کے لیے کافی تھا، چنانچہ فوراً پتھر کو آگ مین جھونک دیا، اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوگئے،[2]

غزوات اسلام لانے کے کچھ دنون بعد اپنے قبیلہ کے نوسو مسلح آدمیون کو لے کر آنحضرت صلعم کی امداد کیلئے آئے، پھر فتح مکہ کی مسرت مین انھون نے ایک پرزور قصیدہ کہا،[3]

فتح مکہ کے بعد حنین مین شریک ہوئے، آنحضرت صلعم نے حنین کے غنیمت مین سے سو اونٹ مرحمت فرمائے،[4] حنین کے بعد طائف اور اوطاس کے غزوات مین بھی ساتھ تھے، ہر جنگ کے خاتمہ پر یہ پرزور قصائد کہتے تھے، ابن ہشام نے سیرۃ مین یہ قصائد نقل کئے ہین، اوپر کی لڑائیون کے علاوہ اور غزوات مین بھی شریک ہوئے، جنگ کے زمانہ مین آتے تھے اور اختتام جنگ کے بعد پھر لوٹ جاتے تھے،[5]

وفات ان کے زمانۂ وفات کی تعیین مین ارباب سیر خاموش ہین، بصرہ کے صحرا مین قیام

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۰۳، [2] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۵۳، [3] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۱۵، [4] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۱۳، [5] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۱۷،

تھا اکثر شہر آیا جایا کرتے تھے،

فضل وکمال، افضل وکمال کے اعتبار سے کوئی لائق تذکرہ شخصیت نہین رکھتے تھے، تاہم ان کی روایات سے حدیث کی کتابین بالکل خالی نہین ہین، اون کے لڑکے کنانہ نے ان سے روایت کی ہے[1]،

شاعری مین البتہ ممتاز حیثیت رکھتے تھے، غزوات کے سلسلہ مین بڑے پر زور قصائد لکھتے تھے، اون کی شاعری مین جوش شجاعت کے ساتھ نور ہدایت کی بھی جھلک ہوتی تھی، اشعار ذیل اس کا ثبوت ہین،

یا خاتم النبآء انك مرسل ... بالحق كل هدى السبيل هداك

اے خاتم النبیین! تم حق کے ساتھ بھیجے گئے ہو اور خدا نے تمکو ہدایت کے تمام راستون کی راہ دکھا دی ہو،

ان الاله بنى عليك محبة ... فى خلقه ومحمداً اسماك

خدا نے تم کو اپنی مخلوق کی محبت کی بنیاد قرار دیا ہے، اور تمھارا نام محمد رکھا ہے،

۷۰۔ حضرت عبداللہ بن ارقم رضؓ،

نام ونسب، عبداللہ نام، باپ کا نام ارقم تھا، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن ارقم بن عبد یغوث ابن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ قرشی، ام النبی حضرت آمنہؓ ان کے والد ارقم کی پھوپھی تھین،

اسلام، فتح مکہ مین مشرف باسلام ہوئے،

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کے پاس کسی کا خط آیا، آپ نے فرمایا اس کا جواب

[1] تہذیب الکمال ص ۱۹۰،

کون لکھے گا، ارقم نے اس خدمت کے لئے اپنے کو پیش کیا اور جواب لکھا، یہ جواب آنحضرت صلعم کو بہت پسند آیا، حضرت عمرؓ بھی موجود تھے، انھون نے بھی پسندیدگی ظاہر کی، اس دن سے عبداللہ مراسلات کی کتابت کی خدمت پر مامور ہو گئے[1]، چنانچہ سلاطین اور امراء کے نام یہی خطوط لکھتے تھے اور جواب بھی یہی دیتے تھے، اور اس دیانت کیساتھ اس فرض کو انجام دیتے تھے کہ پوشیدہ سے پوشیدہ مراسلات ان کی تحویل مین رہتے تھے، مگر یہ کبھی کھول کر نہ دیکھتے تھے[2]،

عہدِ خلفاء حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین بھی اس خدمت پر رہے[3]، حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا تو انھون نے اس عہدہ کے علاوہ اور متعدد خدمتین ارقم کے سپرد کین، چنانچہ وہ حضرت عمرؓ کے خاص مشیرون مین تھے[4]، بیت المال کی نگرانی بھی انھین کے سپرد تھی[5]، حضرت عمرؓ ان کا بہت لحاظ کرتے تھے، ایک مرتبہ بطور اظہار خوشنودی فرمایا اگر تم کو تقدم فی الاسلام کا شرف حاصل ہوتا تو مین کسی کو تمھارے اوپر ترجیح نہ دیتا[6]، حضرت عثمانؓ کے ابتدائی عہد مین بھی وہ اپنے قدیم عہدہ پر مامور رہے لیکن پھر کچھ دنون کے بعد مستعفی ہو گئے[7]،

وفات ۳۵ھ مین وفات پائی، آخر عمر مین آنکھون سے معذور ہو گئے تھے[8]،

فضل وکمال ان سے چند حدیثین مروی ہین، اسلم عدوی اور عروہ نے ان سے روایت کی ہے[9]،

خشیتِ الٰہی خشیتِ الٰہی مذہب کی روح ہے، عبداللہ مین جس حد تک یہ روح ساری تھی اس کا اندازہ حضرت عمرؓ کے ان الفاظ سے کیا جا سکتا ہے، آپ فرماتے تھے کہ مین نے عبداللہ سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا نہین دیکھا[10]،

قومی کام حسبۃً للہ اور بلا معاوضہ انجام دیتے تھے، اور اس پر کسی قسم کا صلہ اور انعام لینا نہین پسند کرتے تھے، حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین جب خزانچی کے عہدہ سے استعفا دیا، تو

---

[1] استیعاب ج اول ص ۳۴۴، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۳۵، [3] ایضاً، [4] ایضاً، [5] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۱۵، [6] ایضاً ص ۱۱۶، [7] ایضاً، [8] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۳۴، [9] تہذیب الکمال ص ۱۹۱، [10] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۱۶،

حضرت عثمانؓ نے تین ہزار اور ایک روایت کی رو سے ۳ لاکھ درہم کی رقم بطور معاوضہ پیش کی، عبداللہ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور کہا میں نے یہ کام حسبۃً للہ کیا ہے، وہی مجھ کو اس کا اجر دیگا،[1]

۱۷۔ حضرت عبداللہ بن ابی امیہؓ

نام و نسب: عبداللہ نام، باپ کا نام حذیفہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن ابی امیہ (حذیفہ) ابن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی، ماں کا نام عاتکہ تھا، عاتکہ عبدالمطلب کی لڑکی تھیں، اس رشتہ سے عبداللہ رسول اللہ صلعم کے پھوپھیرے بھائی ہوئے، اس کے علاوہ وہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے ماں جائے بھائی تھے، غرض عبداللہ کو رسول اللہ صلعم کے ساتھ متعدد قرابتوں کا شرف حاصل تھا،

اسلام سے پہلے: عبداللہ کا گھرانہ زمانہ جاہلیت میں بہت معزز مانا جاتا تھا، ان کے والد ابوامیہ قریش کے مقتدر رئیس تھے، فیاضی اور سیرچشمی اُن کا خاندانی شعار تھا، سفر میں اپنے تمام ہمراہیوں کے اخراجات کا بار خود اٹھاتے تھے، اسی لئے "زاد الراکب"، مسافر کا توشہ ان کا لقب ہو گیا تھا،[2] آنحضرت صلعم نے جب اسلام کی دعوت دی تو سب سے زیادہ مخالفت روسائے قریش کی جانب سے ہوئی، ابوامیہ بھی روسائے قریش میں تھے، اس لئے وہ اور ان کے لڑکے عبداللہ نے بھی آنحضرت صلعم کی بڑی مخالفت کی، عبداللہ رسول اکرم اور مسلمانوں سے سخت عناد رکھتے تھے، کان عبداللہ بن ابی امیہ شدیداً علی المسلمین مخالفاً مبغضاً وکان شدید العداوۃ لرسول اللہ صلعم،[3] آنحضرت صلعم نے جب اپنے چچا ابوطالب کی وفات کے وقت ان سے کلمۂ شہادت

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۶۷، [2] ایضاً ص ۱۱۸، [3] استیعاب ج اول ص ۳۴۸،

پڑھنے کی درخواست کی تو عبد اللہ ہی نے یہ کہہ کر روکا کہ کیا آخر وقت عبد المطلب کی ملت سے پھر جاؤ گے؟[1]

آنحضرت صلعم سے بطور استہزا اور استحالہ کہا کرتے تھے کہ مین اس وقت تک تمھارے اوپر ایمان نہین لاسکتا، جب تک تمھارے لئے زمین سے کوئی چشمہ نہ پھوٹے یا تمھارے لئے کوئی زرنگار محل نہ تیار ہو جائے، سعید روایت کرتے ہین کہ کلام اللہ کی یہ آیت

لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعًا،	ہم اسوقت تک ہرگز تمھارے اوپر ایمان نہین لاسکتے جب تک ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ نہ پھوٹے،

عبد اللہ ہی کے بارہ مین نازل ہوئی تھی،[2]

اسلام لیکن بالآخر اسلام کی قوت تاثیر نے انھین بھی کھینچ لیا، یا وہ بغض و عناد تھا کہ رسول اللہ صلعم کی تعلیمات کا مضحکہ اڑایا کرتے تھے، یا فتح مکہ سے کچھ دنون پہلے خود بخود بلا کسی تحریک کے آستان نبوی کی طرف چلے مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام ثنیۃ العقاب مین آنحضرت صلعم سے ملاقات ہوئی، عبد اللہ کے جرائم اون کے نگاہون کے سامنے تھے، اس لئے بلا وسیلہ سامنے جانے کی ہمت نہ ہوتی تھی، اپنی بہن حضرت ام سلمہؓ کو درمیان مین ڈال کر باریابی کی اجازت چاہی، ان کی فرد عصیان کا ایک ایک جرم آنحضرت صلعم کی نگاہون کے سامنے آگیا، اس لئے آپ نے ملنے سے انکار کر دیا، حضرت ام سلمہؓ نے سفارش کی کہ کچھ بھی سہی پھر بھی پھوپھی زاد بھائی اور سسرالی عزیز ہے، فرمایا، اُنھون نے مکہ مین میرے لئے کیا اُٹھا رکھا، اس مایوس کن جواب کے بعد عبد اللہ نے عالم ناامیدی مین کہا اگر عفو و درگذر کا دروازہ قطعی بند ہو چکا ہے تو در بدر پھر کر بھوک اور پیاس سے تڑپ تڑپ کر جان دیدینگے آنحضرت صلعم

---

[1] بخاری باب الجنائز، [2] استیعاب ج اول ص ۳۴۸، [3] تفسیر ابن جریر طبری ج ۱۵ ص ۱۰۴،

کو اس عزم کی خبر ہوئی تو رحم و کرم کی موجون نے غیظ و غضب کی گرمی کو ٹھنڈا کر دیا، اور عبد اللہ کو باریابی کی اجازت مل گئی اور وہ خلعت اسلام سے سرفراز ہو گئے،[1]

غزوات و شہادت، قبول اسلام کے بعد تلافی مافات کی فکر دامنگیر ہوئی چنانچہ گذشتہ خطاؤن اور گناہون کو دھونے کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کے میدان مین قدم رکھا، اور فتح مکہ حنین اور طائف مین مجاہدانہ شریک ہوئے، غزوۂ طائف مین داد شجاعت دیتے ہوئے ایک تیر لگا یہ تیر تیر قضا ثابت ہوا، اور عبد اللہ شہادت سے سرفراز ہو گئے،[2]

۲ حضرت عبد اللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ

نام و نسب، عبد اللہ نام، ابو محمد کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عبد اللہ بن مالک قشب بن نضلہ بن عبد اللہ ابن رافع بن محضب بن مبشر بن صعب بن دھمان بن نصر بن زہران بن کعب بن حارث ابن عبد اللہ بن نصر بن ازد ازدی،

عبد اللہ کے والد مالک کسی بات پر ناراض ہو کر اپنا قبیلہ چھوڑ کر مکہ چلے آئے تھے اور مطلب بن عبد مناف کے حلیف بن کر یہین بود و باش اختیار کر لی تھی اور مطلب کی پوتی بحینہ سے شادی کر لی تھی، اسی کے بطن سے عبد اللہ پیدا ہوئے اور ماں کی نسبت سے عبد اللہ بن بحینہ مشہور ہوئے،[3]

اسلام، ابن سعد نے مسلمین قبل الفتح کے زمرہ مین لکھا ہے، قبول اسلام کے بعد کسی وقت مکہ سے ترک سکونت کر کے مدینہ سے تیس میل کی مسافت پر مقام بطن ریم مین متوطن ہو گئے،[4]

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۳، [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۱۸، [3] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۵، [4] استیعاب ج اول ص ۳۵۱

وفات | یہیں مروان بن حکم کے آخری زمانہ میں وفات پائی[1]

فضائل وکمالات | عبداللہ فضلائے صحابہ میں تھے، زہد وعبادت ان کا مشغلۂ زندگی تھا، ہمیشہ روزہ رکھتے تھے کان ناسکا فاضلا یصوم الدھر[2]

۷۳۔ حضرت عبداللہ بن بدرؓ

نام ونسب | عبداللہ نام، ابو بعجہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن بدر بن زید بن معاویہ ابن حسان بن اسعد بن ودیعہ بن مبذول بن عدی بن غنم بن ربعہ بن رشدان بن قیس ابن جہینہ جہنی،

اسلام | ابن سعد نے مسلمین قبل الفتح کے زمرہ میں لکھا ہے، آبائی نام عبدالعزیٰ مشرکانہ تھا، آنحضرت صلعم نے بدل کر عبداللہ رکھا،[3] علامہ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک ہجرت کے ابتدائی سنون میں مشرف باسلام ہوئے، اون کی روایت کی رو سے ان کے اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ ہجرت نبوی[4] کے بعد عبداللہ اور ان کے مان جائے بھائی ابو مروعہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے نام پوچھا، عرض کیا، "عبدالعزیٰ"، عزیٰ بت کا بندہ، فرمایا نہیں تم عبداللہ خدا کے بندے ہو، خاندان پوچھا عرض کیا "بنی غیان" گمراہ کی اولاد، فرمایا نہیں تم "بنی رشدان" ہدایت یاب کی اولاد ہو، عبداللہ جس وادی میں رہتے تھے اس کا نام "غویا" تھا، آنحضرت صلعم نے اسے بھی راشد سے بدل دیا، اس طرح عبداللہ کی تمام لغو نسبتون کو بابرکت نسبتون سے بدل دیا،

غزوات | قبولِ اسلام کے بعد سب سے اول غزوۂ احد میں شریک ہوئے،[5] پھر حضرت

---

[1] استیعاب ج اول ص ۱۵۱، ۳۰[2] اصابہ ج ۴ ص ۱۴۴، [3] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۴۶، [4] اصابہ ج ۴ ص ۳۹، [5] ایضاً،

کرز بن جابر فہری کے ساتھ عرنیین کا جنھون نے آنحضرت صلعم کے اونٹون پر چھاپہ مارا تھا تعاقب کیا[1]، فتح مکہ مین تمام مسلمان قبائل شریک ہوئے ہر قبیلہ کا پرچم علحدہ علحدہ تھا عبد اللہ کے قبیلہ مین چار پرچم بردار تھے جنمین ایک عبد اللہ تھے[2]،

تعمیر مسجد | عبد اللہ کا ایک گھر مدینہ مین تھا اور دوسرا جھینہ کے کوہستانی بادیہ مین لیکن عبد اللہ کا شمار مدنی صحابہ مین تھا، مدینہ مین انھون نے ایک مسجد بھی تعمیر کرائی تھی یہ مسجد نبوی کے بعد دوسری مسجد تھی جو مدینہ مین تعمیر ہوئی[3]

وفات | امیر معاویہ کے عہد خلافت مین وفات پائی[4]، وفات کے بعد ایک لڑکا معاویہ نامی یادگار چھوڑا،

۴۷ حضرت عبد اللہ بن بدیل

نام ونسب | عبد اللہ نام، باپ کا نام بدیل تھا، نسب نامہ یہ ہے، عبد اللہ بن بدیل بن ورقا ابن عبد العزیٰ خزاعی، عبد اللہ کے والد بدیل قبیلہ خزاعہ کے سردار تھے،

اسلام وغزوات | فتح مکہ سے پہلے اپنے والد بدیل کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے، فتح مکہ حنین، طائف اور تبوک وغیرہ غزوات مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے[5]،

عہد فاروقی | عبد اللہ نہایت حوصلہ مند بہادر تھے، حضرت عمرؓ کے عہد مین انھون نے بڑے بڑے کارنامے کئے، ۲۳ھ مین جب حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ قم وقاشان کی مہمون مین مصروف تھے تو حضرت عمرؓ نے عبد اللہ کو ان کی مدد کے لئے روانہ کیا کہ وہ اصفہان کی مہم اپنے ہاتھ مین لے کر ابو موسیٰ اشعری کا بار ہلکا کرین، چنانچہ اسی سنہ مین عبد اللہ

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۶۸، [2] ایضاً و اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۲۳، [3] اصابہ ج ۴ ص ۹۰، [4] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۶۸، [5] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۲۴

نے اصفہان کے علاقہ مین پیش قدمی کی اور "رجی" نامی قریہ پر حملہ کرکے یہان کے باشندون کو مطیع بنا کر ان سے جزیہ وصول کیا، رجی کے بعد اصفہان کا رخ کیا، یہان کے حکمران فادوسفان نے شہر چھوڑ کر نکل جانا چاہا، مگر عبداللہ نے اس کا موقع نہ دیا، اور آگے بڑھ کر اسے روک لیا، فادوسفان کے ساتھ تیس منتخب بہادر تھے، اس نے عبداللہ سے کہا بے کار جانون کو ضائع کرنے سے کیا فائدہ آؤ تنہا ہم تم نپٹ لین، عبداللہ کو کیا عذر ہو سکتا تھا، انھون نے منظور کر لیا، دونون کا مقابلہ ہوا، عبداللہ نے نہایت پھرتی سے وار کیا، فادوسفان نے خالی دیا اور اس کے گھوڑے کی زین کو کاٹتا ہوا نکل گیا، فادوسفان نے ان کی شجاعت کا اعتراف کیا کہ تم ایسے عقلمند بہادر کو قتل کرنے کو دل نہین چاہتا ہین اس شرط پر شہر حوالہ کرنے کو تیار ہون کہ یہان کے باشندون کو اس امر کی آزادی دیجائے کہ ان مین جس کا دل چاہے وہ جزیہ دیکر رہے اور جس کا دل چاہے شہر چھوڑ کر چلا جائے، عبداللہ نے یہ درخواست منظور کر لی اور فادوسفان نے شہر حوالہ کر دیا، اصفہان پر قبضہ کرنے کے بعد اوس کے قرب و جوار کے علاقون کی طرف بڑھے، اور چند دنون مین پورا علاقہ بشمول کوہستانی و زرعی اضلاع زیرنگین کر لیا[1]،

عہد عثمانی | ۲۳ھ مین حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی نے کرمان کی مہم پر مامور کیا، عبداللہ نے طبس اور کرین دو قلعے فتح کئے، ان قلعون کی تسخیر سے خراسان کا راستہ صاف ہو گیا[2]، جسے بعد مین عبداللہ بن عامر نے فتح کیا،

عہد مرتضوی | حضرت عثمان رضی کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اور امیر معاویہ کے اختلاف مین عبداللہ معاویہ کے شدید مخالف اور حضرت علی رضی کے پرجوش حامیون مین تھے جب

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۳۲۰، [2] ایضاً ص ۴۰۱،

دونون مین اختلاف شروع ہوا تو عبداللہ نے حضرت علیؓ کے حامیون کے سامنے حسب ذیل تقریر کی :-

اما بعد لوگو! معاویہ نے ایک ایسا دعویٰ کیا ہے جس کے وہ ہرگز مستحق نہین ہین، وہ اس دعویٰ مین ایسے شخص سے جھگڑا کر رہے ہین جو یقیناً اسکا زیادہ مستحق ہے، امیر معاویہ اور اس شخص کا کوئی مقابلہ نہین، معاویہ باطل کو لیکر اٹھے ہین تاکہ حق کو ڈگمگا دین، لوگو! انھون نے قبائل اور اعراب کو گمراہی مین مبتلا کر دیا ہے اور ان کے دلون مین فتنہ و فساد کا بیج بو کر ان سے حق و باطل کی تمیز اٹھا دی ہے، خدا کی قسم تم لوگ یقیناً حق پر ہو، خدا کا نور اور برہان تمھارے ساتھ ہے، سرکشون اور ظالمون کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ اور ان سے جنگ کرو خدا تمھارے ہاتھون انھین عذاب کا مزہ چکھائیگا،

قاتلوا الفئة الباغية الذین نازعوا الامر اھلہ،	لوگو باغی گروہ سے لڑو جنھون نے ایک امر کے اہل و مستحق سے جھگڑا کیا ہے،

تم نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ ایسے لوگون سے جہاد کیا ہے، خدا کی قسم اس بارہ مین اون کی نیت پاک اور اچھی نہین ہے، اس لئے اپنے اور خدا کے دشمنون کے مقابلہ مین اٹھو، خدا تم پر اپنی رحمت نازل فرمائیگا[1]

جنگ صفین کے درمیانی التوا کے بعد محرم الحرام کے اختتام کے بعد جب دوبارہ جنگ شروع ہوئی تو حضرت علیؓ نے عبداللہ کو پیدل فوج کا کماندار بنایا،

شہادت جنگ صفین کا سلسلہ مدتون جاری رہا، پوری فوجین میدان مین بہت کم اترتی تھین، عموماً چھوٹے چھوٹے دستے ایک دوسرے کے مقابلہ مین آتے تھے، ایک دن

---

[1] استیعاب ج اول ص ۱۵۱ و ۳،

عبداللہ بن بدیل اپنا دستہ لے کر اترے، شامیون کی طرف سے ابواعور سلمی ان کے مقابلہ مین آیا، صبح سے شام تک نہایت پرزور مقابلہ ہوتا رہا، عبداللہ اس بہادری سے لڑتے تھے، کہ جدھر رخ کردیتے تھے، شامی کائی کی طرح چھٹ جاتے تھے، ایک حملہ مین زور مین بڑھتے ہوئے امیر معاویہ کے علم تک پہنچ گئے، امیر نے حکم دیا کہ ان پر پتھر برساؤ، اس حکم پر چارون طرف سے پتھر برسنے لگے، اور علیؓ کا یہ جان نثار پتھرون کی بارش سے شہید ہو گیا،[1]

۷۵۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ

نام ونسب عبداللہ نام، ابوجعفر کنیت، عبداللہ رسول اللہ صلعم کے چچیرے بھائی اور حضرت جعفرؓ طیار کے صاحبزادے ہین، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب بن عبدالمطلب ابن ہاشم بن عبد مناف قرشی ہاشمی مطلبی، مان کا نام اسمار تھا، ننہالی شجرہ یہ ہے، اسمار بنت عمیس بن معبد بن تمیم بن مالک بن قحافہ بن عامر بن ربیعہ بن معاویہ بن زید بن مالک بن نسر،

پیدائش عبداللہ کے والد حضرت جعفرؓ مہاجرین کے اس زمرۂ اول مین ہین جنھون نے مشرکین مکہ کے جور و ستم سے تنگ آکر سب سے پہلے وطن چھوڑا اور مع بال بچون کے حبشہ کی غریب الوطنی اختیار کی، عبداللہ اسی غربت کدے مین پیدا ہوئے، اس وقت تک اور کسی حبشی مہاجر کے بچہ نہ پیدا ہوا تھا، اس لحاظ سے عبداللہ حبشی مہاجرین کی جماعت مین پہلے بچہ ہین جو ارض حبشہ مین پیدا ہوئے سنہ ۷ھ مین خیبر کے زمانہ مین جعفر حبشہ سے مدینہ آئے، اس وقت عبداللہ کی عمر سات برس کی تھی، عبداللہ بن زبیر بھی انھین کے ہم وصف (یہ مدنی مہاجرین کے پہلے بچے ہین) اور ہم سن تھے، آنحضرت صلعم نے ان دونون کمسن صحابیون سے مسکرا کر بیعت لی،[2]

---

[1] اخبار الطوال ص ۱۸۰، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۶۷،

حضرت جعفرؓ کی شہادت اور رسول اللہؐ کی تولیت | حبشہ کی واپسی کے کچھ ہی دنون بعد غزوۂ موتہ مین حضرت جعفرؓ نے جام شہادت پیا، آنحضرت صلعم کو سخت قلق ہوا، اور عبد اللہ کی صغر سنی اور یتیمی کی وجہ سے ان پر غیر معمولی شفقت فرمانے لگے، اسی زمانہ مین فرمایا کہ عبد اللہ خَلقاً اور خُلقاً مجھ سے مشابہ ہین، اور ان کا ہاتھ پکڑ کے دعا کی کہ "خدایا ان کو جعفر کے گھر کا صحیح جانشین بنا، اور ان کی بیعت مین برکت عطا فرما، اور مین دنیا اور آخرت دونون مین آلِ جعفر کا ولی ہون[1]"۔

آنحضرت صلعم ہر طرح سے یتیم عبد اللہ کی دلدہی فرماتے تھے، ایک مرتبہ یہ بچون کے ساتھ کھیل رہے تھے، آنحضرت صلعم ادھر سے گذرے تو ان کو اٹھا کر اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیا[2]، اسی شفقت کیساتھ عبد اللہ رسول اللہ صلعم کے دامن عاطفت مین پرورش پاتے رہے، ان کا دسوان سال تھا کہ شفیق بابا کا سایۂ شفقت سر سے اٹھ گیا،

عہد مرتضوی، | خلفاے ثلثہ کے زمانہ مین عبد اللہ کمسن تھے، اس لئے کہین نظر نہین آتے، جنگ صفین مین اپنے دوسرے اہل خاندان کے ساتھ اپنے چچا حضرت علیؓ کے ساتھ تھے اور ان کی حمایت مین شامی فوج سے لڑے[3]، التواے جنگ کے عہد نامہ پر حضرت علیؓ کیجانب سے شاہد تھے، ابن ملجم نے جب حضرت علیؓ کو شہید کیا تو ان کے قصاص مین عبد اللہ ہی نے اس کے ہاتھ پاؤن کاٹ کر بدلہ لیا تھا[4]،

عبد اللہ اور معاویہ، | گو عبد اللہ امیر معاویہ کے مخالف تھے اور حضرت علیؓ کی حمایت مین ان سے لڑے تھے، لیکن امیر نے اس کا کوئی ناگوار اثر نہ لیا تھا اور عبد اللہ کو بہت مانتے تھے، اور

---

[1] اصابہ ج ۴ ص ۸۸، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۶۷، [3] اخبار الطوال، ص ۱۹۱،
[4] ایضاً ص ۲۲۸،

ہمیشہ اون کے ساتھ سلوک کرتے رہتے تھے، عبداللہ اکثر ان کے پاس شام جایا کرتے تھے، امیر معاویہ اون کی بڑی خاطر و تواضع کرتے تھے اور نقد و جنس دیکر واپس کرتے تھے بعض مرتبہ ایک ایک مشت لاکھوں کی رقم ان کو دیدی[۱]،

امیر معاویہ کی بیوی فاختہ کو عبداللہ پر امیر کی یہ عنایتیں بہت ناپسند تھیں اور وہ اتھیں عبداللہ سے برگشتہ کرنے کے لئے عبداللہ کی عیب جوئی مین لگی رہتی تھین، عبداللہ گانا سننے مین مضائقہ نہ سمجھتے تھے، اور کبھی کبھی سن لیا کرتے تھے، ایک مرتبہ جبکہ عبداللہ امیر معاویہ کے مہمان تھے رات کو گانا سن رہے تھے، فاختہ نے گانے کی آواز سنی تو انھین امیر معاویہ کو عبداللہ کے خلاف بھڑکانے کا موقعہ مل گیا، چنانچہ انھون نے جاکر امیر سے کہا جسے تم اتنا عزیز رکھتے ہو چل کر دیکھو اس کے گھر مین کیا ہو رہا ہے، امیر گئے تو گانا ہو رہا تھا، سن کر لوٹ آئے، یہ شروع رات کا واقعہ تھا، پچھلے پہر کو عبداللہ قرآن کی تلاوت مین مصروف ہو گئے، امیر معاویہ کے کانون مین آواز پہنچی تو بیوی سے جاکر کہا تم نے ہمین جو سنوایا تھا اب چل کر اوس کا جواب سن لو[۲]،

وفات، | ۸۰ھ مین مدینہ مین وفات پائی، اموی گورنر آبان بن عثمان نے اپنے ہاتھون سے غسل دیکر کفن پہنایا، اور جنازہ کو کندھا دیا، جب جنازہ جنت البقیع کی طرف چلا تو سارے مدینہ مین کہرام مچ گیا، غلام سینہ کوبی کرکے گویا اون کے ٹکڑے اڑا رہے تھے، اور عوام ہر طرف سے جنازہ پر ٹوٹے پڑتے تھے، آبان کو پہلے سے اس ہجوم کا علم تھا اس لئے اس نے جنازہ کے تخت مین اُٹھانے کے لئے دو لکڑیان لگوادی تھین، اور خود کندھا دیئے ہوئے تھا اس ہجوم مین کسی نہ کسی طرح جنازہ جنت البقیع پہنچا کر خود نماز جنازہ پڑھائی، اور جعفر طیار کی آخری یادگار کو

---

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۶۷، [۲] استیعاب ج اول ص ۳۵۴،

پیوند خاک کیا، آبان عبد اللہ کے اوصاف سے اس قدر متاثر تھے کہ مٹی دیتے وقت روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے خدا کی قسم تم بہترین آدمی تھے، تم مین مطلق شر نہ تھا، تم شریف تھے، تم صلہ رحمی کرتے تھے، تم نیک تھے، ان کی قبر کا یہ کتبہ مدتون اون کی یاد دلاتا رہا[1]

مقیم الی ان یبعث اللہ خلقہ　　　لقاوک لا یرجی وانت قریب

جب تک خدا اپنی مخلوق کو دوبارہ نہ زندہ کرے آرام سے قبر مین مقیم رہو، اگرچہ تم بہت قریب ہو لیکن تم سے ملاقات کی کوئی امید نہین

تزید بلی فی کل یوم و لیلۃ　　　وتنسی کما تبلی وانت حبیب

تم شبانہ یوم مٹتے جاتے ہو اور جس قدر مٹتے جاتے ہو بھولتے جاتے ہو، حالانکہ تم محبوب ہو

فضل وکمال | آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت عبد اللہ بہت کم سن تھے اون کی عمر دس سال سے زیادہ نہ تھی تاہم ہر وقت کے ساتھ کی وجہ سے آپ کی احادیث اون کے حافظہ مین محفوظ رہ گئی تھین جو حدیثون کی کتابون مین موجود ہین، ان مین سے ۲ متفق علیہ ہین، اسمٰعیل، اسحاق، معاویہ، عروہ بن زبیر، ابن ابی ملیکہ اور عمر بن عبد العزیز نے ان سے روایت کی ہے[2]

اخلاق | اوپر گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ "عبد اللہ صورۃً اور سیرۃً میرے مشابہ ہین"، عبد اللہ کی زندگی اس ارشاد گرامی کی عملی تصدیق تھی، آبان انکی تدفین کے وقت ان کے یہ اوصاف گنا تا تھا "خدا کی قسم تم بہترین آدمی تھے، تم مین کسی قسم کا شر نہ تھا، تم شریف تھے، تم صلہ رحمی کرتے تھے، تم نیک تھے[3]" علامہ ابن عبد البر لکھتے ہین کہ عبد اللہ کریم النفس، فیاض، خوش طبع، خوش خلق، عفیف، پاکدامن اور سخی تھے[4]

فیاضی | ان تمام اوصاف مین فیاضی اور سخاوت کا وصف نہایت غالب تھا، سیر چشمی اور دریا دلی ان کے خمیر مین داخل تھی، زمانۂ اسلام مین جزیرۃ العرب مین دس فیاض مشہور

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۳۴، [2] تہذیب الکمال ص ۱۹۳، [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۳۴، [4] استیعاب ج اول ص ۳۵۴،

تھے، لیکن عبداللہ ان سب مین زیادہ فیاض تھے، اور اون کی فیاضی کو کوئی نہین پہنچ سکتا تھا، ایکمرتبہ ان کی غیر معتدل فیاضی پر کسی نے ٹوکا تو جواب دیا، خدا نے میری ایک عادت ڈال دی ہے مین نے اس عادت کے مطابق دوسرون کو بھی عادی بنا دیا ہے، مجھکو ڈر ہے کہ اگر مین یہ عادت چھوڑ دون تو خدا مجھے دینا چھوڑ دیگا،[1]

ایک مرتبہ ایک حبشی نے اون کی مدح مین اشعار کہے، اس کے صلہ مین انھون نے اسکو بہت سے اونٹ، گھوڑے، کپڑے اور درہم و دینار دیئے، کسی نے کہا یہ حبشی اتنے انعام واکرام کا مستحق نہ تھا، جواب دیا اگر وہ سیاہ ہے تو اوس کے بال سپید ہو چکے ہین، اس نے جو کچھ کہا ہے اس کے لحاظ سے وہ اس سے بھی زیادہ کا مستحق ہے، جو کچھ مین نے اسے دیا ہے وہ کچھ دنون مین ختم ہو جائیگا اور اس نے جو مدح کی ہے وہ ہمیشہ باقی رہیگی،[2]

ایک مرتبہ تاجر شکر لے کر مدینہ آئے، اوس وقت بازار سرد تھا، تاجرون کو گھاٹا آیا، عبداللہ نے حکم دیا کہ سب شکر خرید کر لوگون مین تقسیم کر دیجائے،[3]

یزید نے اپنے عہد حکومت مین اون کو بہت بڑی رقم بھیجی، انھون نے اسی وقت کھڑے کھڑے کل رقم مدینہ والون مین تقسیم کر دی، اور ایک حبہ بھی گھر نہ آنے دیا، عبداللہ بن قیس نے اس شعر مین

وما کنت الا کالاغر ابن جعفر   رای المال لا یبقی فابقی له ذکرا

تم اس مرد ابن جعفر کیطرح ہو جس نے سمجھا کہ مال فنا ہو جائیگا اور اس کا ذکر خیر باقی رہجائیگا،

اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے،[4]

زیاد بن اعجم پانچ مرتبہ اون کے پاس دیتون مین امداد کے لئے آیا، انھون نے

[1] استیعاب ج اول ص ۳۴۵، [2] ایضاً، [3] اصابہ ج ۴ ص ۴۹، [4] ایضاً،

پانچون مرتبہ اون کی طرف سے دیت ادا کی، اوس نے ان اشعار مین اپنی منت پذیری کا اظہار کیا،[1]

سألناہ الجزیل فما تلکا ۔۔۔ واعطی فوق منیتنا و زادا

ہم نے اس سے بہت سا مال مانگا اس نے تامل نہین کیا اور ہماری امید سے زیادہ دیا،

واحسن ثم احسن ثم عدنا ۔۔۔ فاحسن ثم عدت لہ فعادا

اور اسنے بار بار بھلائی کی، اور جب جب ہم اُس کے پاس گئے اس نے بھلائی کا اعادہ کیا،

یہ چند واقعات بطور مثال لکھدیئے گئے، ورنہ اس قسم کے بے شمار واقعات ہین، واخبارہ[2] فی جودہ وحلمہ وکرمہ کثیرۃ لا تحصی[3]،

ان غلط بخشیون کی وجہ سے اکثر مقروض رہتے تھے، چنانچہ حضرت زبیرؓ بن عوام کے دس لاکھ کے مقروض تھے، حضرت زبیرؓ کی شہادت کے بعد اون کے صاحبزادہ عبداللہ بن زبیرؓ نے عبداللہ بن جعفر سے کہا کہ والد کی یادداشتون مین دس لاکھ کا قرض تمھارے ذمہ ہے، انھون نے کہا ہان بالکل صحیح ہے مین ہر وقت ادا کرنے کے لئے تیار ہون جب چاہے لے لو،[4]

ناجائز آمدنی سے پرہیز لیکن ان کثیر اخراجات اور غیر محدود فیاضیون کے باوجود کبھی ناجائز مال کا ایک حبہ بھی نہ لیتے تھے اور رشوت کی بڑی بڑی رقمون کو ٹھکرا دیتے تھے، ایکمرتبہ دیہی علاقہ کے زمینداروں نے اپنے کسی معاملہ مین انھین حضرت علیؓ کے پاس گفتگو کرنے کے لئے بھیجا، اون کی وساطت سے زمینداروں کے موافق فیصلہ ہوگیا، اس صلہ مین انھون نے چالیس ہزار کی رقم پیش کی، عبداللہ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور کہا مین بھلائی کو فروخت نہین کرتا،[5]

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۶۷، [2] اصابہ ج ۴ ص ۹۴، [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۳۴، [4] اصابہ ج ۴ ص ۔۔۔

۶۷ حضرت عبداللہؓ بن ابی حدرد،

نام ونسب | عبداللہ نام ابو محمد کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن ابی حدرد بن عمیر بن ابی سلامہ ابن سعد بن حساب بن حارث بن عبس بن ہوازن بن اسلم اسلمی،

اسلام وغزوات، | سنہ ۶ھ کے پہلے کسی وقت مشرف باسلام ہوئے، صلح حدیبیہ مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، خیبر اور دوسرے غزوات مین بھی شریک ہوتے رہے[1]، مالک بن عوف نصری کے حالات کا پتہ لگانے کے لیے جاسوسی کی خدمت انھین کے سپرد ہوئی تھی[2]، رمضان سنہ ۸ھ مین آنحضرت صلعم نے حضرت ابو قتادہؓ انصاری کے زیر امارت جو سریہ بطن اضم روانہ کیا تھا[3]، اس مین عبداللہ بھی تھے[4]

وفات | سنہ ۷۱ھ مین ۸۱ سال کی عمر مین وفات پائی[5]،

معاش کی تنگی، | حضرت عبداللہؓ معاش کی جانب سے بہت غیر مطمئن تھے، بڑی عسرت اور تنگدستی سے زندگی بسر ہوتی تھی، ایک یہودی کے چار درہم کے قرضدار تھے، یہ حقیر رقم بھی ادا نہ ہوسکتی تھی، یہودی نے آنحضرت صلعم سے شکایت کی آپ نے عبداللہ کو حکم دیا کہ اس کا قرض ادا کرو لیکن ان کے امکان مین کچھ نہ تھا، اس لئے معذرت کی، آپ نے دوبارہ تاکید کی، پھر عبداللہ نے تنگدستی کا عذر کیا، اور کہا مین نے اس سے کہدیا ہے کہ رسول اللہ صلعم مجھے خیبر کی طرف بھیجنے والے ہین، وہان مال غنیمت ملے گا تو

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۲۲، [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۴۱، [3] ابن سعد حصہ مغازی ص ۹۶،

[4] ایضاً ج ۴ ق ۲ ص ۲۲، [5] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۷۲،

قرض ادا کر دون گا، لیکن رسول اللہ صلعم مکرر تاکید فرما چکے تھے، اس لئے عبد اللہ نے اپنی چادر بیچ کر قرض ادا کیا[1]

۷۷۔ حضرت عبد اللہ بن زبعری رضی اللہ عنہ

نام و نسب عبد اللہ نام، باپ کا نام زبعری تھا، نسب نامہ یہ ہے، عبد اللہ بن زبعری ابن قیس بن عدی بن سعد بن سہم، بن عمرو بن ھصیص قرشی سہمی،

اسلام سے پہلے قبول اسلام سے پہلے عبد اللہ اسلام اور بانی اسلام کے سخت دشمن تھے ان کا زر و مال، اون کی قوت و طاقت اون کی شاعری اور زبان آوری سب مسلمانون کی ایذا رسانی کے لئے وقف تھی، قریش کے بڑے آتش بیان شاعر تھے، اس کا مصرف آنحضرت صلعم کی ہجو تھی[2]، احد کے مشرک مقتولین کا نہایت زبردست مرثیہ کہا تھا، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا[3]،

اسلام فتح مکہ کے بعد جب معاندین اسلام کا جتھا لوٹا تو عبد اللہ اور ہبیرہ بن وہب نجران بھاگ گئے، عبد اللہ حسان بن ثابت پر بہت سے وار کر چکے تھے، عبد اللہ کے فرار پر انھین بدلہ لینے کا موقع ملا، چنانچہ انھون نے یہ شعر کہا،

لا تعدمن رجلا احلك بغضه ۔۔۔ نجران فی عیش احذ لئیم

"ایسا شخص معدوم نہ ہو جس کے بغض نے تمکو نجران کی ناپسندیدہ اور مکروہ زندگی مین مبتلا کر دیا ہے"

عبد اللہ نے سنا تو نجران سے لوٹ آئے اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے، گذشتہ خطاؤن پر سخت نادم و شرمسار تھے، آنحضرت صلعم سے

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۴۹، [2] استیعاب ج اول ص ۳۶۷، [3] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۴۳،

ان کی معافی چاہی، آپ نے معاف کر دیا، اور اب وہی زبان جو کلمۂ شہادت پڑھنے کے قبل تیر و نشتر کی طرح مسلمانوں کے دلوں پر ہجو کے چرکے لگاتی تھی نعتِ رسول کے پھول برسانے لگی، تمام اربابِ سیر نے ان کے نعتیہ اشعار لکھے ہیں ہم طوالت کے خیال سے انھیں قلم انداز کرتے ہیں، حافظ ابن حجر کے بیان کے مطابق آنحضرت صلعم نے نعت کے صلہ میں انھیں ایک حلہ بھی مرحمت فرمایا تھا،[۱]

غزوات | قبولِ اسلام کے بعد متعدد غزوات میں شریک ہوئے اور جہاد فی سبیل اللہ کا شرف حاصل کیا،[۲]

وفات، | وفات کے بارہ میں اربابِ سیر خاموش ہیں،

۸۷ حضرت عبد اللہ رضہ بن زمعہ

نام و نسب | عبد اللہ نام، باپ کا نام زمعہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، عبد اللہ بن زمعہ بن اسود ابن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی قرشی اسدی، ان کی ماں قریبہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی بہن تھیں، عبد اللہ کا گھرانا روساے قریش میں تھا، اسلئے دوسرے روسائے قریش کی طرح ان کے والد زمعہ بھی اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے، بدر میں مشرکین کے جتھے میں تھے، مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے،[۳]

اسلام | عبد اللہ کے اسلام کا زمانہ متعین نہیں غالباً فتح کے کچھ دنوں قبل یا بعد فتح باسلام ہوئے،

---

۱ اصابہ تذکرۂ عبد اللہ بن زبعری و استیعاب ج اول ص ۳۶۷ ۲ استیعاب ج اول ص ۳۶۷

۳ اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۶۴

عبداللہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے بھانجے تھے، اس رشتہ سے کاشانۂ نبوی میں بہت آیا جایا کرتے تھے، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد مدینہ ہی میں تھے، آپ کے مرض الموت میں حضرت ابوبکرؓ کی غیر حاضری میں انھیں نے حضرت عمرؓ سے نماز پڑھانے کی درخواست کی تھی[1]،

وفات ۶۳ھ میں جنگ دار یا یزید کے عہد حکومت میں حرہ کے واقعہ میں مارے گئے[2]، کئی اولادیں تھیں، ان میں سے کثیر بن عبداللہ اور یزید بن عبداللہ حرہ کے واقعہ میں کام آئے،

فضل وکمال فضل وکمال کے لحاظ سے کوئی لائق ذکر شخصیت نہ رکھتے تھے، لیکن کاشانۂ نبوی کی آمد و رفت کی وجہ سے چند حدیثیں ان کے کانوں میں پڑی رہ گئی تھیں، اس لئے انکی مرویات سے حدیث کی کتابیں یکسر خالی نہیں ہیں، ان میں ایک حدیث متفق علیہ ہے[3] عروہ بن زبیر، اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن نے ان سے روایت کی ہے[4]،

۷۹۔ حضرت عبداللہ بن عامرؓ

نام ونسب عبداللہ نام، باپ کا نام عامر تھا، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن عامر بن کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشی عبشمی عبداللہ حضرت عثمانؓ کے قریبی بھائی تھے،

پیدائش ان کی پیدائش کے بارہ میں روایات مختلف ہیں ایک روایت یہ ہے کہ اپنے والد عامر کے اسلام کے بعد جو فتح مکہ کے زمانہ میں ہوا تولد ہوئے[5] اس صورت میں انکی پیدائش ۸ھ یا ۹ھ میں ہوئی ہوگی لیکن عبداللہ کی آیندہ زندگی کے واقعات سے

[1] اصابہ ج ۴ ص ۱۷ بحوالہ ابوداؤد، [2] ایضاً [3] تہذیب الکمال ص ۱۹۰ و استیعاب ج اول ص ۳۶۶ [4] تہذیب التہذیب ج ۵ تذکرہ عبداللہ بن عامر،

معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہجرت کے ابتدائی برسون مین پیدا ہو چکے تھے، تمام ارباب تاریخ کا بیان ہے کہ عبداللہ عہدِ عثمانؓ ۲۹ھ مین ۲۵ سال کی عمر مین بصرہ کے عامل مقرر ہوئے تھے اس حساب سے اون کی پیدائش ۴ھ یا ۵ھ مین ماننی پڑتی ہے، اور یہی روایت زیادہ صحیح ہے،

بہرحال مدینہ وہ بچپن مین آئے، اور حصولِ برکت کے لئے آنحضرت صلعم کی خدمت مین پیش کئے گئے، آپ نے ان کے منہ مین لعابِ دہن ڈال کر دعا فرمائی، یہ اس آبِ حیوان کو گھوٹ گئے، آنحضرت صلعم نے فرمایا "یہ سقی" سیراب کرنے والا ہوگا[۱]

عہدِ عثمانی، شیخین کے پورے اور حضرت عثمانؓ کے ابتدائی زمانہ مین کم سن تھے، اس لئے اس عہد کا کوئی واقعہ قابلِ ذکر نہین، ہی ۲۹ھ مین حضرت عثمانؓ نے انھین بصرہ کا عامل بنایا گو اس وقت اون کی عمر ۲۵ سال سے زیادہ نہ تھی، لیکن بڑے حوصلہ مند اور بہادر تھے اسلئے بصرہ کی زمامِ حکومت اونکے ہاتھ مین آتے ہی عجم مین فتوحات کا دروازہ کھل گیا، اسی سنہ مین انھون نے ایران کے غیر مقبوضہ علاقون کی طرف پیشقدمی شروع کر دی اور سب سے پہلے اصطخر کو تسخیر کیا، اوس کے بعد جور کی طرف بڑھے، انھین جور کی طرف متوجہ دیکھکر اصطخر کے باشندے باغی ہو گئے، اور یہان کے مسلمان حاکم کو قتل کر دیا، جور کی واپسی کے بعد عبداللہ نے اصطخر کو مطیع بنایا، اصطخر کے بعد کاربان اور فیشجان فتح کیا،[۲] کرمان کا علاقہ انھین کے زیرِ حمایت تسخیر ہوا، ۳۰ھ مین ابن عامر نے خراسان پر فوج کشی کی، اور مختلف حصون پر علٰحدہ علٰحدہ آدمی مقرر کئے، چنانچہ احنف بن قیس کو قہستان پر مامور کیا، انھون نے ترکون سے مقابلہ کرکے باختلافِ روایت بزورِ شمشیر فتح کیا یا ترکون نے ابن عامر کے

---

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۳۹، [۲] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۱ و فتوح البلدان بلاذری ص ۴۱۰،

پاس آکر صلح کرلی، یزید جرشی کو نیشاپور کے علاقہ رستاق زام پر بھیجا انھون نے رستاق زام باخرز اور جوین پر قبضہ کیا، اسود بن کلثوم کو نیشاپور کے ایک اور رستاق بہق پر مامور کیا تھا، یہ اس معرکہ مین شہید ہوئے اور ان کے قائم مقام ادھم بن کلثوم نے بہق فتح کیا،

ایک طرف ابن عامر نے ان لوگون کو متعین کیا تھا، دوسری طرف خود بر سرِ پیکار تھے چنانچہ دہ بشت، اشبند، رخ، زاوہ، خواف، اسبرائن اور ارغیان وغیرہ فتح کرتے ہوئے، نیشاپور کے پایہ تخت ابر شہر تک پہنچ گئے، اور اوس کا محاصرہ کرلیا، کئی مہینہ محاصرہ قائم رہا، آخر مین ابر شہر کے ایک حصہ کے محافظون نے امان لیکر راتون رات مسلمانون کو شہر مین داخل کردیا، لیکن شہر کا مرزبان ایک جماعت کے ساتھ قلعہ بند ہوگیا، مگر یہ بھی زیادہ دنون تک استقلال نہ دکھا سکا، اور جان بخشی کراکے باختلافِ روایت دس لاکھ یا سات لاکھ درہم سالانہ پر صلح کرلی،

پایہ تخت کو تسخیر کرنے کے بعد ابن عامر نے عبد اللہ بن خازم کو نسا کے علاقہ حمراندز روانہ کیا، انھون نے اسکو فتح کرلیا اور نسا کے فرمان روا نے تین لاکھ درہم پر صلح کرلی، ان فتوحات نے قرب وجوار کے رؤسا کو مرعوب کردیا، چنانچہ ابیورد کے حاکم بہمنہ نے خود آکریا عبد اللہ بن خازم کی کوشش سے چار لاکھ پر صلح کرلی، اس سے ابن عامر کا حوصلہ اور بڑھا، اور انھون نے عبد اللہ بن خازم کو سرخس روانہ کیا، انھون نے جاکر اہل سرخس کا مقابلہ کیا، یہان کے مرزبان زادویہ نے بھی صلح کرلی، اور پورا سرخس کا علاقہ زیرنگین ہوگیا،

سرخس کی تسخیر کے بعد ابن خازم نے یزید بن سالم کو کیف اور بینہ روانہ کیا، یزید نے یہ دونون مقامات فتح کئے، اور طوس کے مرزبان کنازتک نے ابن عامر کے پاس آکر ۶ لاکھ درہم پر صلح کرلی

اس سلسلہ کی تکمیل کے بعد ابن عامر نے اوس بن ثعلبہ کی سرکردگی مین ایک فوج ہراۃ روانہ کی، ہراۃ کے فرمان رواکو اس کی خبر ہوئی تو وہ خود ابن عامر کے پاس پہنچا، اور ہراۃ، باذغیس اور بوشنج کے لئے جزیہ دیکر صلح کرلی، البتہ اس علاقہ کے دو مقام طاغون اور باغون اس صلح نامہ مین داخل نہ تھے، کیونکہ یہ دونون بزور شمشیر فتح ہوچکے تھے ایک روایت یہ ہے کہ ابن عامر نے بہ نفس نفیس ہراۃ پر حملہ کیا تھا لیکن اس روایت کی روسے بھی آخر مین مرزبان نے صلح کرلی تھی،

ان بڑے بڑے فرمان رواؤن کی مصالحت کو دیکھ کر مرو شاہجہان کے مرزبان نے بھی ابن عامر سے صلح کی درخواست کی، انھون نے حاتم بن نعمان کو عقد مصالحت کیلئے بھیجا، اور ۲۲ لاکھ پر صلح ہوگئی، ایک قریہ نہج کے علاوہ مرو کا پورا علاقہ صلحاً مطیع ہوا صرف نہج پر زبردستی قبضہ کیا گیا تھا،

مرو کے بعد ابن عامر نے احنف بن قیس کو طخارستان روانہ کیا، انھون نے مروالرود کے ایک قلعہ کا جو بعد مین قصر احنف کے نام سے مشہور ہوا محاصرہ کیا، اس کے متعلق ایک بہت بڑا پرگنہ شق الجرذ تھا، یہان کے باشندون نے بھی پورے پرگنہ پر ۳ لاکھ دیکر صلح کرلی، اس صلح کے بعد احنف نے اصل شہر مروالروز کا محاصرہ کیا، یہان کے باشندون نے شروع مین نہایت سخت مقابلہ کیا لیکن انجام کار شکست کھاکر مروالرود کے قلعہ مین پناہ لینے پر مجبور ہوگئے، یہ صورت دیکھکر یہان کے مرزبان نے ۶۰ ہزار پر صلح کرلی، مرالروذ کی فتح کی تفصیلات مین بہت اختلافات ہین لیکن نتیجہ سب کا احنف کی کامیابی ہے، مروالروذ کو لینے کے بعد احنف لوٹے تو معلوم ہوا کہ حریف جوزجان مین جمع ہین، انھون نے اقرع بن حابس تمیمی کو ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا، اقرع نے

جوزجان کو فتح کیا، اس کے بعد احنف طالقان اور فاریاب کو فتح کرکے بلخ پہونچے اہل بلخ نے ۴ یا ۷ لاکھ پر صلح کرلی،

جب ابن عامر نیشاپور کو فتح کرتے ہوئے نہر جیحون کے اس پار تک پہنچ گئے اور ماوراء النہر کے باشندوں کو اس کی خبر ہوئی، تو انھوں نے پیش قدمی کرکے صلح کرلی بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عامر نے ماوراء النہر کے علاقہ کو عبور کرکے خود ہر ہر مقام پر جاکر عقد مصالحت منعقد کیا اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ماوراء النہر والوں نے خود آکر مصالحت کی، اس مصالحت میں بے شمار مویشی لونڈی غلام اور کپڑے ملے، ماوراء النہر کے علاقہ کو مطیع بنانے کے بعد قیس بن ہیثم کو اپنا قائم مقام بناکر دار الخلافہ لوٹ آئے[1]

عبداللہ بن عامر کی فتوحات کا رقبہ نہایت وسیع ہے، ایران کے غیر مفتوحہ علاقوں سے لیکر خراسان اور ماوراء النہر تک کا علاقہ سب انھیں کی زیر قیادت زیر نگین ہوا، علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ عبداللہ نے اطراف فارس خراسان کا پورا علاقہ، اصفہان، حلوان، اور کرمان فتح کیا[2] ان مذکورہ مقامات کے علاوہ سجستان اور غزنہ بھی انھیں کے زیر امارت فتح ہوئے[3] غرض عہد عثمانی میں مشرقی مفتوحات کا بیشتر حصہ انھیں نے زیر نگین کیا،

حج شکرانہ | ان فتوحات کے بعد حج شکرانہ ادا کیا، پھر مکہ سے مدینہ آئے اور مال غنیمت کا بڑا حصہ مہاجرین و انصار میں تقسیم کیا، اس کا اہل مدینہ پر بڑا اثر پڑا، ان فرائض سے سبکدوش ہوکر پھر اپنے دار الحکومت بصرہ آئے[4]

---

[1] یہ تمام حالات فتوح البلدان بلاذری ص ۴۰۱ تا ۴۱۵ سے ملخصاً ماخوذ ہیں، [2] استیعاب ج اول ص ۴۰۷، [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۱، [4] ایضاً

جنگ جمل حضرت عثمانؓ کی شہادت تک اپنے فرائض منصبی ادا کرتے رہے حضرت عثمانؓ کی شہادت کا حادثہ ایسا الم انگیز تھا کہ غیر متعلق اشخاص تک اس سے سخت متاثر تھے، اور عبداللہ تو ان کے عزیز قریب تھے، اس لئے وہ اس حادثہ کی خبر اور بدامنی کے حالات سنکر بیت المال کا روپیہ لیکر مکہ چلے گئے، یہان حضرت طلحہؓ زبیرؓ اور حضرت عایشہ صدیقہؓ سے ملاقات ہوئی یہ لوگ حضرت عثمانؓ کے قصاص کی نیت سے شام جانے کا قصد کر رہے تھے، ابن عامر نے کہا آپ لوگ میرے ساتھ بصرہ چلئے وہ دولت مند شہر ہے، وہان مددگار بھی ملین گے اور میرے اثرات بھی ہین اون کی دعوت پر یہ بزرگوار بصرہ آئے[۱]، جنگ جمل مین شروع سے آخر تک ساتھ رہے، اس جنگ مین بنی قیس، بنی ثقیف اور انصار کی کمان انھین کے ہاتھون مین تھی[۲]،

جنگ صفین جنگ صفین مین البتہ کہین نمایان طور پر نظر نہین آتے، تاہم بالکل غیر جانبدار بھی نہ تھے چنانچہ التواے جنگ پر جو معاہدہ ہوا تھا اس مین بحیثیت شاہد کے ان کے دستخط بھی تھے

امام حسنؓ کے مقابلہ مین معاویہ کی حمایت چونکہ عبداللہ بن عامر حضرت عثمانؓ کے عزیز تھے اس لئے وہ شروع سے آخر تک حضرت علیؓ کے مخالف رہے، چنانچہ آپ کی شہادت اور حضرت حسنؓ کی مسند نشینی کے بعد جب امیر معاویہ نے حضرت حسنؓ پر فوجکشی کی تو مقدمۃ الجیش مین ابن عامر کو بھیجا، یہ حضرت حسنؓ کے مقابلہ کے لئے مدائن پہنچے، حضرت حسنؓ کو انکی پیشقدمی کی خبر ہوئی تو آپ بھی مقابلہ کو نکلے، لیکن مقام ساباط مین پہنچکر اون کی فوج نے کمزوری دکھائی اور بعض خارجیون نے حملہ کرکے زخمی کر دیا، اس لئے حضرت حسنؓ پھر مدائن لوٹ گئے، اور زخم بھرنے تک قصر ابیض مین مقیم رہے، شفایاب ہونے کے

---

[۱] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۱، [۲] اخبار الطوال ص ۱۵۶،

بعد پھر مقابلہ کے لئے نکلے، اس دوران مین امیر معاویہ بھی انبار پہنچ چکے تھے، جب حضرت حسنؓ اور عبد اللہ بن عامر بالمقابل ہوگئے تو ابن عامر اس موقع پر ایک چال چلے، حضرت حسنؓ کی فوج کو مخاطب کرکے کہا کہ مین خود لڑنا نہین چاہتا، میری حیثیت محض معاویہ کے مقدمۃ الجیش کی ہے اور وہ خود انبار تک پہنچ چکے ہین، اس لئے حسنؓ کو سلام کے بعد میرا یہ پیام پہنچا دو کہ اون کو اپنی ذات اور اپنی جماعت کی قسم کہ وہ جنگ ملتوی کردین، ان کا یہ افسون کارگر ہوگیا، حضرت حسنؓ کے ساتھی یہ پیام سنکر جنگ سے پیچھے ہٹنے لگے، حضرت حسنؓ نے اسے محسوس کیا، تو وہ پھر مدائن لوٹ آئے، اس کے بعد عبد اللہ نے مدائن کا محاصرہ کر لیا، حضرت حسنؓ پہلے ہی سے کشت و خون سے برداشتہ خاطر تھے، اپنے ساتھیون کی کمزوری دیکھ کر چند شرائط پر امیر معاویہ کے حق مین خلافت سے دست بردار ہوگئے، ابن عامر نے یہ شرطین امیر معاویہ کے پاس بھجوا دین، انھون نے تمام شرطین منظور کر لین[1]،

بصرہ کی ولایت حضرت حسنؓ کی دست برداری کے بعد جب عراق بھی امیر معاویہ کے قبضہ مین آگیا اور انھون نے جدید انتظامات کے سلسلہ مین کسی کو یہان کا گورنر بنانا چاہا تو عبد اللہ بن عامر نے کہا بصرہ مین میرا بہت سامال و متاع ہے، اگر میرے علاوہ کوئی دوسرا عامل بنایا جائیگا تو وہ سب ضائع ہو جائیگا، چنانچہ معاویہ نے انھین کو عامل بنا دیا، اور یہ دوبارہ تین سال تک یہان کے عامل رہے، پھر معزول کر دیئے گئے[2]،

وفات معزولی کے بعد مدینہ چلے آئے، باختلاف روایت ۵۷ھ یا ۵۸ھ مین یہین وفات پائی[3]،

تمول عبد اللہ بن عامر قریش کے بڑے صاحب ثروت اشخاص مین تھے، سیکڑون

۱؎ اخبار الطوال ص ۲۲۴ و ۲۳۱، ۲؎ اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۲، ۳؎ تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۷۴،

فتوحات حاصل کین، ان مین مالِ غنیمت کا پانچوان حصہ ملتا رہا، دو مرتبہ بصرہ کے گورنر ہوئے، آمین کافی دولت پیدا کی، ان کا لاکھون روپیہ مختلف کامون مین لگا ہوا تھا، جیسا کہ انھون نے ایک موقع پر امیر معاویہ سے ظاہر کیا تھا، اس کے علاوہ مکہ کے قرب و جوار مین باغات اور زمینین تھین[1]

فیاضی خدا نے جس طرح انھین صاحبِ ثروت بنایا تھا ویسے ہی وہ فیاض بھی تھے، کان احد الاجواد الممدوحین یعنی وہ عرب کے مشہور ممدوح فیاضون مین سے ایک فیاض تھے[2] حج سے واپسی کے بعد جب مدینہ گئے تو مالِ غنیمت کے حصہ مین سے ہزارون روپیہ مہاجرین و انصار مین تقسیم کیا[3]، اون کی وفات پر زیاد اعجم نے ان کی فیاضی کا نہایت پرزور مرثیہ لکھا تھا[4] بڑے بڑے صحابہ اون کی فیاضی کے معترف تھے، حضرت عثمان رضنے جب حضرت ابو موسیٰ اشعری رض کو بصرہ سے معزول کر کے اون کی جگہ عبد اللہ کو مقرر کیا، تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رض نے جاتے وقت اہلِ بصرہ کو ان الفاظ مین عبد اللہ کی آمد کی اطلاع دی کہ، تمھارے پاس قریش کا ایک معزز نوجوان آرہا ہے، جو تم مین اس طرح (ہاتھون سے بتا کر) روپیہ پیسہ برسائیگا[5]

انتظامی قابلیت، گو عبد اللہ بن عامر مذہبی علوم مین کوئی پایہ نہین رکھتے تھے لیکن انتظامی امور مین بڑا ملکہ تھا، وہ جہانگیری کے ساتھ جہاندار بھی تھے، انھون نے اپنے زمانۂ حکومت مین رعایا کی آرام و آرایش کے لئے بصرہ مین نہر کھدوائی، اور بہت سے مکانات خرید کر بازار بنوایا[6]، اس کے علاوہ اور بہت سے رفاہ عام کے کام کئے، خصوصاً عرب کی خشک سرزمین مین بکثرت پانی روان کیا، عرفات مین حجاج کو پانی کی تکلیف ہوتی تھی، عبد اللہ نے بڑے بڑے حوض اور تالاب بنوا کر ان مین نہرون سے پانی اُتارا[7]، عرفات کے علاوہ مختلف مقامات پر بکثرت کنوین کھدوائے وله ابار فی الارض کثیرۃ یہ غالباً آنحضرت صلعم کی اس پیشین گوئی کا اثر تھا کہ یہ مسقی، سیراب کرنے والا ہوگا[8]

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۲، [2] ایضاً، [3] ایضاً، [4] استیعاب ج اول ص ۳۴۸، [5] بلاذری ذکر عبد اللہ بن عامر، [6] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۲، [7] ایضاً، [8] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۳۹،

۸۰ حضرت عبداللہ بن عبدنہمؓ

نام ونسب: عبد اللہ نام، ذوالبجادین لقب، نسب نامہ یہ ہے، عبد اللہ بن عبدنہم بن عفیف بن سحیم بن عدی بن ثعلبہ بن سعد بن عدی بن عثمان بن عمرو،

اسلام: باپ کا سایہ بچپن ہی مین سر سے اُٹھ گیا، چچا نے بڑے لطف ومحبت سے پرورش کی، اور خرچ کیلئے نہایت فیاضی سے دیتے تھے، ٹوٹے ہوئے دلون مین قبول حق کا مادہ زیادہ ہوتا ہے، اسلئے عبد اللہ کا دل حسین یتیمی نے بہت گداز پیدا کر دیا تھا، ہوش سنبھالتے ہی اسلام سے متاثر ہو گیا، چچا کافر تھے، انھین جب معلوم ہوا کہ بھتیجے نے محمد کا مذہب اختیار کر لیا تو ساری شفقت ومحبت سرد مہری سے بدل گئی اور عبد اللہ سے کہا اگر تم نے محمد کا دین قبول کر لیا تو کچھ دیا لیا ہے سب چھین لونگا، جس دل مین ایمان کی دولت بھر چکی تھی وہ دنیوی مزخرفات کو کیا دھیان مین لا سکتا تھا، عبد اللہ نے کہا اگر ایسا ہے تو مین مسلمان ہون، یہ بے باکانہ جواب سن کر چچا نے جو کچھ دیا تھا سب چھین لیا حتیٰ کہ بدن کے کپڑے تک اتروا لئے، عبد اللہ اسی حالت مین مان کے پاس پہنچے، مان کی مامتا سے اس حالت مین نہ دیکھا گیا، ایک چادر تھی اوس کے دو ٹکڑے کر کے عبد اللہ کے حوالہ کی، انھون نے ایک کا تہ بند بنایا اور ایک کی چادر، اعزہ اقربا سے ناتہ ٹوٹ چکا تھا، نماز فجر کے وقت مسجد نبوی مین پہنچے اور آنحضرت صلعم کے ساتھ نماز پڑھی، نماز کے بعد حسب معمول رسول اللہ صلعم سب سے مصافحہ کرنے اور آنے والون پر نظرین دوڑانے لگے، عبد اللہ پر نظر پڑی پوچھا تم کون ہو؟ عرض کی عبد العزیٰ، فرمایا تم عبد اللہ ذوالبجادین (دو چادرون والے) ہو، تم میرے دروازہ پر رہا کرو، آستانہ نبوی کی دربانی سے بڑھ کر کیا شرف ہو سکتا تھا، چنانچہ

عبداللہ باب نبوی پر رہنے لگے، اور جب تک زندہ رہے اس در کی دربانی نہ چھوڑی،[1]

وفات: ۹ھ میں آنحضرت صلعم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں گئے، وقت آخر ہوچکا تھا معمولی بیمار پڑکر تبوک کے لشکرگاہ میں وفات پاگئے، خود آقائے نامدار نے صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کیساتھ مل کر رات کی تاریکی میں مشعل جلاکر قبر کھودی اور اپنے دست مبارک سے عبداللہ کی لاش قبر میں اتار کر دعا فرمائی، "خدایا میں اس سے راضی تھا تو بھی رضامندی ظاہر فرما، غرض آستان نبوی کا یہ دربان اس قابل رشک طریقہ پر سرکار دوعالمؐ کے ہاتھوں پیوند خاک ہوا، اس واقعہ کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عبداللہ کی موت پر اتنا رشک آیا کہ دل نے کہا کاش ان کے بجائے میں مرا ہوتا،[2]

عبادت: عبداللہ کا دل سوز ایمان اور گداز قلب سے پھکا جاتا تھا، اور آستان نبوی ان کی پرسوز تہلیل و تسبیح اور تلاوت قرآن سے گونجا کرتا تھا، ایک دن حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ یہ ریاکار معلوم ہوتا ہے، فرمایا نہیں وہ سوز قلب رکھنے والوں میں ہیں،[3]

۱۸-حضرت عبداللہؓ بن مغفل مزنی،

نام ونسب: عبداللہ نام، ابوسعید کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن مغفل بن عبد نہم بن عفیف بن سہم بن ربیعہ بن عدی بن ثعلبہ بن ذویب بن سعد بن عدی بن عثمان بن مزینہ مزنی،

اسلام: عبداللہ ۶ھ میں مشرف باسلام ہوئے، قبول اسلام کے بعد سب سے اول غزوۂ حدیبیہ میں شریک ہوئے،[4] اور بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا،[5]

---

[1] اسدالغابہ ج ۳ ص ۱۲۳، [2] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۲۵، [3] اسدالغابہ ج ۳ ص ۱۲۳، [4] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ اذ یبایعونک تحت الشجرہ، [5] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۵۴،

غزوات خیبر مین بھی ہمرکاب تھے، اس غزوہ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہین کہ مین خیبر کے محاصرہ مین تھا کہ کسی نے اوپر سے چربی سے بھری ہوئی ایک تھیلی پھینکی، مین اٹھانے کیلیے بڑھا، آنحضرت صلعم کی نظر پڑگئی، مجھے اس پر بڑی ندامت اور شرمندگی ہوئی[۱] فتح مکہ مین بھی شریک تھے، چنانچہ اس غزوہ کا عینی مشاہدہ بیان کرتے ہین، کہ مین نے فتح مکہ کے دن آنحضرت صلعم کو اونٹنی کے اوپر سوار سورۂ فتح کی تلاوت کرتے دیکھا[۲]

سنہ ۹ھ مین تبوک کا غزوہ پیش آیا، اس سال نہایت شدید قحط تھا، اس لئے مسلمانون کو بڑی دشواری پیش آئی اصاحب مقدرت کے علاوہ معمولی حیثیت کے مسلمانون کے لئے اس غزوہ مین شرکت کی کوئی صورت نہ تھی، عبد اللہ بن مغفل نادار صحابی تھے، ان کے پاس کوئی سامان نہ تھا، آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر، سامان سفر کی درخواست کی، یہان کیا تھا، صاف جواب ملا، لیکن جوش جہاد گھر مین بھی بیٹھنے نہ دیتا تھا، جب سامان سفر کی کوئی صورت نہ نکل سکی، تو اپنی محرومی پر مایوس ہوکر رونے لگے، ایک بزرگ ابن یامین نے روتا دیکھ کر سبب پوچھا، کہا غزوۂ تبوک کے لئے رسول اللہ صلعم سے سواری مانگی تھی مگر نہین ملی، اور مجھ مین اتنی مقدرت نہین کہ اپنے پاس سے سامان کرون، یہ سنکر ابن یامین نے سواری کے لئے ایک اونٹ اور زاد راہ کے لئے تھوڑی سی کھجورین پیش کین، اس مختصر سامان کے ساتھ عبد اللہ اور ان کے دوسرے ساتھی عبد الرحمن بن کعب غزوۂ تبوک مین شریک ہوئے[۳] انھین نادارون کے بارہ مین یہ آیہ نازل ہوئی تھی[۴]

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ ... اور نہ اون لوگون پر کوئی الزام ہے کہ جب

---

[۱] بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر، [۲] مسلم ج اول ص ۲۵۶ مطبوعہ مصر، [۳] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۱۶، [۴] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۴۲،

لتحملهم قلت لا اجد ما احملکم علیه	وہ تمہارے پاس آئے کہ تم ان کے لئے سواری
تولوا واعینهم تفیض من الدمع حزنا	کا انتظام کرو تو تم نے کہا کہ میرے پاس کوئی
ان لا یجدوا ما ینفقون،	سواری نہیں ہے یہ سنکر وہ لوٹ گئے اور خرچ نہ
(توبہ)	میسر آنے کے غم میں انکی آنکھیں اشکبار تھیں،

بصرہ کا توطن، تاحیات نبوی مدینہ میں رہے، آپ کی وفات کے بعد مدینہ چھوڑ دیا، حضرت عمرؓ نے جب بصرہ آباد کرایا تو عبد اللہ کو مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے بصرہ بھیج دیا، جہاں وہ آخر عمر تک مقیم رہے[۱]،

عراق کی فوجکشی میں شرکت، عراق کی فوجکشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے، خوزستان کے صدر مقام تُستر کی تسخیر کے بعد سب سے پہلے یہی شہر میں داخل ہوئے تھے[۲]،

وفات کافی عمر پانے کے بعد باختلاف روایت ۵۹ھ یا ۶۰ھ میں بصرہ میں بیمار پڑے جب حالت زیادہ غیر ہوئی تو اعزہ سے وصیت کی کہ غسل کے آخری پانی میں کافور ملانا اور کفن میں دو چادریں اور ایک قمیص ہو کہ رسول اللہ کا کفن ایسا ہی تھا[۳] نہلاتے وقت حضرت احباب ہوں، رسول اللہ صلعم کے صحابی غسل دیں، جنازہ کے پیچھے آگ نہ روشن کیجائے ابن زیاد (گورنر بصرہ) جنازہ کی نماز میں شریک نہ ہو، وفات کے بعد ان وصیتوں پر پورا پورا عمل کیا گیا، آنحضرت صلعم کے اصحاب نے نہلایا، جنازہ گھر سے نکلا تو ابن زیاد انتظار میں کھڑا تھا، اوس کو عبد اللہ کی وصیت سنائی گئی، اسے سنکر تھوڑی دور جنازہ کی مشایعت کر کے گھر لوٹ گیا[۴]، حسب وصیت آنحضرت صلعم کے صحابی حضرت ابو برزہ اسلمیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور

---

[۱] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۷، ۸، [۲] استیعاب ج اول ص ۳۷۴، [۳] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۷۸،
[۴] ابن سعد ج ۷، ق اول ص ۸،

بصرہ کی سرزمین مین پیوندِ خاک کیے گئے[1]

اولاد، وفات کے بعد سات اولادین یادگار چھوڑین[2]،

فضل وکمال، قبولِ اسلام کے بعد کئی برس تک ذاتِ نبوی سے استفادہ کا موقع ملا تھا، اسلئے اون کی ۳۴ مرویات حدیث کی کتابون مین موجود ہین، ان مین سے ۴ متفق علیہ ہین، اور ایک مین امام بخاری اور ایک مین امام مسلم منفرد ہین[3]، حمید بن ہلال، ثابت البنانی، مطرب بن عبداللہ، معاویہ بن قرہ، عقبہ بن صہبان، حسن بصری، سعید بن جبیر، عبداللہ بن بریدہ[4] وغیرہ انکے رواۃ مین ہین،

گو عبداللہ کی مرویات کی تعداد کم ہے، لیکن اس کے مقابلہ مین انکا علمی اور تعلیمی تجربہ زیادہ[5] تھا چنانچہ حضرت عمرؓ نے جن چھ اصحاب کو اہل بصرہ کی فقہی تعلیم کے لئے بھیجا تھا، ان مین ایک یہ بھی تھے[6]

بدعات سے نفرت عبداللہ کو بدعات سے سخت نفرت تھی، جو چیز انھون نے عہدِ رسالت اور عہدِ خلفاء مین نہین دیکھی تھی، یا اون کے علم مین نہ تھی اس کو کسی طرح نہین برداشت کرسکتے تھے، اون کے صاحبزادے راوی ہین کہ ایک مرتبہ مین نے نماز مین بسم اللہ جہر کے ساتھ پڑھی والد نے سن لیا، جب مین نماز تمام کرچکا تو مجھ سے کہا بیٹا اسلام مین باتین نہ بڑھاؤ، مین نے رسول اللہ صلعم، ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے پیچھے نمازین پڑھی ہین، ان مین سے کوئی بھی بسم اللہ (بالجہر) کے ساتھ نماز نہین شروع کرتا تھا، یہ واقعہ بیان کرکے لڑکے نے کہا کہ مین نے والد سے زیادہ بدعات کو برا سمجھنے والا نہین دیکھا[6]،

---

[1] اصابہ ج ۴ ص ۱۳۲، [2] استیعاب ج اول ص ۳۷۴، [3] تہذیب الکمال ص ۲۱۶، [4] تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۴۳، [5] ایضاً، [6] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۵۵،

۸۲۔ حضرت عبداللہ بن وہبؓ

نام و نسب | عبداللہ نام، باپ کا نام وہب تھا، قبیلہ اسلم سے نسبی تعلق رکھتے تھے،

اسلام | ابن سعد کے نزدیک فتح مکہ سے پہلے کسی وقت دولت اسلام سے بہرہ ور ہوئے،

عمان کا قیام | قبول اسلام کے بعد کچھ دنون آنحضرت صلعم کی خدمت مین رہے، پھر عمان چلے گئے، وفات نبوی کے وقت یہین تھے، وفات کی خبر پاکر یہ اور حبیب بن زید مزنی دونون عمرو بن العاصؓ کے پاس چلے، راستہ مین مسیلمہ کذاب ملا، اس نے ان دونون کو گرفتار کرلیا اور اپنی نبوت منوانی چاہی، حبیب نے صاف انکار کردیا، ان کے انکار پر مسیلمہ نے حبیب کو قتل کرکے اون کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے، اس عبرت انگیز سزا کو دیکھنے کے بعد بھی عبداللہ کے دل پر ہراس نہ طاری ہوا، اور ان کا دل بدستور اسلام پر قائم رہا، مسیلمہ نے ان پر کوئی تشدد نہین کیا، بلکہ صرف قید پر اکتفا کی، ابھی یہ قید ہی مین تھے کہ خالد بن ولیدؓ اور اسامہ بن زیدؓ مسیلمہ کی سرکوبی کے لئے آپہنچے، عبداللہ موقع پاکر نکل گئے، اور مسلمانون سے مل کر مسیلمہ کا نہایت پرزور مقابلہ کیا۔[۱] یہ ابن سعد کا بیان ہے کہ خود آنحضرت صلعم نے عبداللہ بن وہب اور حبیب بن زید کو مسیلمہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا تھا،[۲] ابن سعد کا بیان زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ مسیلمہ کذاب کے فتنہ نے آپ کی وفات کے بعد شدت پکڑی تھی،

وفات | وفات کے حالات پردۂ خفا مین ہین،

---

[۱] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۷۴، [۲] فتوح البلدان بلاذری ص ۹۹،

۴۸؍ حضرت عبید اللہ بن عباسؓ،

نام و نسب عبید اللہ نام، ابو محمد کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عبید اللہ بن عباس بن عبد المطلب ابن ہاشم قرشی ہاشمی، ماں کا نام لبابہ تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، لبابہ بنت حارث بن حزن ہلالیہ، عبید اللہ آنحضرت صلعم کے حقیقی چچا زاد بھائی تھے،

پیدائش و بچپن، ہجرت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے[۱] حضرت عباسؓ اپنی اولادون مین عبید اللہ کو سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے[۲] آنحضرت صلعم کو حضرت عباسؓ سے خاص انس تھا، اس لئے اون کے بچون کے ساتھ بہت محبت تھی، چنانچہ عبد اللہ، عبید اللہ اور کثیر تینون کو بلا کر کھلاتے اور فرماتے تم مین سے جو دوڑ کر سب سے پہلے مجھکو چھوئیگا اوس کو فلان چیز دونگا، تینون بھائی دوڑتے کوئی پشتِ مبارک پر چڑھ جاتا، کوئی سینہ سے چمٹ جاتا، آپ سب کو چمٹا کر پیار کرتے تھے[۳]

یمن کی حکومت اور حج کی امارت عبید اللہ عہدِ رسالت اور عہدِ شیخین مین کم سن تھے، اس لئے اس عہد کا کوئی واقعہ قابلِ ذکر نہین ہے، عہد عثمانی مین بھی کہین نہین نظر آتے، حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ مین یمن کا والی بنایا، پھر ۳۶ھ اور ۳۷ھ مین امارتِ حج کا عہدہ تفویض کیا، چنانچہ ان دونون سنون کا حج عبید اللہ ہی کی امارت مین ہوا، بعض اربابِ سیر لکھتے ہین کہ ۳۸ھ مین بھی امیر الحج تھے، لیکن یہ صحیح نہین ہے، ۳۸ھ مین وہ نہین، بلکہ اون کے بھائی قثم امیر تھے[۴]

---

[۱] ابن سعد تذکرہ عبید اللہ بن عباسؓ، [۲] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۶۷، [۳] مسند احمد بن حنبل ج اول مسند عبید اللہ بن عباسؓ، [۴] استیعاب ج ۲ ص ۴۱۶،

بچون کا قتل | جیسا کہ ابھی لکھا گیا حضرت علیؓ نے انھین یمن کا والی بنایا تھا سنہ ۴۰ھ مین بسر بن ابی ارطاۃ امیر معاویہ کی جانب سے شیعیان علیؓ کو بجبر مطیع بنانے کے لئے یمن آیا تو عبید اللہ یہان سے ہٹ گئے اون کے اہل و عیال یہین تھے، بسر نہایت ظالم تھا، اور اوس کے دل مین حضرت علیؓ کے حامیون کی طرف سے اس قدر کینہ اور بغض بھرا ہوا تھا کہ عبید اللہ کے دو کمسن بچون کو اون کی مان کے سامنے نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا[1]،

وفات | زمانۂ وفات مین اختلاف ہے، خلیفہ کی روایت کے مطابق ۵۸ھ مین وفات پائی[2]،

فضل و کمال | عبید اللہ جس خانوادۂ علم و عمل کے چشم و چراغ تھے، اس کے اعتبار سے انکا کوئی خاص علمی پایہ نہ تھا، آنحضرت صلعم کے عہد مین بہت کم سن تھے، اس لئے براہ راست آپ سے سماع حدیث کا موقعہ نہ ملا تاہم حدیث کی کتابون مین اون کی مرویات ملتی ہین اور انھون نے اپنے والد بزرگوار حضرت عباسؓ سے اور اون سے عبد اللہ اور ابن سیرین نے روایت کی ہے[3]

فیاضی | حضرت عباسؓ کے تمام لڑکون مین کوئی نہ کوئی نمایان وصف اور کمال موجود تھا، حضرت عبد اللہؓ فضل و کمال مین یکتائے عصر تھے، فضل حسن و جمال مین یگانہ تھے، عبید اللہ فیاضی اور دریا دلی مین بے نظیر تھے، دستر خوان کے لئے ایک اونٹ روزانہ ذبح ہوتا تھا، دوسرے بھائی عبد اللہ کو یہ فیاضی ناپسند تھی، انھون نے روکنا چاہا، تو اوس دن سے دو اونٹ ذبح ہونے لگے، جب یہ دونون بھائی ایک ساتھ مدینہ مین ہوتے تو ایک طرف تشنگان علم کے لئے عبد اللہ کے یہان علم کا دریا بہتا، دوسری طرف بھوکون کے لئے عبید اللہ کے یہان صلائے عام ہوتی، ایک مرتبہ عبید اللہ کہین جا رہے تھے، غلام ساتھ تھا، چلتے چلتے شام ہو گئی ایک

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۴۰، [2] استیعاب ج ۲ ص ۴۲۷، [3] تہذیب الکمال ص ۲۵۱،

اعرابی کا گھر دکھائی دیا، غلام نے کہا اگر ہم لوگ رات بھر کے لیے اس گھر مین ٹھہر جاتے تو بہتر ہوتا، رات ہو چکی تھی اس لیے عبید اللہ کو بھی یہ رائے پسند آئی اور خادم و آقا دونون اعرابی کے گھر پہنچے، عبید اللہ نہایت وجیہ تھے، اعرابی دیکھ کر سمجھا کہ کوئی بڑا آدمی ہے، بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ اُتارا، اور بیوی سے جاکر کہا کہ ہمارے یہان ایک معزز مہمان آیا ہے، کچھ کھانے پینے کا سامان ہے؟ بیوی نے جواب دیا کھانے کو تو کچھ نہین ہے، صرف یہ ایک بکری ہے جس کے دودھ پر تمھاری لڑکی کی زندگی ہے، بدوی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ مہمان کو بھوکا رکھا جائے، بیوی سے کہا کچھ بھی ہو بکری ذبح کرنا چاہیے، بیوی نے کہا کیا لڑکی کو مار ڈالوگے؟ اعرابی نے کہا کچھ بھی ہو، بکری ذبح کرنا ضروری ہے، چنانچہ بکری ذبح کرکے رات کا کھانا کھلایا، عبید اللہ یہ تمام گفتگو سن رہے تھے، صبح کو اٹھکر غلام سے پوچھا تمھارے پاس کچھ ہے، اس نے کہا پانسو اشرفیان ہین، حکم دیا اعرابی کو دیدو، غلام نے کہا سبحان اللہ ۵ درہم کی بکری کھلائی اور آپ پانسو دینار دیتے ہین، بولے تیری عقل پر افسوس ہے، خدا کی قسم! وہ ہم سے کہین زیادہ سیر چشم اور دریا دل ہے، ہم تو اپنی مملوکہ دولت سے بہت حقیر رقم اسے دیتے ہین، اور اس نے اپنے لخت جگر کو قربان کرکے ہمین بکری کھلائی[1]،

لہ اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۴۱،

۴۸حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ

نام ونسب، عبدالرحمٰن نام، باپ کا نام سمرہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، عبدالرحمٰن بن سمرہ بن حبیب ابن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی،

اسلام وغزوات، فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے، جاہلی نام عبدالکعبہ تھا، آنحضرت صلعم نے بدل کر عبدالرحمٰن رکھا، اسلام کے بعد سب سے اول غزوۂ تبوک میں شریک ہوئے[1]

عثمانی عہد، غزوۂ تبوک کے بعد عبدالرحمٰن پھر عثمانی عہد میں نظر پڑتے ہیں، آنحضرت صلعم نے انھیں نصیحت فرمائی تھی کہ خود کبھی امارت کی خواہش نہ کرنا، اگر تمھاری خواہش پر ملے گی تو اوس کی ذمہ داری تنہا تمھارے سر ہوگی، اور بلا خواہش ملے گی تو خدا تمھاری مدد کریگا[2]، اس نصیحت کے مطابق اونھوں نے خود کبھی امارت کی خواہش نہیں کی، حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں عبداللہ بن عامر والی بصرہ نے انھیں امارت کے عہدہ پر مامور کیا، ۳۲ھ میں جب ابن عامر نے سجستان اور کابل پر چڑھائی کی[3] تو عبدالرحمٰن کو سجستان روانہ کیا، یہ زرنج کی طرف بڑھے، اتفاق سے انھیں ایام میں عید تھی، سجستان والے عید منا رہے تھے، عبدالرحمٰن نے عین عید کے دن زرنج کے مرزبان کو گھیر لیا، اوس نے ۲۰ لاکھ درہم اور دو ہزار لونڈی غلام پر صلح کرلی مرزبان سے مصالحت کے بعد ابن سمرہ نے ہندوستان کی سمت زرنج سے لیکر کش کرانہ رنج کی

[1] اصابہ ج ۴ ص ۱۶۱، [2] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۰۱، [3] ابن عامر اس علاقہ کو زیر نگین کرچکے تھے، لیکن یہاں کے باشندوں نے بغاوت کرکے ان کے عامل کو نکال دیا،

اور رخج سے لیکر دوار تک فتح کرکے دوار کے باشندون کا جبل زور مین محاصرہ کرلیا،
ان لوگون نے ایک بیش قرار رقم دیکر صلح کرلی، یہ رقم اتنی وافر تھی کہ عبدالرحمٰن کے ساتھ
آٹھ ہزار مجاہدین تھے، ہر ایک کے حصہ مین چار چار ہزار آیا، زور ایک بت کا نام تھا، اسکی نسبت
سے یہان کا پہاڑ جبل زور کہلاتا تھا، یہ بت ٹھوس سونے کا تھا اور یاقوت کی آنکھین تھین،
عبدالرحمٰن نے اس کے ہاتھ کاٹ لئے اور دونون آنکھین نکال کر مرزبان کو واپس کردئے
کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی، صرف تمھارے اعتقاد کو باطل کرنا تھا، بت کسی کو نفع و نقصان
نہین پہنچا سکتے، بت کو توڑنے کے بعد بست اور زرابل کو فتح کیا، ان فتوحات کی تکمیل
کے بعد زرنج لوٹ آئے، کچھ دنون کے بعد جب حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش برپا ہوئی
توعبدالرحمٰن امیر بن احمر کو اپنا قایم مقام بناکر سجستان سے چلے گئے، اون کے ہٹتے ہی زرنج
والون نے ابن احمر کو نکال کر زرنج کے علاقہ پر قبضہ کرلیا[1]،

خانہ جنگی سے کنارہ کشی حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جمل اور صفین کی قیامت خیز لڑائیان
ہوئین، لیکن عبدالرحمٰن کسی مین شریک نہ ہوئے،

ولایت بصرہ، حضرت حسنؓ کی دست برداری کے بعد جب امیر معاویہ سارے عالم اسلامی
کے خلیفہ ہوگئے، توانھون نے جدید انتظامات کے سلسلہ مین عبداللہ بن عامر کو ۴۱ھ مین
بصرہ کا والی بنایا،

حضرت عثمانؓ کی شہادت اور جمل و صفین کے ہنگامون کے زمانہ مین سجستان اور کابل
کے علاقے باغی ہوگئے تھے، عبداللہ بن عامر کو عبدالرحمٰن کے گذشتہ کارنامون کا کافی تجربہ
ہوچکا تھا، اس لئے انھون نے دوبارہ انھین سجستان کا والی بناکر باغی علاقون کی تادیب

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۴۰۱ و ۴۰۲،

پر مامور کیا، چنانچہ یہ سجستان آئے یہان سے باغیون کی سرکوبی کرتے ہوئے کابل تک پہنچ گئے، اور اُس کا محاصرہ کرکے سنگباری کے ذریعہ سے شہر پناہ کی دیوارین شق کردین، عباد بن حصین رات بھر شگاف کی نگرانی کرتے رہے، کہ دشمن اس کو بھرنے نہ پائین، صبح کو کابلیون نے میدان مین نکل کر مقابلہ کیا، مگر شکست کھائی اور مسلمان شہر مین داخل ہوگئے، یہ بلاذری اور ابن اثیر کا بیان ہے[1] یعقوبی کے بیان کے مطابق شہر پناہ کے دربان نے رشوت لے کر دروازہ کھولدیا تھا[2]

کابل کو مطیع بنانے کے بعد عبدالرحمٰن نے، خواش اور ژان بست کو زیر نگین کیا، یہان سے رزان کا رخ کیا، یہان کے باشندون نے پہلے ہی شہر خالی کردیا تھا، اس لئے بلاجنگ رزان پر قبضہ ہوگیا، رزان کے بعد خشک پہنچے، یہان کے باشندون نے صلح کرلی، خشک کے بعد رخج آئے اور ایک پرزور مقابلہ کے بعد یہان کے باشندون کو شکست دیکر غزنہ پہنچے، باغی غزنویون نے نہایت پرزور مقابلہ کیا، مگر انھون نے بھی فاش شکست کھائی، کابل والے سخت بغاوت پسند تھے، عبدالرحمٰن جب غزنہ کی طرف متوجہ تھے، کابلیون نے میدان خالی پاکر بغاوت کردی، عبدالرحمٰن نے غزنہ سے فراغت کے بعد انھین مطیع بنایا اور سجستان کابل اور غزنہ کا پورا علاقہ دوبارہ زیر نگین کیا[3]

عبدالرحمٰن کو ابن عامر نے اپنی پسند سے حاکم بنایا تھا، اون کے کارنامون کو دیکھ کر امیر معاویہ نے بھی مہر تصدیق ثبت کردی، اور عبدالرحمٰن مرکزی حکومت کی جانب سے سجستان کے باقاعدہ والی ہوگئے[4] تین سال کے بعد ۴۶ھ مین زیاد نے انھین معزول کرکے ربیع بن

---

[1] ابن اثیر ج ۳ ص ۳۶۷ و بلاذری ص ۴۰۳، [2] یعقوبی ج ۲ ص ۲۵۸، [3] ابن اثیر و بلاذری حوالۂ مذکور،

[4] بلاذری حوالۂ مذکور،

کو ان کی جگہ مقرر کیا،

وفات | معزولی کے بعد عبد الرحمن نے سجستان ہی مین بود و باش اختیار کر لی تھی، یہین سنہ ۵۰ھ مین وفات پائی،[1] وفات کے بعد ایک لڑکا عبید اللہ یادگار چھوڑا،

فضل وکمال | عبد الرحمن اولاً مسلمین بعد الفتح مین تھے، پھر فوجی آدمی تھے اس لئے علمی اعتبار سے کوئی قابلِ ذکر شخصیت نہ تھی، تاہم اون کی بیاضِ علم کے اوراق بالکل سادہ نہین ہین انکی ۱۴ روایتین حدیث کی کتابون مین موجود ہین، اون مین سے ۲ متفق علیہ اور ایک مین امام مسلم منفرد ہین، ان کے رواۃ مین عبد الرحمن بن لیلی اور مشہور تابعی حضرت حسن بصری لایقِ ذکر ہین،[2]

تواضع وخاکساری | ایک طرف یہ بلندی اور حوصلہ مندی تھی، کہ سجستان سے لیکر غزنہ تک کا علاقہ فتح کر لیا، اور باغی کابلیون کے بل نکال دیئے، دوسری طرف یہ خاکساری اور فروتنی تھی کہ بارش کے دنون مین جھاڑو لیکر گلیان صاف کرتے پھرتے تھے،[3]

۸۵ - حضرت عتاب بن اسیدؓ

نام ونسب | عتاب نام، ابو عبد الرحمن کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عتاب بن اسید بن ابو العیص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ قرشی اموی،

قبل از اسلام | عتاب ابتدا سے سلیم الفطرت تھے، چنانچہ قبول اسلام کے پہلے ہی سے وہ شرک سے دور اور اسلامی تعلیمات سے قریب تر تھے، فتح مکہ سے ایک دو شب پہلے آنحضرت صلعم نے اون کی فطرت سلیم کا تذکرہ فرمایا، کہ قریش کے چار آدمی شرک سے دور اور اسلام سے قریب تر اور اس کی طرف راغب ہین، لوگون نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون

---

[1] اصابہ ج ۴ ص ۱۶۰، [2] تہذیب الکمال ص ۲۲۸، [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۲۸،

لوگ ہین؟ فرمایا، عتاب بن اسید، جبیر بن مطعم، حکیم بن حزام اور سہیل بن عمرو،[۱]

اسلام | فتح مکہ کے دن بلا جبر و اکراہ بطیب خاطر اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے، جب آنحضرت صلعم حنین کے لئے جانے لگے تو عتاب کو مکہ کا امیر بنایا، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہو کہ اس موقع پر یہ شرف حضرت معاذ بن جبلؓ کو حاصل ہوا اوس کے بعد عتاب کو ملا، مکہ کی امارت پر سرفراز فرماتے وقت ان الفاظ مین عتاب کی عزت افزائی فرمائی، عتاب! تم کو معلوم ہے کہ کن لوگون پر مین نے تم کو عامل بنایا ہے، اہل اللہ پر، اگر مکہ والون کے لئے تم سے زیادہ کوئی موزون شخص نظر آتا تو اسے بناتا،

پھر ۸ھ مین حج کی امارت کا شرف حاصل ہوا، اس لحاظ سے عتاب تاریخ اسلام مین سب سے پہلے امیر الحج ہین،[۲]

عہد صدیقی | آنحضرت صلعم کی وفات تک عتاب مکہ کے عامل رہے، حضرت ابوبکرؓ نے بھی اپنے زمانہ مین بدستور انھین ان کے عہدہ پر برقرار رکھا،[۳]

وفات | اون کی عمر نے وفا نہ کی، عین عالم شباب مین جبکہ اون کی عمر ۲۵، ۲۶ سال سے زیادہ نہ تھی ۱۳ھ مین مکہ مین وفات پائی،[۴]

فضل و کمال | کم سنی کی موت نے عتاب کے علمی کمالات کو چمکنے کا موقع نہ دیا، اس کے باوجود ارباب سیر انھین فضلاے صحابہ مین شمار کرتے ہین،[۵] چند احادیث نبوی بھی اون سے مروی ہین، عطار اور ابن مسیب نے ان سے مرسل روایت کی ہے،[۶]

نماز با جماعت مین تشدد | نماز با جماعت کے بارہ مین اتنے متشدد تھے کہ امارت مکہ کے زمانہ مین

---

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۹۵، [۲] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۵۸، [۳] ایضاً، [۴] ایضاً، [۵] ایضاً،
[۶] تہذیب الکمال ص ۲۵۷،

قسم کھا کھا کر کہتے تھے کہ جو شخص جماعت کے ساتھ نماز نہ ادا کریگا اس کا سر قلم کر دونگا، جماعت سے غفلت منافقون کا کام ہے، اہلِ مکہ نے ان کے اس مبالغہ آمیز تشدد سے عاجز آ کر آنحضرت صلعم سے شکایت کی کہ آپ نے کس اجڈ اعرابی کو عامل بنایا ہے[۱]،

تدین | عہدہ دارون کا ہدایا و تحائف سے دامن بچانا بہت مشکل ہے، لیکن عتاب باوجودیکہ کئی برس تک مکہ کے عامل رہے، لیکن اس سلسلہ مین کبھی کوئی چیز نہین قبول کی، ایکمرتبہ کسی نے ۲ دو چادرین پیش کین انھین لے کر اپنے غلام کیسان کو دیدیا[۲]

قناعت | عام طور پر حکام اور عہدہ دارون مین قناعت نہین ہوتی، لیکن عتاب کی ذات اس سے مستثنیٰ تھی، آنحضرت صلعم نے اون کے اخراجات کے لئے ۲ دو درہم روزانہ مقرر فرمائے تھے، عتاب اسی پر قانع رہے، کہا کرتے تھے، کہ جو پیٹ ۲ دو درہم مین نہین بھرتا اوسکو خدا کبھی آسودہ نہ کریگا[۳]،

نزول آیہ | عقیلی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہو کہ ابن عباس رض کے نزدیک کلام اللہ کی یہ آیت

واجعلنی من لدنک سلطاناً نصیراً، اور اپنے پاس سے مجھکو فتحیابی کے ساتھ غلبہ عطا فرما

"من سلطان نصیر" سے مراد عتاب کی ذات ہے[۴]، لیکن اس کی روایتی حیثیت قابلِ اعتبار نہین، تاہم اس سے اتنا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ عتاب کی شخصیت اس کا مصداق بن سکتی تھی،

تمام اربابِ سیر ان کے فضائل و کمالات کے معترف ہین کان عتاب رجلاً خیراً صالحاً فاضلاً عتاب باخبر، صالح اور فاضل تھے[۵]،

[۱] اصابہ ج ۴ ص ۲۱۲، [۲] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۹۵ [۳] اصابہ ج ۴ ص ۲۱۲، [۴] ایضاً، [۵] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۵۸،

٨٦۔ حضرت عتبہؓ بن ابی لہب

نام ونسب عتبہ نام، مشہور دشمنِ اسلام ابولہب ان کا باپ تھا، نسب نامہ یہ ہے، عتبہ بن ابی لہب ابن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی قرشی ہاشمی، ابولہب آنحضرت صلعم کا چچا تھا، اس رشتہ سے عتبہ آپ کے ابن عم تھے،

اسلام عتبہ اسلام اور بانیِ اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابولہب کے فرزند تھے، جنھوں نے بھتیجے کی تحقیر، مسلمانوں کی ایذارسانی اور اسلام کی بیخ کنی مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا، پھر بھی اُن کا اور آنحضرت صلعم کا گوشت پوست ایک تھا، خون کا اثر کہان ہے جاتا، چنانچہ جب مکہ فتح ہوا، اور معاندینِ اسلام کا شیرازہ بکھر چکا تو آنحضرت صلعم کو چچیرے بھائی کا خیال آیا، حضرت عباسؓ سے پوچھا تمھارے دونون بھتیجون (عتبہ اور معتب) کو نہین دیکھا معلوم نہین کہان ہین، عباسؓ نے کہا مشرکینِ قریش کے ساتھ وہ بھی مکہ چھوڑ کر کہین نکل گئے ہین، فرمایا جاؤ جہان کہین ہون لے آؤ، اس ارشاد پر حضرت عباسؓ تلاش مین نکلے اور دونون کو ڈھونڈھکر کہا چلو تمکو رسول اللہؐ نے یاد کیا ہے، چنانچہ یہ دونون چچا کے ساتھ بھائی کی خدمت مین حاضر ہوئے، آپ نے اسلام پیش کیا، اب انکار وتمرد کا وقت گذر چکا تھا، اسلئے بلاتامل قبول کر لیا، قبولِ اسلام کے بعد آنحضرت صلعم دونون کا ہاتھ پکڑے ہوئے بابِ کعبہ اور حجرِ اسود کے درمیان مین لاکر کچھ دعا کی، دعا سے واپسی کے وقت چہرۂ انور وفورِ مسرت سے چمک رہا تھا، عباسؓ نے کہا خدا آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آپ کے چہرہ پر مسرت کے آثار دیکھ رہا ہون، فرمایا مین نے اپنے ان دونون بھائیون کو خدا سے مانگا تھا، اُس نے مجھے دیدیا، یہ مسرت اسی کا

نتیجہ ہے[۱]،

غزوات | اسلام کے بعد مکہ ہی مین رہے، البتہ بعض غزوات مین شریک ہونے کے لئے مدینہ آجاتے تھے، چنانچہ غزوۂ حنین مین آنحضرت صلعم کے ساتھ شریک ہوئے، اور اس فدویت اور جان نثاری کے ساتھ کہ جب ساری فوج مین اضطراب پیدا ہوگیا اور بہت سے مسلمانون کے پاؤن عارضی طور سے اکھڑ گئے، اس وقت بھی ان کے پاؤن اپنی جگہ پر جمے رہے حنین کے بعد طائف مین بھی ساتھ تھے[۲]،

وفات | ان کے زمانۂ وفات کی تصریح نہین ملتی، لیکن عہد صدیقی اور فاروقی مین کہین نظر نہین آتے، اس سے قیاس ہوتا ہے، کہ حضرت ابوبکرؓ ہی کے زمانہ مین وفات پاچکے تھے، حافظ ابن حجر عسقلانی کی بھی یہی رائے ہے[۳]،

۸۷۔ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ،

نام ونسب | عثمان نام، ابو عبداللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عثمان بن ابی العاص بن بشر بن دھمان ابن عبداللہ بن ہمام بن آبان بن یسار بن مالک بن خطیط بن جشم ثقفی،

اسلام | غزوۂ طائف کے بعد عثمان بنی ثقیف کے وفد کے ساتھ مدینہ آئے، یہ اس وفد کے سب سے چھوٹے رکن تھے، آنحضرت صلعم کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے، آپ نے تبرکاً تھوڑا سا قرآن پڑھایا، قبول اسلام کے بعد مشہور حافظ قرآن حضرت ابی ابن کعبؓ سے قرآن کی تعلیم مین مصروف ہوگئے، جب ثقیف کا وفد وطن لوٹنے لگا تو آنحضرت صلعم سے ایک ایسے صاحب علم امیر کی درخواست کی جو قبیلہ کے نومسلمون کی امامت کرے اور انھین

[۱] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۴۱ و ۴۲، [۲] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۶۶، [۳] اصابہ ج ۴ ص ۲۱۶،

مذہبی تعلیم دے سکے[۱]،

بنی ثقیف کی امارت | گو عثمان جدید الاسلام تھے لیکن ان مین تعلیم و تعلم کی بڑی استعداد تھی ان کے تعلیمی ذوق و شوق کو دیکھکر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تھا کہ یہ لڑکا تفقہ فی الاسلام اور تعلیم قرآن کا بڑا حریص ہے، اس لئے آنحضرت صلعم نے بنی ثقیف کی امارت اور امامت انھین کو تفویض فرمادی، اور ہدایت فرمائی کہ لوگون کی حالت کا اندازہ کرکے نماز پڑھانا، نمازیون مین کمزور بوڑھے، بچے اور کاروباری ہر طرح کے لوگ ہوتے ہین[۲]،

فتنۂ ارتداد کے مساعی | حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت مین جب ارتداد کا فتنہ اٹھا اور قبائل عرب اس کا شکار ہونے لگے تو عثمان نے بنی ثقیف کو نہایت دانشمندی کیساتھ اس وبا سے بچا لیا، سب کو جمع کرکے تقریر کی کہ برادران ثقیف! تم لوگ سب سے آخر مین خلعت ایمان سے سرفراز ہوئے اس لئے سب سے پہلے اسے نہ اُتار پھینکو[۳]،

بصرہ کی امارت | حضرت عمرؓ نے جب بصرہ آباد کرایا تو وہان کے لئے ایک صاحب علم و فہم امیر کی ضرورت پڑی، عثمان آنحضرت صلعم کے زمانہ سے اس کام کو کرتے چلے آئے تھے، اس لئے لوگون نے اون کا نام لیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا ان کو رسول اللہؐ نے طائف پر مقرر فرمایا تھا، اسلئے مین انھین معزول نہین کرسکتا، لوگون نے کہا آپ معزول نہ کیجیے بلکہ عثمان کو لکھئے کہ وہ وہان کسی کو اپنا قائم مقام بنا کر چلے آئین، فرمایا یہ ہوسکتا ہے، چنانچہ عثمان کو خط لکھا یہ طائف مین اپنے بھائی حکم کو اپنا قائم مقام بنا کر حاضر ہوئے، حضرت عمرؓ نے حکم کو اُن کی جگہ انکا قائم مقام بنا دیا، اور عثمان کو بصرہ بھیجدیا، بصرہ آنے کے بعد عثمان نے یہان مستقل سکونت اختیار کرلی[۴]،

---

[۱] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۳۸، [۲] اصابہ ج ۴ ص ۲۲۱، [۳] استیعاب ج ۲ ص ۴۹۶،

[۴] ایضاً،

بحرین اور عمان کی ولایت اور فارس پر فوج کشی

بصرہ کی ولایت کے زمانہ مین حضرت عمرؓ نے بحرین اور عمان کی حکومت بھی عثمان کے متعلق کردی، انھون نے ان دونون مقامون کو مطیع بنانے کے بعد اپنے بھائی حکم کو ایک فوج کے ساتھ بحری راستہ سے فارس روانہ کیا، انھون نے جزیرہ ابرکاوان اور توج فتح کیا، ایک روایت یہ ہے کہ عثمان نے خود فوجکشی کی، اور توج فتح کرکے یہان مسجدین بنوائین، اور مسلمانون کی نوآبادی قائم کی، بہرحال فارس کے مرزبان شہرک نے جب دیکھا کہ مسلمان اس کے حدود مین داخل ہوتے جارہے ہین، تو ایک لشکر جرار لے کر انھین روکنے کے لئے راشہر پہنچا، عثمان کے بھائی حکم اور سوار بن ہمام نے ان کا مقابلہ کیا، اور شہرک مارا گیا،

اس کے بعد جب ایران پر عام لشکر کشی ہوئی، تو حضرت عمرؓ نے عثمان کو فارس پر حملہ کرنے کا حکم دیا، اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو جو بصرہ مین تھے اون کی مدد کے لئے لکھا، اس حکم پر عثمان اپنے بھائی مغیرہ کو بحرین مین اپنا قائم مقام بنا کر توج آئے اور اسے مرکز قرار دیکر فارس کے مختلف حصون مین فوجکشی شروع کردی، ابو موسیٰ اشعریؓ وقتاً فوقتاً بصرہ سے اون کی مدد کے لئے آتے رہتے تھے، توج آنے کے بعد عثمان نے ہرم بن حیان عبدی کو قلعہ شبیر پر مامور کیا، انھون نے اس کو فتح کیا، اور خود عثمان نے جرہ، کازرون، نوبندجان وغیرہ سابور کے علاقون کو زیرنگین کیا، پھر ابو موسیٰ کے ساتھ مل کر ارجان، شیراز، سینیز وغیرہ پر قبضہ کیا، اس کے بعد پھر تنہا حصن جنابا کو لیا جنابا کے بعد دارابجرد آئے یہان کے والی ہربذ نے صلح کرلی دارابجرد کے بعد جہرم پر قبضہ کیا، جہرم کے بعد فسا پہنچے، یہان کے حکمران نے بھی دارابجرد کے شرائط پر صلح کرلی، اس کے بعد باختلاف ۲۳ھ یا ۲۴ھ مین فارس کے پایہ تخت سابور پہنچے، مقتول شہرک کا بھائی یہان کا حاکم تھا، اوس نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک عرب نے

اس کا کرتہ اتار لیا ہے، اس خواب کو اس نے بد فالی پر محمول کیا، اور مسلمانون سے لڑنا مناسب نہ سمجھا، اور عثمان سے چند شرائط پر صلح کر لی، اس طرح فارس کا علاقہ کچھ صلحاً اور کچھ بزور شمشیر مفتوح ہو گیا اس صلح کے کچھ دنون بعد پھر اہل سابور باغی ہو گئے، ۲۶ھ مین عثمان اور ابو موسی اشعریؓ نے پھر انھین مطیع بنایا،[۱]

حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین بھی عثمان کی فوجی سرگرمی جاری رہی، اصطخر حضرت عمرؓ کے زمانہ مین فتح ہو چکا تھا لیکن آپ کی وفات کے بعد ایرانیون نے بغاوت کر کے پھر اپنے قبضہ مین لے لیا تھا، ۲۷ھ مین عثمان بن ابی العاص نے دوبارہ اس پر قبضہ کیا[۲] حضرت عثمانؓ نے اس کے صلہ مین بارہ ہزار جریب زمین مرحمت فرمائی،[۳]

وفات: ان کا سنہ وفات متعین طور سے نہین بتایا جا سکتا، امیر معاویہ کے عہد مین ۵۵ھ کے لگ بھگ وفات پائی،[۴]

فضل و کمال: عثمان گو بالکل آخری زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے لیکن نہایت زیرک و دانا تھے، آنحضرت صلعم نے بنی ثقیف کی امارت پر سرفراز فرماتے وقت انھین زیرکی کی سند عطا فرمائی تھی انہ کیس یہ زیرک آدمی ہین،[۵] اس فطری استعداد کے علاوہ وہ علم کے شائق بھی تھے، اسلام کے بعد ہی حضرت ابی بن کعبؓ سے قرآن کی تعلیم حاصل کی تھی، حضرت ابو بکرؓ نے ان کے علمی شوق کو دیکھکر فرمایا تھا کہ یہ لڑکا تفقہ فی الاسلام اور علم بالقرآن کا بڑا حریص ہے، اس لئے عثمان تاخیر فی الاسلام اور کم سنی کے باوجود اپنے قبیلہ بھر مین علمی حیثیت سے ممتاز تھے اسی لئے رسول اللہ صلعم نے انھین بنی ثقیف کا امام بھی بنایا تھا، اگرچہ انھین صحبت نبوی سے

[۱] فتوح البلدان بلاذری ص ۳۹۳ تا ۳۹۶ ملخصاً، [۲] طبری ص ۲۸۱۹، [۳] استیعاب ج ۲ ص ۴۹۷، [۴] تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۲۹، [۵] ابن سعد ج ۵، ق اول ص ۲۶،

استفادہ کا بہت کم موقع ملا، لیکن اون کی مرویات کی تعداد انتیس ۲۹ تک پہنچتی ہے، حضرت حسن بصری فرماتے تھے کہ مین نے عثمان سے افضل کسی کو نہین پایا[1]، یزید بن حکم، سعید بن مسیب، نافع ابن جبیر بن مطعم، مطرف، ابو العلاء، موسی بن طلحہ بن عبد اللہ، محمد بن عیاض، حسن اور ابن سیرین نے ان سے روایتین کی ہین[2]،

تبلیغ احکام نبوی، ارشادات وفرامین نبوی کی تبلیغ ہر آن اور ہر لحظہ پیش نظر رہتی تھی، ایک مرتبہ کلاب بن امیہ عشر وصول کرنے والون کی جماعت مین بیٹھے تھے، عثمان ادھر سے گذرے، تو کلاب سے پوچھا، یہان کیون بیٹھے ہو، انھون نے جواب دیا زیاد نے عشر پر مقرر کیا ہے، یہ سنکر عثمان نے کہا مین تم کو ایک حدیث سناؤن؟ کلاب نے کہا سنائیے، انھون نے یہ حدیث سنائی کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے کہ داؤد علیہ السلام رات کے ایک خاص حصہ مین اپنے گھر والون کو جگاتے تھے کہ آل داؤد اٹھو نماز پڑھو، اس وقت ساحر اور عشر وصول کرنے والون کے علاوہ خدا سب کی دعائین قبول کرتا ہے، کلاب نے یہ حدیث سنکر اسی وقت ابن زیاد کے پاس جاکر اپنی خدمت سے استعفا داخل کردیا[3]، (یہ حکم غیر متدین اور سخت گیر عشر وصول کرنے والون کیلئے ہے ورنہ دیانت داری کے ساتھ وصول کرنے مین کوئی قباحت نہین)،

---

[1] تہذیب الکمال ص ۲۶۰، [2] تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۲۸، [3] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۲،

۸۸ حضرت عداء بن خالدؓ

نام و نسب | عداء نام، باپ کا نام خالد تھا، نسب نامہ یہ ہے، عداء بن خالد بن ہوذہ ابن خالد بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ،

اسلام سے پہلے | عداء غزوۂ حنین میں مشرکین کیساتھ تھے، وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ہم حنین کے دن رسول اللہ صلعم سے لڑے، لیکن خدا نے نہ ہماری مدد کی اور نہ ہمیں فتح مند کیا،[1]

اسلام | حنین کے بعد مع اپنے باپ اور بھائی کے مشرف باسلام ہوئے،[2]

حجۃ الوداع | قبول اسلام کے بعد حجۃ الوداع میں آنحضرت صلعم کی رفاقت کا شرف حاصل کیا،[3]

عطیۂ نبوی، | آنحضرت صلعم نے کسی وقت میں ان کو زجیج کا چشمہ مرحمت فرمایا تھا، اس کا ہبہ نامہ اون کے پاس مدتوں محفوظ رہا، یزید بن مہلب کے زمانہ میں عبد المجید بن ابو یزید اور رجز بن ابو نصر ادھر سے گذرے تو کہا یہاں ایک بزرگ رہتے ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا ہے، چنانچہ یہ دونوں عداء کی زیارت کے لئے ان کے پاس گئے اور پوچھا آپنے رسول اللہ صلعم کو دیکھا ہے، انھوں نے کہا ہاں اور آپ نے پانی کا یہ چشمہ مجھکو مرحمت فرمایا تھا، اسکی تحریر میرے پاس موجود ہے، چنانچہ چمڑے پر لکھا ہوا آنحضرت صلعم کا فرمان نکال کر ان دونوں کو دکھایا،[4]

عداء نے آنحضرت صلعم سے ایک غلام خریدا تھا، اوس کا بیعنامہ بھی ان کے پاس موجود تھا،[5]

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۸۹، [2] اصابہ ج ۴ ص ۲۲۷، [3] ابن سعد ج ۷، ق اول ص ۳۵، [4] ایضاً،

[5] استیعاب ج ۲ ص ۵۲۵،

وفات، عدیؓ نے بڑی عمر پائی، ۱؎ ۷۰ھ تک ان کی زندگی کا پتہ چلتا ہے[1]، سو سال سے زیادہ کی عمر میں وفات پائی،

فضل وکمال، فضل وکمال کے اعتبار سے کوئی قابل ذکر شخصیت نہ تھی، حدیث کی کتابوں میں ان کی بعض روایات موجود ہیں، عبد المجید بن وہب بصری، عبد الکریم عقیلی، ابو رجاء العطاردی اور جہضم بن ضحاک وغیرہ نے ان سے روایتیں کی ہیں[2]

۸۹ حضرت عدی بن حاتمؓ

نام ونسب، عدی نام، ابو طریف کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عدی بن حاتم بن عبد اللہ بن سعد بن حشرج بن امراؤ القیس بن عدی، بن ربیعہ بن جرول بن ثعل بن عمرو بن یغوث بن طے بن ادد بن زید بن کہلان، عدی مشہور عالم حاتم طائی کے جن کی فیاضیاں ضرب المثل ہیں بیٹے ہیں،

عدی کا خاندان مدت سے قبیلہ طے پر حکمران چلا آتا تھا، اور ظہور اسلام کے وقت وہ خود تخت فرماں روائی پر تھے، جب آنحضرت صلعم کو مسلسل فتوحات حاصل ہوئیں، اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کا اثر واقتدار اور اسلام کا دائرہ وسیع ہونے لگا، اور عدی کو نظر آیا کہ کچھ دنوں میں ان کو آنحضرت صلعم کے سامنے سر اطاعت خم کئے بغیر چارہ کار نہیں رہ جائیگا تو دوسرے فرماں رواؤں کی طرح ان کی نخوت کو بھی ایک معمولی قریشی کی ماتحتی اور حکومت گوارا نہ ہوئی لیکن ایک طرف اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا روکنا ان کے بس سے باہر تھا، دوسری طرف حکمرانی کا غرور اسلام کے سامنے سر جھکانے کی اجازت نہ دیتا تھا،

---

[1] اصابہ ج ۴ ص ۲۲۷، [2] تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۶۳،

اس لئے انھون نے ترک وطن کا فیصلہ کرلیا، اور سامان سفر درست کرکے اسلامی فوجون کی آمد کا انتظار کرنے لگے، کہ ادھر وہ اون کے حدود کی طرف بڑھین ادھر یہ اپنا وطن چھوڑکر نکل جائین، جب اسلامی سوار قبیلۂ طے مین پہنچے تو عدی اپنے اہل وعیال کو لے کر اپنی عیسائی برادری کے پاس شام چلے گئے،[1]

اتفاق سے عدی کی ایک عزیزہ چھوٹ گئی تھین، وہ مسلمانون کے ہاتھون مین آئین اور عام قیدیون کے ساتھ ایک مقام پر منتقل کردی گیئن، آنحضرت صلعم کا ادھر سے گذر ہوا، تو ان خاتون نے عرض کیا، یا رسول اللہ! باپ مرچکے ہین، چھڑانے والا اس وقت موجود نہین ہے، مجھ پر احسان کیجئے، خدا آپ پر احسان کریگا، آنحضرت صلعم نے پوچھا چھڑانے والا کون ہے؟ عرض کیا عدی بن حاتم، فرمایا وہی حاتم جس نے خدا اور رسول سے فرار اختیار کیا، یہ کہکر چلے گئے، دوسرے دن پھر گذرے، اسیر خاتون نے پھر وہی درخواست کی اور پھر وہی جواب ملا تیسری مرتبہ اس نے حضرت علیؓ کے مشورہ سے درخواست کی، اس مرتبہ درخواست قبول ہوئی، اور آنحضرت صلعم نے رہا فرمادیا، لیکن چونکہ بڑے گھر کی عورت تھین، اس لئے انکے تبہ و اعزاز کا لحاظ کرکے ارشاد ہوا کہ ابھی جانے مین جلدی نہ کرو، جب تمھارے قبیلہ کا کوئی معتبر آدمی مل جائے تو مجھے خبر کرو، چند دنون کے بعد قبیلہ بلی اور قضاعہ کے کچھ لوگ مل گئے، طائی خاتون نے آنحضرت صلعم کو اطلاع دی، آپ نے اون کے شایان شان سواری لباس اور اخراجات سفر کا انتظام کرکے بحفاظت تمام روانہ کردیا، یہان سے یہ خاتون براہ راست عدی کے پاس شام پہنچین اور ان کی نہایت بری طرح خبر لی کہ تم سے زیادہ قاطع رحم کون ہوگا، اپنے اہل وعیال کو لے آئے اور مجھکو تنہا چھوڑ دیا، عدی نے ندامت اور شرمساری کیساتھ اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۶۸،

چند دنون کے بعد عدی نے انسے پوچھا تم ہوشیار اور عاقل ہو تم نے اس شخص (آنحضرت صلعم) کے متعلق کیا رائے قائم کی، انھون نے کہا میری یہ رائے ہے کہ جس قدر جلد ہو سکے تم اس سے ملو، اگر وہ نبی ہے تو اس سے ملنے مین سبقت کرنا شرف و سعادت ہے اور اگر بادشاہ ہے تو بھی یمن کے ایک باعزت فرمان روا کا کچھ نہین بگاڑ سکتا[1]،

یہ معقول بات عدی کی سمجھ مین آگئی، چنانچہ وہ شام سے مدینہ آئے اور مسجد نبوی مین جاکر آنحضرت صلعم سے ملے، آپ نام پوچھ کر کاشانۂ اقدس کی طرف لے چلے، راستہ مین ایک بوڑھی عورت ملی، اس نے روک لیا، آپ دیر تک اس سے باتین کرتے رہے، اس کا عدی کے دل پر خاص اثر ہوا، اور انھون نے دل مین کہا کہ یہ طرز دنیاوی بادشاہ کا نہین ہو سکتا، گھر لیجا کر آنحضرت صلعم نے عدی کو باصرار ایک گدے پر بٹھایا اور خود زمین پر بیٹھے، اس اخلاق کا عدی کے دل پر اور زیادہ اثر ہوا، اور انھین یقین ہو گیا کہ آنحضرت صلعم کسی طرح دنیاوی بادشاہ نہین ہو سکتے، اس کے بعد آنحضرت صلعم نے عدی کے سامنے اسلام پیش کیا، انھون نے کہا مین تو ایک مذہب کا پیرو ہون، آپ نے فرمایا مین تمھارے مذہب سے تم سے زیادہ واقف ہون، عدی نے متعجبانہ پوچھا، تم میرے مذہب سے مجھ سے زیادہ واقف ہو!؟ فرمایا بیشک کیا تم رکوسی[2] نہین ہو اور مال غنیمت کا چوتھائی حصہ نہین لیتے ہو؟ عدی نے اقرار کیا، اون کے اقرار کے بعد آنحضرت صلعم نے اعتراضاً فرمایا کہ یہ تو تمھارے مذہب مین جائز نہین ہے، یہ حقیقت سنکر عدی کمزور پڑ گئے، پھر آنحضرت صلعم نے فرمایا مین سمجھتا ہون کیا چیز تمھارے اسلام قبول کرنے مین مانع ہوتی ہے، اسلام کے متعلق تمھارا خیال ہوگا کہ اس کے پیرو کمزور اور ناتوان لوگ ہین جن کے پاس نہ کوئی طاقت ہے اور نہ کوئی پرسان حال ہے، پھر پوچھا تم حیرہ کو جانتے ہو، عدی نے کہا دیکھا تو نہین

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۷۹ و ۳۷۰، [2] رکوسی عیسوی اور صابی مذہب کے درمیان ایک فرقہ ہے،

ہے لیکن نام سنا ہے، آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ایک دن خدا اسلام کو تکمیل کے درجہ تک پہنچائیگا اور (اس کی برکت سے) ایک تنہا عورت بلا کسی کی حفاظت کے حیرہ سے آکر کعبہ کا طواف کریگی اور کسریٰ بن ہرمز کا خزانہ فتح ہوگا، عدی نے استعجاباً پوچھا کسریٰ بن ہرمز؟ فرمایا ہاں کسریٰ بن ہرمز، اور مال کی اتنی فراوانی ہوگی کہ لوگوں کو دیا جائیگا اور وہ لینے سے انکار کرینگے، اس گفتگو کے بعد عدی آنحضرت صلعم کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہوگئے[1]

امارت | آنحضرت صلعم ہر نئے مسلمان سے اس کے رتبہ کے مطابق کام لیتے تھے، اور اسلام سے پہلے جن کا جو رتبہ تھا، اس کو اسلام کے بعد برقرار رکھتے تھے، عدی قبیلۂ طے کے حکمران تھے، اس لئے اسلام کے بعد آنحضرت صلعم نے ان کو طے کی امارت پر ممتاز فرمایا[2]،

عہدِ صدیقی | حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں جب ارتداد کا فتنہ اٹھا تو بہت سے عرب قبائل نے زکوٰۃ دینی بند کردی، اس موقع پر عدی کی کوششوں سے ان کا قبیلہ اس فتنہ سے محفوظ رہا، اور عدی برابر زکوٰۃ وصول کرکے دربارِ خلافت پہنچاتے رہے[3]،

عہدِ فاروقی | ۱۳ھ میں جب حضرت عمرؓ نے عراق کی فتوحات کی تکمیل کے لئے تمام ممالک محروسہ سے فوجیں طلب کیں تو عدی بھی اپنے قبیلہ کے آدمیوں کو لیکر شرکتِ جہاد کے لئے پہنچے اور امیر العسکر مثنیٰ کے ساتھ حیرہ کے معرکہ میں شریک ہوئے، اس معرکہ میں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی اور ایرانیوں نے شکست کھائی، اس کے بعد نہر مثنیٰ پر صف آرائی ہوئی، اس میں بھی عدی شریک تھے، اور ایرانی ناکام رہے[4]، اس کے بعد جسر کے معرکہ میں شرکت کی، اس میں مثنیٰ کی غلطی سے مسلمانوں

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ، ۲۵۷ مسند میں یہ حالات جستہ جستہ ہیں ہم نے انھیں جمع کرکے ایک سلسلہ میں لکھدیا ہے، [2] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۰۸، [3] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۷، [4] ابن اثیر ج ۲ ص ۲۹۶،

کو شکست ہوئی،[1] اس سلسلہ کی سب سے بڑی جنگ قادسیہ مین بھی عدی نے داد شجاعت دی[2]، سب سے آخر مین کوثی اور مدائن پر فوجکشی ہوئی، عدی اس مین بھی ہمراہ اور مدائن کے فاتحین مین تھے، ان کے سامنے کسریٰ کا خزانہ مسلمانون کے قبضہ مین آیا، اور انھون نے اپنی آنکھون سے آنحضرت صلعم کی پیشین گوئی کی تصدیق دیکھ لی[3]، ان فتوحات کے علاوہ تستر اور نہاوند کے معرکون مین بھی شریک تھے[4]، شام کی بعض فتوحات مین بھی خالد بن ولید کے ہمراہ تھے، غرض اس عہد کی اکثر لڑائیون مین انھون نے شرکت کی سعادت حاصل کی،

عہد مرتضوی حضرت عثمانؓ کے طرز عمل سے عدی کو اختلاف تھا، اس لئے اون کے زمانہ مین بالکل خاموش رہے، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب حضرت علیؓ اور دوسرے اکابرین مین اختلاف ہوا تو عدی نے حضرت علیؓ کی نہایت پرجوش حمایت کی، چنانچہ جنگ جمل مین آپ کے ساتھ تھے، بصرہ کے قریب جب حضرت علیؓ نے اپنی فوج کو مرتب کیا تو قبیلۂ طے کا علم بردار عدی کو بنایا[5]، اور وہ جنگ جمل مین حضرت علیؓ کی حمایت مین نہایت جانبازی کیساتھ لڑے، اس معرکہ مین اون کی ایک آنکھ کام آئی[6]، جنگ جمل کے بعد صفین مین بھی اسی جوش و خروش کیساتھ حضرت علیؓ کی حمایت مین نکلے، اس جنگ مین بنو قضاعہ کی کمان عدی کے ہاتھون مین تھی[7]، صفین کا معرکہ مدتون جاری رہا، شروع مین فریقین کے بہادر ایک ایک دستہ لیکر میدان مین اترتے تھے، ایک دن حضرت خالدؓ کے صاحبزادے شامیون کی جانب سے میدان مین اترے، حضرت علیؓ کی جانب سے عدی اون کے مقابلہ کو نکلے اور صبح سے شام تک مقابلہ کرتے رہے[8] ایک دن جبکہ گھمسان لڑائی ہو رہی تھی، اور عراقی فوجین پراگندہ ہو رہی تھین حضرت علیؓ

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹۳، [2] ایضاً، [3] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۵۷، [4] ابن اثیر ج ۲ ص ۲۴۱،

[5] اخبار الطوال ص ۱۵۵، [6] ایضاً، [7] ایضاً ص ۱۸۳، [8] ایضاً ص ۱۹۸،

علٰحدہ ایک دستہ کو لئے ہوئے معرکہ آرا تھے، عدی نے حضرت علیؓ کو نہ دیکھا تو آپ کی تلاش مین نکلے اور ڈھونڈھ کر عرض کیا کہ اگر آپ صحیح و سالم ہین تو معرکہ سر کر دینا زیادہ دشوار نہین ہی، مین آپکی تلاش مین لاشون کو روندتا ہوا آپ تک پہنچا ہون، اس دن سب سے زیادہ ثابت قدمی عدی نے دکھائی تھی انکا ماتحت دستہ ربیعہ اس بہادری سے لڑا کہ حضرت علیؓ کو کہنا پڑا کہ ربیعہ میری زرہ اور میری تلوار ہین[۱]،

صفین کے بعد نہروان کا معرکہ ہوا اس مین بھی عدی حضرت علیؓ کے دست راست تھے غرض شروع سے آخر تک وہ برابر حضرت علیؓ کے ساتھ جان نثارانہ شریک حال رہے[۲]،

وفات، مختار ثقفی کے خروج تک عدی کی زندگی کا پتہ چلتا ہے اس اعتبار سے وہ جنگ صفین کے بعد ۳۰ سال تک زندہ رہے، مگر اس تیس سالہ زندگی کے واقعات پردۂ خفا مین ہین، اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ حضرت علیؓ کے فدائیون مین تھے اور آپ کے بعد انھون نے گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی تھی، ابن سعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوفہ مین عزلت کی زندگی بسر کرتے تھے، اور یہین ۶۷ھ مین وفات پائی[۳]،

فضل وکمال، عدی گو آخری زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، تاہم چونکہ آنحضرت صلعم اور شیخین کے پاس برابر آتے جاتے رہتے، خصوصاً حضرت علیؓ کے ساتھ اُن کے تعلقات بہت زیادہ تھے، اس لئے وہ مذہبی علوم سے بے بہرہ نہ تھے، چنانچہ اون کی ۶۶ روایتین حدیث کی کتابون مین موجود ہین، ان مین سے چھ متفق علیہ ہین اور ۳ مین امام بخاری اور ۲ مین امام مسلم منفرد ہین[۴]، ان کے تلامذہ مین عمرو بن حریث، عبداللہ بن معقل، تمیم بن طرفہ

---

[۱] اخبار الطوال ص ۱۹۸، [۲] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۷، [۳] اخبار الطوال ص ۱۹۸،

[۴] تہذیب الکمال ص ۲۶۳،

خیثمہ بن عبدالرحمن، محل بن خلیفہ طائی، عامر الشعبی، عبداللہ بن عمرو، ہلال بن منذر، سعید بن جبیر، قاسم بن عبدالرحمن، عباد بن جیش وغیرہ قابل ذکر ہیں[1]، علامہ ابن عبدالبر نے ان کے کمالات کے متعلق یہ رائے ظاہر کی ہے، کان سیدا شریفا فی قومہ خطیبا حاضر الجواب فاضلا کریما[2] وہ اپنی قوم کے سردار اور معززین میں تھے، خطیب، حاضر جواب، فاضل اور کریم تھے۔

مذہبی زندگی، یوں تو عدی کی زندگی بحیثیت ایک صحابی کے خالص مذہبی تھی، لیکن نماز اور روزوں کے ساتھ خاص انہماک تھا، نماز کے لئے یہ اہتمام تھا کہ ہر وقت باوضو رہتے تھے کبھی اقامت کے وقت وضو کی ضرورت نہیں پڑی[3]، ہر وقت نماز میں دل لگا رہتا تھا، اور نہایت اشتیاق سے نماز کے وقت کا انتظار کرتے رہتے تھے[4]، روزہ کے شرائط کی اس سختی کے ساتھ پابندی کرتے تھے کہ جب انھیں یہ حکم معلوم ہوا

حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود، یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے تمہارے لئے سپید دھاگا، سیاہ دھاگے سے،

نازل ہوا تو سوتے وقت سیاہ اور سپید عقال تکیہ کے نیچے رکھ لیتے تھے اور اس سے سحری کے وقت کے اختتام کا اندازہ لگاتے تھے، لیکن سیاہی اور سپیدی میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا تھا، اس لئے آنحضرت صلعم سے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے ہنس کر فرمایا معلوم ہوتا ہے، تمہارا تکیہ بہت لمبا چوڑا ہے اسود و ابیض سے مراد رات دن ہیں[5]۔

فیاضی، سخاوت و فیاضی وراثۃً ملی تھی، ان کا دروازہ ہر وقت اور ہر شخص کے لئے کھلا رہتا تھا، ایک مرتبہ اشعث بن قیس نے دیگیں مانگ بھیجیں، عدی نے اسے بھروا کر بھیجا، اشعث نے

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۶۷، [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۶، [3] اصابہ ج ۳ ص ۱۲۸، [4] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۶، [5] ابوداؤد کتاب الصوم باب وقت السحور،

کہلا بھیجا ہین نے خالی مانگی تھین، انھون نے جواب کہلایا کہ مین عاریتًہ بھی خالی دیگ نہین دیتا[1]،

ایک مرتبہ ایک شاعر سالم بن وارہ نے آکر کہا ہین نے آپ کی مدح مین اشعار کہے ہین عدی نے کہا ذرا رک جاؤ ہین اپنے مال و اسباب کی بتفصیل تمکو بتا دون اوس کے بعد سنانا، میرے پاس ایکہزار بچے والی اونٹنیان دو ہزار درہم ۳ غلام اور ایک گھوڑا ہے، اوس کے بعد شاعر نے مدحیہ قصیدہ سنایا[2]،

جو شخص انکے رتبہ سے کم سوال کرتا اسے نہ دیتے تھے، صحیح مسلم مین وا ہیت صحیح مروی ہے کہ ایک شخص نے سو درہم کا سوال کیا اتنی کم رقم سنکر بولے ہین حاتم کا بیٹا ہون اور تم مجھ سے محض سو درہم مانگتے ہو، خدا کی قسم ہرگز نہ دونگا[3]،

انکی فیاضی سے انسان سے لیکر حیوان تک یکسان مستفید ہوتے تھے، چیونٹیون کی غذا مقرر تھی اون کے کھانے کے لئے روٹیان توڑکر ڈالتے تھے اور کہتے تھے یہ بھی حقدار ہین[4]،

بارگاہ نبوی مین عزت عدی اپنے ذاتی اور خاندانی فضائل کیوجہ سے بڑی عزت وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، جب آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوتے تو آپ اُنکے لیے جگہ خالی کر دیتے[5]، خلفا کے یہان بھی یہی وقعت قائم تھی، ایکمرتبہ حضرت عمرؓ کے زمانہ مین مدینہ آئے اور ان سے مل کر پوچھا آپ نے مجھے پہچانا فرمایا پہچانتا کیون نہین تم اس وقت ایمان لائے جب لوگ کفر مین مبتلا تھے تم نے اس وقت حق کو پہچانا جب لوگ اس کے منکر تھے اور تم نے اُس وقت وفا کی جب لوگ دھوکا دیرہے تھے اور تم اس وقت آئے جب لوگ پیٹھ پھیر رہے تھے، سب سے پہلا صدقہ جس نے رسول اللہ صلعم کے اصحاب کے چہرون کو بشاش کیا، وہ تمھارے قبیلہ طے کا تھا[6]،

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹۳، [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۷، [3] مسلم ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ مصر [4] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۹۳ [5] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۷، [6] اصابہ ج ۴ ص ۲۲۹ بخفیف تغیر کیساتھ یہ روایت بخاری کتاب المغازی مین بھی ہے

۹۰۔ حضرت عروہ بن مسعودؓ ثقفی،

نام ونسب، عروہ نام، ابو مسعود کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عروہ بن مسعود بن مالک بن کعب ابن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف بن منبہ بن بکر بن ہوازن بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس عیلان،

اسلام سے پہلے، سنہ ۶ھ مین جب آنحضرت صلعم عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہوئے اور حدیبیہ کے قریب پہنچکر بدیل کی زبانی معلوم ہوا کہ قریش مزاحمت کرنے کا ارادہ رکھتے ہین تو آپنے انسے فرمایا ہم کسی سے لڑنے نہین آئے ہین، ہمارا مقصد صرف عمرہ کرنا ہے، قریش کو پیہم لڑائیون نے بہت خستہ اور کمزور کر دیا ہے اس لئے اون کو لڑنا مناسب نہین ہے، بہتر صورت یہ ہے کہ وہ ہم سے ایک معین مدت کے لئے صلح کرلین، اور ہمارا اور قوم کا معاملہ اپنی حالت پر چھوڑ دین، جب ہم غالب ہونگے تو انھین اختیار ہوگا کہ وہ ہماری جماعت مین شامل ہون یا نہ شامل ہون اور اگر مصالحت منظور نہین ہے تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ مین میری جان ہے، جب تک جان باقی ہے اس وقت تک ان سے لڑونگا تا آنکہ خدا اپنا فیصلہ پورا کرے،"

آنحضرت صلعم کی یہ گفتگو سنکر بدیل قریش کے پاس گئے اور اون سے کہا مین محمدؐ کی باتین سنکر آیا ہون، اگر تملوگ پسند کرو تو بیان کرون، پرجوش اور ناتجربہ کار لوگون نے کہا ہم کو سننے کی ضرورت نہین ہے، لیکن سنجیدہ اور سمجھدار آدمیون نے سننے پر آمادگی ظاہر کی، بدیل نے پوری گفتگو سنادی، یہ مصالحانہ باتین سنکر عروہ بن مسعود نے قریش سے

سوال کیا کیا مین تمھارا باپ اور تم میرے بچے نہین ہو؟ سب نے اثبات مین جواب دیا پھر پوچھا تم کو میری جانب سے کوئی بدگمانی تو نہین ہے، سب نے نفی مین جواب دیا، پھر سوال کیا کیا تم کو یہ معلوم نہین ہے کہ مین نے عکاظ والون سے تمھاری مدد کے لئے کہا تھا اور جب انھون نے انکار کیا تو مین خود اپنے بال بچون سمیت اور جن جن لوگون نے میرا کہنا مانا سب کو لیکر تمھاری مدد کے لئے نہین آیا، یہ تمام مقدمات تسلیم کرانے کے بعد بولے جب ان باتون کو مانتے ہو تو میری باتین سنو محمدؐ نے نہایت معقول صورت پیش کی ہے، اس کو منظور کرلو، اور مجھے اجازت دو کہ مین جاکر ان سے گفتگو کرکے معاملات طے کراؤن، سب نے بالاتفاق انھین نمایندہ بنا کر بھیجا، چنانچہ یہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین پہنچے آپ نے ان کے سامنے بھی وہی صورت پیش کی، جو بدیل کے سامنے پیش کر چکے تھے، عروہ نے کہا محمدؐ ہم نے فرض کیا، اگر تم نے قریش کا استیصال بھی کر دیا تو مین سوال کرتا ہون کہ کیا اس کی کوئی مثال ملسکتی ہے کہ کسی نے اپنی قوم کو خود برباد کر دیا ہو، اور اگر کچھ اور نتیجہ نکلا، تو تمھارے گرد جو بھیڑ نظر آرہی ہے یہ سب چھٹ جائیگی، اور جو چہرے اسوقت دکھائی دیتے ہین یہ ہوا ہو جائین گے، حضرت ابوبکرؓ یہ بدگمانی سنکر بیتاب ہوگئے، اور گالی دیکر کہا کہ ہم ان کو چھوڑ کر بھاگ جائین گے؟ عروہ نے پوچھا یہ کون ہے؟ معلوم ہوا ابوبکرؓ، ابوبکرؓ کا نام سنکر کہا خدا کی قسم اگر مین تمھارے احسان سے گران بار نہ ہوتا تو تمھاری سخت کلامی کا جواب دیتا،

عروہ عربون کی عادت کے مطابق اثنائے گفتگو مین باربار آنحضرت صلعم کی ریش مبارک کیطرف ہاتھ بڑھاتے تھے مغیرہ بن شعبہ جو ہتھیار لگائے آپ کی پشت پر کھڑے تھے یہ بیباکانہ انداز گفتگو برداشت نہ کرسکے، باربار تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالتے تھے، آخر مین عروہ کو ڈانٹا کہ خبردار اب داڑھی کی طرف ہاتھ نہ بڑھنے پائے، عروہ نے پوچھا یہ کون ہے؟ معلوم ہوا مغیرہ، عروہ نے کہا او دغاباز

کیا مین نے ایک موقع پر تیری مدد نہین کی تھی، (مغیرہ نے جاہلیت مین چند آدمیون کو قتل کیا تھا، عروہ نے انکی دیت ادا کی تھی)

عروہ نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ صحابہ کی حیرت انگیز عقیدت کا جو منظر دیکھا اوس نے اون کے دل پر خاص اثر کیا چنانچہ واپس جاکر قریش سے بیان کیا کہ مین بہت سے بادشاہون کے دربارون مین گیا ہون لیکن محمدؐ کے ساتھ اون کے ساتھیون کو جو عقیدت ہے اور جس قدر وہ لوگ اون کا احترام کرتے ہین وہ کسی بادشاہ کو نصیب نہین ہین نے قیصر و کسریٰ کے بھی دربار دیکھے ہین، لیکن عقیدت و وارفتگی کا یہ منظر کہین نہین نظر آیا، محمدؐ تھوکتے ہین تو اون کے ساتھی بلغم اور تھوک کو ہاتھون اور چہرہ پر مل لیتے ہین، وہ وضو کرتے ہین تو لوگ پانی پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہین کہ معلوم ہوتا ہی کہ اس کے لئے کشت و خون ہوجائیگا، جب وہ کوئی حکم دیتے ہین تو ہر شخص اوس کی تعمیل کیلئے دوڑتا ہے جب وہ بولتے ہین تو مجلس مین سناٹا چھا جاتا ہی، کوئی شخص اون کی طرف نظر بھر کر نہین دیکھ سکتا، ایسے شخص نے ایک معقول صورت پیش کی ہے تم کو اسے قبول کر لینا چاہیئے[1]

اسلام | ۹ھ مین جب آنحضرت صلعم غزوۂ تبوک سے واپس ہو رہے تھے تو واپسی مین عروہ بھی پیچھے ہو لئے اور مدینہ پہنچنے سے قبل آپ سے مل کر مشرف باسلام ہوگئے،

تبلیغ اسلام اور شہادت | قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلعم سے اپنے قبیلہ مین اشاعت اسلام کی اجازت مانگی، آپ کو بنی ثقیف کی کجی فطرت اور اون کی رعونت کا پورا اندازہ تھا، فرمایا یہ لوگ تم سے لڑین گے، عرض کی یا رسول اللہ وہ لوگ مجھے بہت مانتے ہین اور عزیز رکھتے ہین اور باصرار آپ سے اجازت لیکر بنی ثقیف پہنچے، عروہ کو بنی ثقیف پر بڑا اعتماد تھا، اس لئے آتے ہی اپنے اسلام کا اعلان کر دیا، اور اعلان کرنے کے بعد انھین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اس وقت انھین بنی ثقیف کے متعلق اپنے غلط حسن ظن

[1] بخاری کتاب الشروط فی الجہاد و المصالحۃ مع اہل الحرب،

کا پورا اندازہ ہوا اون کی دعوت کا جواب بجاے زبان کے تیرون سے ملا، ایک تیر آکر عروہ کے لگا جو تیر قضا ثابت ہوا، یہ ابن ہشام کی روایت ہے[1]،

مستدرک مین اس واقعہ کی شکل کسی قدر مختلف ہے، اس روایت کے مطابق واقعہ کی صورت یہ ہے کہ جب عروہ آنحضرت صلعم سے اجازت لیکر اپنے قبیلہ پہنچے تو رات کا وقت تھا لوگ اونکی آمد کی خبر سنکر ملنے آئے، انھون نے اون کے سامنے اسلام پیش کیا، انھین اس کے جواب مین ایسی سخت باتین سننی پڑین جو اُنکے وہم و گمان مین بھی نہ تھین، یہ رات کا وقت تھا اسلیے بنی ثقیف اسوقت غصہ فرگری دکھا کر لوٹ گئے،

صبح کو عروہ نے فجر کی اذان دی، یہ غیر مانوس صدا سنکر اون کے کسی اہل قبیلہ نے تاک کر تیر مارا[2]،

تیر لگنے کے بعد لوگون نے پوچھا اپنے خون کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے، کہا یہ خدا کا مخصوص احسان و کرم ہے جس سے اوس نے مجھے نوازا ہے، میرا رتبہ اون لوگون کے برابر ہے، جو رسول اللہ صلعم کے ساتھ شہید ہوئے، اس لئے مجھے انھین لوگون کے ساتھ دفن کرنا، زخم نہایت مہلک تھا اس سے جانبر نہ ہو سکے اور وصیت کے مطابق مسلمانون کے گنج شہیدان مین سپرد خاک کیے گئے[3]،

آنحضرت صلعم نے اون کی شہادت کی خبر سنی تو فرمایا عروہ کی مثال صاحب یٰسین (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) جیسی ہے، جنھون نے اپنی قوم کو خدا کی طرف بلایا، اور اوس نے اون کو شہید کر دیا[4]،

اس اسوۂ عیسوی کو پورا کرنے والا صورۃً بھی مثیل مسیح تھا، آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ مجھے انبیا کی (مثالی) صورتین دکھائی گئین، مسیح عروہ کے ہمشکل تھے، جبرئیل دحیہ کلبی کے ہم شبیہ اور ابراہیم میرے، حضرت عمرؓ کو عروہ کی شہادت کا بڑا قلق ہوا، اور آپ نے اون کا مرثیہ کہا[5]،

---

[1] ابن ہشام ج ۲ ص ۳۲۵، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۱۶، [3] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۲۵، [4] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۱۶، [5] استیعاب ج ۲ ص ۵۰۵،

۹۱۔ حضرت عکرمہ بن ابی جہلؓ

نام ونسب عکرمہ نام، باپ کا نام ابوجہل تھا، نسب نامہ یہ ہے، عکرمہ بن ابی جہل بن ہشام ابن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوئی قرشی مخزومی،

قبل از اسلام عکرمہ مشہور دشمنِ اسلام ابوجہل کے بیٹے ہین، باپ کی طرح یہ بھی اسلام اور مسلمانون کے سخت دشمن تھے اور اسلام کے استیصال کی ہر کوشش مین پیش پیش رہتے تھے، بدر مین مسلمانون کے خلاف بڑی سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا اس معرکہ مین اون کا باپ معوذ اور معاذ دو نوجوانون کے ہاتھون سے مارا گیا[1]، باپ کو خاک وخون مین تڑپتا دیکھکر عکرمہ نے اسکے قاتل معاذ پر ایسا وار کیا کہ معاذ کا ہاتھ لٹک گیا[2]، بدر کے بعد جن لوگون نے ابوسفیان کو مقتولین بدر کے انتقام لینے پر آمادہ کیا تھا، ان مین ایک عکرمہ بھی تھے[3]، احد مین یہ اور خالد مشرکین کی کمان کرتے تھے[4]، ۵ھ مین جب تمام مشرکین عرب نے اپنے قبیلون کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کی تو عکرمہ بھی بنی کنانہ کو لیکر مسلمانون کے استیصال کے لئے گئے[5]، فتح مکہ مین اہل مکہ نے بغیر کسی مقابلہ کے سپر ڈال دی تھی، لیکن بعضون نے جنمین عصبیت زیادہ تھی، مزاحمت کی ان مین ایک عکرمہ بھی تھے[6] غرض شروع سے آخر تک انھون نے ہر موقع پر اپنی اسلام دشمنی کا پورا ثبوت دیا،

فتح مکہ کے بعد جب دشمنانِ اسلام کی قوتین ٹوٹ گئین اور مکہ اور اطراف مکہ کے قبائل جوق در جوق اسلام کے دائرہ مین داخل ہونے لگے تو وہ معاندینِ اسلام جنکی رعونت اور سرکشی اب بھی

---

[1] بخاری کتاب المغازی غزوۂ بدر، [2] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۶۵، [3] ایضاً ص ۴۴۶، [4] ایضاً ص ۴۵۰،
[5] ایضاً ج ۲ ص ۹۸ [6] ابن سعد حصہ مغازی ص ۹۸،

نہ گئی تھی، مکہ چھوڑ کر دوسرے مقاموں پر نکل گئے عکرمہ بھی انھین معاندین مین تھے، چنانچہ وہ یمن کے قصد سے بھاگ گئے انکی سعیدہ بیوی مشرف باسلام ہوگئین، اور آنحضرت صلعم سے شوہر کی جان کی امان لیکر اون کی تلاش مین نکلین،

اس وقت عکرمہ جاچکے تھے جب یمن جانے کے لئے کشتی پر بیٹھے تو سلامتی سے پار اترنے کیلئے تیمناً لات وعزیٰ کا نعرہ لگایا، دوسرے ساتھیون نے کہا یہان لات وعزیٰ کا کام نہین ہے یہان صرف خدائے واحد کو پکارنا چاہیے، یہ بات عکرمہ کے دل پر کچھ ایسا اثر کرگئی کہ اُنھون نے کہا کہ اگر دریا مین خدائے واحد ہے تو خشکی مین بھی وہی ہے پھر کیون نہ مجھے محمد کے پاس لوٹ جانا چاہیئے چنانچہ وہ راستہ ہی سے واپس ہوگئے، واپسی مین بیوی جو اون کی تلاش مین نکلی تھین مل گئین انھون نے عکرمہ سے کہا مین ایک ایسے انسان کے پاس سے آرہی ہون، جو سب سے زیادہ نیک سب سے زیادہ بہتر اور سب سے زیادہ صلہ رحم کرنے والا ہے، مین نے اوس سے تمھاری جان بخشی بھی کرالی ہے بیوی کی یہ باتین سنکر عکرمہ اون کے ساتھ مکہ پہنچے، اس وقت آنحضرت صلعم مکہ ہی مین تھے عکرمہ کو دیکھکر فرطِ مسرت سے اچھل پڑے، اور مرحبا بالراکب المھاجر، یعنی "پردیسی سوار خوش آمدید" کہکر استقبال فرمایا، عکرمہ بیوی کی طرف اشارہ کرکے بولے ان سے معلوم ہوا ہے کہ آپنے مجھے امان دیدی ہے، آنحضرت صلعم نے فرمایا ہان تم مامون ہو، اس رحم وکرم اور عفو ودرگذر کو دیکھکر اس دشمنِ اسلام نے جس نے اپنی ساری قوتین اسلام کے مٹانے مین صرف کردی تھین، فرطِ ندامت سے سر جھکالیا، اور نظرین نیچی کرکے ان الفاظ مین اسلام کی حقانیت کا اعتراف کیا، مین شہادت دیتا ہون کہ خدا ایک ہے اوس کا کوئی شریک نہین آپ اوس کے بندے اور رسول ہین، آپ سب سے زیادہ نیک، سب سے زیادہ سچے، اور سب سے زیادہ عہد کو پورا کرنے والے ہین، اسلام قبول کرنے کے بعد گذشتہ گناہون کی پوری فہرست نگاہون کے سامنے آجاتی ہے، اور عفوِ تقصیر

کی درخواست ہوتی ہے، کہ یا رسول اللہ میں اس سے پہلے آپ کے ساتھ بہت سے مواقع پر اپنی عداوت اور دشمنی کا ثبوت دے چکا ہوں مخالفانہ مہموں میں شرکت کی ہے مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کے لئے میدان میں گھوڑے دوڑائے ہیں، اب ان گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا فرمائیے، اون کی درخواست پر رحمت دو عالم دعا فرماتے ہیں، اس کے بعد عکرمہ عرض کرتے ہیں" یا رسول اللہ آپ کے علم میں جو چیز میرے لئے سب سے زیادہ بہتر، باعث خیر اور سودمند ہو اوس کی تلقین فرمائیے" آنحضرت صلعم خدا کی وحدانیت اپنی عبدیت و رسالت کی تعلیم دیتے ہیں، ان تمام مراحل کے بعد عکرمہ کو تلافی مافات کی فکر ہوتی ہے، عرض کرتے ہیں" یا رسول اللہ جس قدر روپیہ میں خدا کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے کے لئے صرف کرتا تھا، خدا کی قسم اب اوس کا دونا اوس کی راہ میں صرف کرونگا اور اسکی راہ سے روکنے کے لئے جس قدر لڑائیاں لڑی ہیں اب اوس کی راہ میں اس کا دونا جہاد کرونگا،[1]

گو آنحضرت صلعم نے عکرمہ کی تمام گذشتہ خطاؤں سے درگذر فرمایا تھا لیکن ایسے مشہور دشمن اسلام کے بارہ میں عام مسلمانوں کی زبان رکنا مشکل تھا لوگ انہیں یا ابن عدو اللہ دشمن خدا کے بیٹے کہہ کر طعنہ زنی شروع کی، اس کو روکنے کے لئے آنحضرت صلعم نے مخصوص خطبہ دیا کہ لوگ کانیں ہیں جو جاہلیت کے زمانہ میں معزز تھا، وہ اسلام میں بھی معزز ہے، کسی کافر کی وجہ سے کسی مسلمان کے دل کو دکھ نہ پہنچاؤ،[2]

غزوات عکرمہ کو گذشتہ اسلام دشمنی کی تلافی کی بڑی فکر تھی، چنانچہ وہ قبول اسلام کے بعد ہمہ تن اوس کی تلافی میں لگ گئے، اور آنحضرت صلعم کی حیات میں جو موقع بھی اس قسم کا پیش آیا، اس کو انھوں نے نہ چھوڑا، حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں کان عکرمہ مجتہداً فی قتل المشرکین مع المسلمین،[3]

---

[1] موطا امام مالک کتاب النکاح نکاح المشرک اذا اسلمت زوجتہ قبلہ لیکن عکرمہ کے اسلام کا واقعہ نہایت مختصر ہے، اس کی تفصیلات مستدرک ج ۳ ص ۲۴۱ سے ماخوذ ہیں، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۴۳، [3] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۹،

فتنۂ ارتداد | فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلعم کی زندگی مین جہاد کے کم مواقع پیش آسکے اس لئے عکرمہ کو تلافی کا پورا موقع نہ مل سکا حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین جب ارتداد کا فتنہ اُٹھا تو عکرمہ کو اپنی تمنا پوری کرنے کا موقع ملا حضرت ابوبکرؓ نے اون کو اور حذیفہ کو قبیلۂ ازد کی سرکوبی پر مامور کرکے عمان بھیجا، انھون نے اس کے سردار لقیط بن مالک کو قتل کرکے بنی ازد کو دوبارہ اسلام پر قائم کیا، اور بہت سے قیدی گرفتار کرکے مدینہ لائے[۱]،

ازد کا فتنہ فرو ہونے کے بعد ہی عمان کے دوسرے قبائل مین ارتداد کی وبا پھیل گئی اور وہ سب شحر مین جمع ہوئے، حضرت ابوبکرؓ نے پھر عکرمہ کو بھیجا انھون نے ان سب کو شکست دی، ان سے فارغ ہوئے تھے کہ بنی مہرہ جتھا بناکر مخالفت پر آمادہ ہوگئے عکرمہ اون کی طرف بڑھے لیکن جنگ کی نوبت نہین آئی، اور بنی مہرہ نے زکوٰۃ ادا کردی[۲]،

یمن کے مرتدون کی سرکوبی پر زیاد بن لبید مامور ہوئے تھے، اور انھون نے بہت سے قبائل کی سرکوبی کرکے انھین درست کردیا تھا، لیکن ایک مرتد اشعث بن قیس نے زیاد پر حملہ کرکے ان تمام نقد و جنس جو انھون نے مرتدین سے حاصل کیا تھا، اور کل مرتد قیدی چھین لئے، زیاد نے حضرت ابوبکرؓ کو اس کی اطلاع کی حضرت ابوبکرؓ نے عکرمہ کو بھیجا، انھون نے زیاد اور مہاجر بن ابی امیہ کیساتھ مل کر اشعث کے سیکڑون پیروون کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا، اور اشعث کو مجبور ہوکر اپنے قبیلہ کے لئے امان طلب کرنی پڑی، لیکن امان نامہ کی تحریر مین اپنا نام لکھنا بھول گیا، عکرمہ نے تحریر پڑھی تو اس مین خود اشعث کا نام نہ تھا، اس لئے اسکو پکڑ کے حضرت ابوبکرؓ کے پاس لائے، آپ نے استحسانًا چھوڑ دیا[۳]،

شام کی فوج کشی | فتنۂ ارتداد فرو ہونے کے بعد شام کی فوج کشی مین مجاہدانہ شریک ہوئے اور تادم آخر

---

[۱] فتوح البلدان بلاذری ص ۸۳، [۲] ایضاً، [۳] یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۹،

نہایت جانفروشی سے لڑتے رہے، فحل کے معرکہ مین اس بہادری اور شجاعت سے لڑے کہ دشمنون کی صفون مین گھستے چلے جاتے تھے، ایک مرتبہ لڑتے مارتے ہوئے بے محابا صفون کے اندر گھس گئے، سر اور سینہ زخمون سے چور ہو گیا، لوگون نے کہا، عکرمہ! خدا سے ڈرو، اس طرح اپنے کو ہلاک نہ کرو، ذرا نرمی اختیار کرو، جواب دیا مین لات و عزیٰ کے لئے تو جان پر کھیلا کرتا تھا اور آج خدا اور رسول کے لئے جان بچاؤن، خدا کی قسم ایسا ہرگز نہین ہو سکتا[1]،

شام کی تمام معرکہ آرائیون مین یرموک کا معرکہ نہایت اہم شمار کیا جاتا ہے، اس مین خالد بن ولید نے اون کو ایک دستہ کا افسر بنایا تھا، عکرمہ نے افسری کا پورا حق ادا کیا، دوران جنگ مین ایک مرتبہ رومیون کا ریلا اتنا زبردست ہوا کہ مسلمانون کے قدم ڈگمگا گئے، عکرمہ نے دیکھ کر للکارا کہ ہم رسول اللہ صلعم کے ساتھ کتنی لڑائیان لڑ چکے ہین، اور آج تمھارے مقابلہ مین بھاگ نکلین گے؟ اور آواز دی کہ کون موت پر بیعت کرتا ہے؟ اس آواز پر چار سو مسلمان سر بکف جان دینے کے لئے آمادہ بیعت ہو گئے، ان کو لیکر عکرمہ خالد بن ولید کے خیمہ کے سامنے اس پامردی سے لڑے کہ چار سو آدمیون مین سے بہتون نے جام شہادت پیا، اور جو بچے وہ بھی زخمون سے چور تھے، عکرمہ اور اون کے دو لڑکے زخمون سے چور چور ہو گئے، لڑکون کی حالت زیادہ نازک تھی، خالد بن ولید انھین دیکھنے کے لئے آئے اور اون کے سرون کو زانو پر رکھکر سہلاتے جاتے تھے اور حلق مین پانی ٹپکاتے جاتے تھے[2]،

شہادت: عکرمہ کی جائے شہادت مین بڑا اختلاف ہے، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ فحل مین جام شہادت پیا، اور بعضون سے معلوم ہوتا ہے کہ یرموک مین، اور کچھ رواۃ اجنادین اور مرج صفر بتاتے ہین، لیکن یرموک کی شہادت زیادہ اغلب ہے،

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۷، [2] طبری ص ۲۱۰۰،

عبادت عکرمہ کو تلافیِ مافات کی بڑی فکر تھی، اس لئے قبولِ اسلام کے بعد اس پیشانی کو جو برسون لات وعزیٰ کے سامنے سجدہ ریز رہ چکی تھی، خدائے قدوس کی جبہ سائی کے لئے وقف کردیا، چنانچہ ارباب سیر لکھتے ہین، ثم اجتھد فی العبادۃ یعنی قبولِ اسلام کے بعد انھون نے عبادت مین بڑی مشقت کی[1]، قرآن شریف کیساتھ والہانہ شغف تھا، قرآن پاک کو چہرہ پر رکھکر نہایت بے قراری کے ساتھ "کتاب ربی، کتاب ربی" کہکر روتے تھے[2]

انفاق فی سبیل اللہ یاد ہوگا کہ قبولِ اسلام کے بعد انھون نے آنحضرت صلعم سے کہا تھا کہ جتنی لڑائیان مین راہ خدا کی مخالفت مین لڑ چکا ہون اوس کی دونی اوس کی راہ مین لڑونگا، اور جتنی دولت اسکی مخالفت مین صرف کرچکا ہون اوس کی دونی اوس کی راہ مین صرف کرون گا، پہلے عہد کی صداقت تم فتنۂ ارتداد اور شام کی معرکہ آرائیون مین دیکھ چکے، ان لڑائیون کے لئے انھون نے ایک حبہ بیت المال سے نہین لیا، جب شام کی فوج کشی کے انتظامات ہونے لگے اور حضرت ابوبکرؓ معائنہ کرنے کے لئے تشریف لائے تو معائنہ کرتے کرتے ایک خیمہ کے پاس پہونچے، اوس کے چارون طرف گھوڑے، نیزے اور سامانِ جنگ نظر آیا، قریب جاکر دیکھا تو خیمہ مین عکرمہ دکھائی دیے، حضرت ابوبکرؓ نے سلام کیا، اور اخراجاتِ جنگ کے لئے کچھ رقم دینی چاہی، عکرمہ نے اوسکو قبول کرنے سے انکار کردیا اور کہا مجھکو اس کی حاجت نہین ہے، میرے پاس دو ہزار دینار موجود ہین، یہ سنکر حضرت ابوبکرؓ نے اون کے لئے دعائے خیر کی[3]

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۵۶۰، [2] مسند دارمی ص ۴۰۷، ومستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۴۱،

[3] اسد الغابہ ج ۴ ص ۶،

۹۲- حضرت علاء حضرمیؓ

نام ونسب| علاء نام، باپ کا نام عبد اللہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، علاء بن عبد اللہ حضرمی بن ضماد بن سلمی بن اکبر، علاء نسلاً حضرمی اور وطناً یمنی تھے لیکن اون کے والد عبد اللہ حضرب بن امیہ کے حلیف بن کر مکہ ہی مین مقیم ہوگئے تھے،

اسلام| دعوت اسلام کے آغاز مین مشرف باسلام ہوئے،

سفارت| فتح مکہ کے بعد جب آنحضرت صلعم نے قرب وجوار کے فرمان رواؤن کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے تو منذر بن ساوی حاکم بحرین کے پاس خط لیجانے کی خدمت علاء کے سپرد ہوئی، اس خط پر منذر اور اُس کیساتھ اسکی کل عرب رعایا اسلام کی حلقہ بگوش ہوگئی، البتہ مجوسی اپنے مذہب پر قایم رہے، علاء نے اون پر جزیہ لگا دیا، اور اسکے متعلق عہد نامہ لکھکر منذر کے حوالہ کیا[۱]، اون کی اس خدمت کے صلہ مین آنحضرت صلعم نے انھین بحرین کا عامل بنا دیا، پھر کچھ دنون کے بعد اون کو معزول کرکے آبان بن سعید بن العاص کو مقرر کیا[۲]،

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد آبان اس عہدہ سے مستعفی ہوگئے، علاء کو بحرین کی امارت تجربہ تھا، اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے دوبارہ انکو مقرر کیا، اسی زمانہ مین منذر کا انتقال ہوگیا، اس کی موت سے بحرین کا نظام برہم ہوگیا، اور بحرین مین ارتداد کی وبا پھیل گئی، ربیعہ کا پورا قبیلہ اور بنی عمرو عبدی مع اپنے اتباع کے مرتد ہوگیا، نعمان بن منذر کا لڑکا منذر ان سب کا سرغنہ تھا، دوسری

[۱] زاد المعاد ج ۲ ص ۵۰، منذر کے اسلام اور جزیہ کی تشخیص کا حال بلاذری سے ماخوذ ہے،

[۲] فتوح البلدان بلاذری ص ۹۱ و ۹۲،

طرف بنی قیس بن ثعلبہ حطیم کی سرکردگی مین مرتد ہوگئے اور یہ سب کے سب بحرین کے ایک قلعہ جواثٰ مین قلعہ بند ہوگئے، علاء بن حضرمی اس وقت بحرین کے عامل تھے، انھون نے جواثٰ کا محاصرہ کر لیا اور شبخون مار کر مرتدین کے سرگروہ حطیم اور منذر کو قتل کر ڈالا بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ منذر بچ کر نکل گیا، اس کے بعد مجوسی مقام قطیف مین مخالفانہ جمع ہوئے، اتفاق سے اسی زمانہ مین بنی تمیم نے ایک ایرانی قافلہ کو چھیڑا تھا، اس لئے کسریٰ نے فیروز بن جشنش کو بنی تمیم کی تنبیہ کے لئے بھیجا، اس نے زرارہ مین فوجین اتارین، قطیف کے باغی مجوسیون کو اس کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ فیروز سے جا کر مل گئے، اور جزیہ دینے سے انکار کر دیا، اس لئے علاء نے مرتدون کی سرکوبی کے بعد ان مجوسیون کا محاصرہ کیا، ابھی محاصرہ جاری تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہو گیا، مگر علاء نے محاصرہ قائم رکھا، اور حضرت عمرؓ کی مسند نشینی کے بعد مجوسیون کو مطیع بنایا،[1]

بحرین اور اوس کے قرب و جوار کا پورا علاقہ ایرانیون کے ماتحت تھا، صرف یہان کے عرب قبائل مشرف باسلام ہوئے تھے، باقی مجوسی اپنے آبائی مذہب پر قائم تھے، اور جزیہ ادا کرتے تھے لیکن جب انھین موقع ملتا تھا فوراً باغی ہو جاتے تھے، جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین ہوا اسلئے زرارہ سے نپٹنے کے بعد علاء مجوسیون کی بغاوت کا سدباب کرنے کے لئے دارین پہنچے، اور یہان سے مجوسی آبادی کو نکال کر عرفجہ بن ہرثمہ کو بحری علاقون کی طرف بھیجا، انھون نے دریا کو عبور کر کے بحرین کے ایک جزیرہ پر قبضہ کر کے یہان ایک مسجد تعمیر کی،[2]

بصرہ کی حکومت اور وفات | بصرہ آباد ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے عتبہ بن غزوان کو یہان کا حاکم بنایا تھا، چند دنون کے بعد انھین معزول کر کے علاء کو اون کی جگہ مقرر کیا، اور ان کو لکھا کہ تم فوراً بحرین چھوڑ کر بصرہ کا انتظام سنبھالو، اس حکم پر علاء حضرت ابوہریرہؓ اور ابوبکرہ کے ساتھ بصرہ روانہ ہو گئے، لیکن

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۹۱ و ۹۲ [2] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۷۸،

فرمان خلافت کے ساتھ ہی ساتھ پیام اجل بھی پہنچ گیا اور علاء راستہ مین مقام لیاس مین انتقال کرگئے،
یہ مقام آبادی سے دور اور بے آب وگیاہ تھا، پانی کی بڑی قلت تھی حسن اتفاق سے پانی برس گیا،
ساتھیون نے بارش کے پانی سے نہلایا، اور تلوار سے گڈھا کھود کر زمین مین چھپا دیا، اور بحرین
وبصرہ کا حاکم اس بے سروسامانی کے ساتھ ایک بے آب وگیاہ میدان مین سپرد خاک کیا گیا،[1]

۹۳۔ حضرت عمران بن حصین رضؓ،

نام ونسب عمران نام، ابو نجید کنیت نسب نامہ یہ ہے، عمران بن حصین بن عبید بن خلف بن عبد نہم
ابن حذیفہ بن جہمہ بن غاضرہ بن حبشیہ بن کعب بن عمرو الکعبی،

اسلام عمران سنہ ہجرت کی ابتدا مین مشرف باسلام ہوئے، اون کے ساتھ اون کے باپ
اور اون کی بہن بھی اس شرف سے مشرف ہوئین، اسلام لانے کے بعد پھر وطن لوٹ گئے،[2]

غزوات گو عمران وطن مین رہتے تھے، لیکن ذوق جہاد مین غزوات کے موقع پر مدینہ پہنچ جاتے تھے، چنانچہ
فتح مکہ مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، اور قبیلہ کا علم انھین کے ہاتھ مین تھا،[3] اس کے بعد حنین
اور طائف کے غزوات مین شریک ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے سریہ مین بھی ہمراہ تھے،[4]

آنحضرت صلعم کی زندگی بھر برابر مدینہ آتے جاتے رہے تھے آپ کی وفات کا اس قدر قلق ہوا
کہ مدینہ آنا جانا چھوڑ دیا اور گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کرلی، اس گوشہ نشینی کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ
کے زمانہ مین کسی چیز مین حصہ نہین لیا حضرت عمرؓ کے زمانہ مین جب بصرہ آباد ہوا تو یہان منتقل ہوگئے
اور گھر بنا کر مستقل اقامت اختیار کرلی، حضرت عمرؓ نے فقہ کی تعلیم کی ذمہ داری ان کے سپرد کی،[5]

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۷۰، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۷۱، [3] اصابہ ج ۵ ص ۲۷، [4] مسند احمد بن حنبل ج ۴
ص ۴۴۳، [5] ابن سعد جز ۷ ق اول ص ۵،

حضرت عمرؓ کے بعد جب خانہ جنگی اور فتنہ پردازیوں کا دروازہ کھلا تو بہت سے صحابی اس مین مبتلا ہو گئے، لیکن عمران آخر تک اس سے محفوظ رہے[۱]،

بنی امیہ کے زمانہ تک زندہ رہے، زیاد نے خراسان کی گورنری پیش کی، عمران نے انکار کر دیا، دوستون نے پوچھا اتنا بڑا عہدہ کیون مسترد کر دیا، کہا مجھکو یہ پسند نہین کہ مین تو اوس کی گرمی مین نماز پڑھون، اور تملوگ اوسکی ٹھنڈک مین، مجھکو خوف ہے کہ جب مین دشمنون کے سامنے سینہ سپر ہون اوس وقت زیاد کا کوئی ناواجب الطاعۃ فرمان پہنچے، ایسی حالت مین اگر اوس کی تعمیل کرون تو ہلاک ہو جاؤن اور اگر لوٹ آؤن تو گردن ماری جائے[۲]،

علالت | عمران کی صحت نہایت خراب تھی، استسقا کا مرض تھا، لوگون نے مشورہ دیا کہ داغنے سے فائدہ ہوگا، لیکن وہ آنحضرت صلعم سے داغنے کی ممانعت سن چکے تھے اس لئے رضامند نہ ہوئے، مرض برابر بڑھتا گیا، آخر مین یہان تک نوبت پہنچ گئی کہ پیٹ مین شگاف ہو گیا، لیکن اس حالت مین بھی وہ فرمان رسول کے خلاف عمل کرنے پر آمادہ نہ ہوئے، احباب نے کہا تمھاری حالت دیکھی نہین جاتی تمھارے پاس کسطرح آئین، فرمایا نہ آؤ، لیکن جو چیز خدا کے نزدیک ناپسندیدہ ہے اوسکو مین کسی طرح پسند نہین کر سکتا[۳]، آخر مین جب تکلیف ناقابل برداشت حد تک پہنچ گئی، تو ابن زیاد کے اصرار سے راضی ہو گئے لیکن سخت نادم و شرمسار تھے[۴]،

جب زندگی سے مایوس ہو گئے تو تجہیز و تکفین کے متعلق ہدایات دین کہ جنازہ جلدی جلدی لے چلنا، یہود کی طرح آہستہ آہستہ نہ لے چلنا، جنازہ کے پیچھے آگ نہ جلانا، نالہ و شیون نہ کرنا، قبر مربع چار بالشت اونچی رکھنا، دفن کر کے واپس ہو کر کھانا کھانا، نالہ و شیون سے روکنے مین اتنا تشدد

---

۱ اصابہ ج ۵ ص ۲۷، ۲ مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۶۶، ۳ ابن سعد ج ۴ ق اول تذکرہ عمران، ۴ اس کا تذکرہ اسد الغابہ کی روایت مین بھی ج ۴ ص ۱۳۸، ۵ اصابہ ج ۵ ص ۲۷،

کیا کہ اپنے متروکہ مال مین بعض اعزہ کو وصیت کی تھی، اس وصیت مین یہ شرط کردی تھی کہ جو عورت نالہ وشیون کرے گی اوس کے متعلق وصیت منسوخ ہوجائیگی[1]

وفات اسی نامراد مرض مین ۵۲ھ مین بصرہ مین وفات پائی[2]

اولاد لڑکون مین محمد خلف الصدق تھے، باپ کے بعد یہ بصرہ کی مسند قضا پر بیٹھے[3]

فضل وکمال عمران فضل وکمال کے لحاظ سے ممتاز ترین صحابہ مین تھے، علامہ ابن عبد البر لکھتے ہین کان من فضلاء الصحابۃ وفقھائھم عمران فضلاء اور فقہاے صحابہ مین تھے[4] بصری اصحاب کی جماعت مین کوئی صحابی ان کا ہمسر نہ تھا، محمد بن منکدر بیان کرتے ہین کہ بصری صحابیون مین کوئی عمران سے بلند نہ تھا[5] مشہور صاحب علم تابعی حضرت حسن بصری فرماتے تھے کہ عمران ابن حصین سے بہتر آدمی ہمارے یہان نہین آیا[6]

عمران مشرف باسلام ہونے کے بعد اپنے وطن لوٹ گئے تھے لیکن وقتاً فوقتاً مدینہ جایا کرتے تھے، اسلئے احادیث نبوی کے سننے کے مواقع برابر ملتے تھے چنانچہ اون کے حافظہ مین اقوال نبویؐ کی کافی تعداد محفوظ تھی، وہ خود فرماتے تھے کہ اگر مین چاہون تو دو دن تک مسلسل حدیثین بیان کرتا رہون، اور اون مین ایک بھی مکرر نہ ہو[7] لیکن اس وسعت معلومات کے باوجود انکی مرویات کی تعداد (۱۳۰) حدیثون سے زیادہ نہین ہے[8] اس کا سبب یہ ہے کہ روایت حدیث مین حد درجہ محتاط تھے عام طور پر حدیث بیان کرنے سے بہت گریز کرتے تھے، اور جب بدرجہ مجبوری اس کی نوبت آتی تو بہت سنبھلکر بیان کرتے، کہا کرتے تھے، کہ مین حدیث بیان کرنے مین اس لئے کمی کرتا ہون کہ مین نے بہت سے رسول اللہ صلعم کے ایسے اصحاب کو دیکھا ہے جنھون نے میری طرح

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۳۸، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۷۱، [3] ابن سعد ج ۷ ق اول تذکرہ عمران، [4] استیعاب ج ۲ ص ۴۹۶ [5] مستدرک حوالہ مذکور، [6] ایضاً ص ۴۷۲، [7] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۴۳۳، [8] تہذیب الکمال ص ۲۹۵،

آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضری دی اور میری ہی برابر حدیثین سنین لیکن جب وہ حدیثین روایت کرتے ہین تو الفاظ مین کچھ نہ کچھ ردو بدل ضرور ہوجاتا ہے، اگرچہ وہ اچھی نیت سے بیان کرتے ہین، اس لئے مجھے خوف معلوم ہوتا ہی کہ انھین کی طرح مجھے بھی دھوکا نہ ہو جس درجہ مین حدیث حفظ ہوتی اوس کا بھی اظہار کردیتے، جب حافظہ پر کامل اعتماد نہ ہوتا تو کہتے کہ "جہانتک میرا خیال ہے" مین نے صحیح بیان کی اور اگر پورا یقین ہوتا تو کہتے یہ حدیث آنحضرت صلعم کو "اس طرح" بیان فرماتے ہوئے سنا ہے۔ ان کے تلامذہ مین نجید بن عمران، ابوالاسود، ابورجار العطاردی، ربعی ابن حراش، مطرف، یزید، حکم بن اعرج، زہدم جرمی، صفوان بن محرز، عبداللہ بن رباح انصاری وغیرہ لائق ذکر ہین۔[۱]

حلقۂ درس گو حضرت عمرانؓ حدیثون کے بیان کرنے مین بہت محتاط تھے، لیکن اُنکی اشاعت بھی ایک ضروری فرض تھا، اس لئے پوری احتیاط کے ساتھ اس فرض کو بھی انجام دیتے تھے، اور بصرہ کی مسجد مین مستقل حلقۂ درس تھا، ہلال بن سیاف بیان کرتے ہین کہ مجھکو بصرہ جانے کا اتفاق ہوا، مسجد مین دیکھا کہ لوگ ایک سپید مو بزرگ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے ہین، اور وہ بزرگ ٹیک لگائے ہوئے اون لوگون کو حدیثین سنا رہے ہین، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ عمران بن حصین صحابی ہین۔[۲]

اون کی ذات مرجع خلائق تھی، اور بڑے بڑے صحابہ اون کے تفقہ کے قائل تھے، ایکبار کسی نے آکر پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس مین تین طلاقین دین ایسی صورت مین وہ مطلقہ ہوئی یا نہین، جواب دیا طلاق دینے والا گنہگار ہوا، لیکن عورت مطلقہ ہوگئی، مستفتی مزید تصدیق کے لئے حضرت ابوموسی اشعریؓ کے پاس گیا، اور اون کو عمران کا جواب

---

[۱] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۴۳۳ [۲] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۱۲۶ [۳] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۵

سنایا، انھوں نے کہا خدا ہماری جماعت میں ابو نجید کے ایسے بہت سے آدمی پیدا کردے[1] جس راستے سے گذر جاتے لوگ مسائل دریافت کرتے ابو نضرہ کو نمازِ سفر کے متعلق کچھ پوچھنے کی ضرورت پیش آئی، اتفاق سے عمران اون کی طرف سوار ہو کر گذرے ابو نضرہ نے سواری کی لگام پکڑلی اور روک کر مسئلہ پوچھا عمران نے مفصل جواب بتایا[2]

فضائل اخلاق عمران کی زندگی سرتاپا مذہب کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی عبادت میں بڑی محنت شاقہ برداشت کرتے تھے، معاویہ بن قرہ بیان کرتے ہیں کہ عمران بن حصینؓ آنحضرت صلعم کے اون اصحاب میں تھے جو عبادت میں بڑی محنت شاقہ برداشت کرتے تھے[3]

احترام رسول آنحضرت صلعم کے ساتھ اس قدر گہری عقیدت اور اتنا احترام تھا کہ جس ہاتھ سے آنحضرت صلعم کے دستِ مبارک پر بیعت کی اس سے عمر بھر پیشاب کا مقام نہیں مس کیا[4]

پابندی اسوۂ رسول اسوۂ نبوی ہر آن و ہر لحہ پیش نظر رہتا تھا، اور اس سے سرمو تجاوز نہ کرتے تھے ابن زیاد نے محصل خراج کا عہدہ پیش کیا، اس عہدہ کو تو قبول کرلیا، لیکن جب خراج وصول کرکے واپس ہوئے تو ایک درہم بھی ساتھ نہیں لائے پوچھا گیا خراج کی رقم کیا کی، جواب دیا جس طریقہ سے رسول اللہ کے زمانہ میں وصول ہوتا تھا، اس طریقہ سے وصول کیا، اور جن مصارف میں صرف ہوتا تھا، ان میں صرف کردیا[5]

اوپر گذر چکا ہے کہ زیاد نے خراسان کی گورنری پیش کی تھی لیکن آپ نے محض اسلئے اوس کے قبول کرنے سے انکار کردیا تھا کہ زیاد کا ہر واجب و ناواجب حکم ماننا پڑیگا، اون کے انکار پر حکم بن عمرو غفاری نے قبول کرلیا عمران کو معلوم ہوا تو اون کو بلا کر کہا کہ مسلمانوں کی

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۷۲، [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۴۳۰، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۷۱، [4] ایضاً، [5] ایضاً،

بہت بڑی ذمہ داری تمھارے سپرد کی گئی ہے، پھر انھین مفید پند و نصائح کئے اور اوامر ونواہی پر کاربند ہونے کی ہدایت کرکے رسول اللہ صلعم کی یہ حدیث سنائی، کہ خدا کی معصیت مین کسی بندہ کی فرمان برداری نہ کرنی چاہئے[1] یعنی زیاد کی اطاعت مین خدا و رسول کے خلاف عمل نہ کرنا،

عام طور پر لباس بہت سادہ استعمال کرتے تھے لیکن کبھی کبھی تحدیث نعمت اور اظہار تشکر کے لئے بیش قیمت کپڑا بھی زیب تن کر لیتے تھے، ایکمرتبہ خلاف معمول خز کی چادر اوڑھ کر نکلے اور کہنے لگے رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جب خدا کسی بندہ پر احسان و انعام کرتا ہے تو اوس کا ظاہری اثر بھی اس پر ہونا چاہیے[2]

۹۴- حضرت عمرو بن حمق

نام و نسب، عمرو نام، باپ کا نام حمق تھا نسب نامہ یہ ہے، عمرو بن حمق بن کاہن بن حبیب بن عمرو ابن قین بن زراح بن عمرو بن سعد بن کعب بن عمرو بن ربیعہ خزاعی،

اسلام، عمرو کے زمانۂ اسلام کے بارہ مین دو روایتین ہین، ایک یہ کہ صلح حدیبیہ کے زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے اور مشرف باسلام ہونے کے بعد مدینہ آگئے دوسری یہ ہے کہ حجۃ الوداع مین اسلام قبول کیا، پہلی روایت زیادہ مرجح ہے، حافظ ابن حجر بھی اسی کو مرجح سمجھتے ہین[3]

حضرت عثمانؓ کی مخالفت، عہد نبوی سے لیکر حضرت عمرؓ کے زمانہ تک عمرو کے حالات پردۂ خفا مین ہین، حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین مصر مین رہتے تھے، اور آپ کے بڑے مخالفون مین تھے، اون کی مخالفت اس حد تک تھی کہ قصر خلافت پر حملہ کرنے والون مین انکا نام بھی لیا جاتا ہے،

حضرت علیؓ کی حمایت، عثمانؓ کی شہادت کے بعد کوفہ چلے آئے اور شروع سے آخر تک حضرت علیؓ کے

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۶۶، [2] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۵، [3] اصابہ ج ۴ ص ۲۹۴،

پرجوش حامیون مین رہے، جمل، صفین اور نہروان کے معرکون مین حضرت علیؓ کے ساتھ جانفروشانہ شریک ہوئے[۱]، جنگ جمل مین اس بے جگری سے لڑے کہ تلوار کی دھار الٹ الٹ گئی[۲]، جنگ صفین کے درمیانی التواء کے بعد جب دوبارہ جنگ کی تیاریان شروع ہوئین تو بنی خزاعہ کے دستہ کے افسر مقرر ہوئے[۳]، تحکیم کے سخت مخالف تھے لیکن جب حضرت علیؓ کو چار وناچار تحکیم کی تجویز ماننی پڑی اور التوائے جنگ کا معاہدہ لکھا گیا، تو عمرو نے بھی اس پر بحیثیت شاہد کے دستخط کئے،

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد بھی عمرو اسی طرح بنی امیہ کے مخالف رہے، اور حضرت علیؓ کے مشہور حامی حجر بن عدی کے ساتھ ہوگئے، امیر کے زمانہ مین جب زیاد عراق کا حاکم مقرر ہوا اور شیعیان علیؓ پر سختیان ہونے لگین اور شیعی تحریک کے بانی قتل کئے جانے لگے تو عمرو عراق چھوڑ کر موصل بھاگ گئے اور ایک غار مین چھپ گئے، اس غار مین ایک زہریلے سانپ نے کاٹ لیا، اور یہی غار غار قبر بن گیا، عمرو اشتہاری مجرم تھے، برابر تلاش جاری تھی، تلاش کرنے والے غار تک پہنچ گئے اور عمرو کی مردہ لاش کا سر کاٹ کر زیاد کے پاس بھجوادیا،[۴]

تعمیر مقبرہ ۳۳۶ھ مین مصر کے مشہور حکمران سیف الدولہ کے چچازاد بھائی ابو عبداللہ سعید بن حمدان نے اون کے مزار پر مقبرہ تعمیر کرایا، یہ مقبرہ مدتون تک مرجع خلائق رہا، اوس کی وجہ سے شیعون اور سنیون مین بڑی بڑی لڑائیان ہوئین،[۵]

فضل وکمال جبیر بن نفیر، اور رفاعہ بن شداد نے ان سے روایت کی ہے[۶]، صاحب اخبار الطوال لکھتے ہین کہ عمرو کوفہ کے عابد وزاہد لوگون مین تھے[۷]،

---

[۱] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۰۰، [۲] اخبار الطوال ص ۱۶۰، [۳] ایضاً ص ۱۸۳، [۴] استیعاب ج ۲ ص ۵۳، [۵] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۰۱، [۶] تہذیب الکمال ص ۲۰۸، [۷] اخبار الطوال ص ۱۶۰،

۹۵۔ حضرت عمرو بن مرہ رضؓ

نام و نسب | عمرو نام، ابو مریم کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عمرو بن مرہ بن عبس بن مالک بن حارث بن مازن بن سعد بن مالک بن رفاعہ بن نصر بن مالک بن غطفان بن قیس بن جہینہ جہنی،

اسلام | عمرو صحابہ کے اس زمرہ میں ہین جنھون نے اس وقت اسلام کی دعوت کو لبیک کہا، جب عرب کے در و دیوار سے اوس کی مخالفت کی صدائین بلند ہو رہی تھین، اسلام کی دعوت سن کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ "مین ان تمام حلال و حرام پر ایمان لاتا ہون جو آپ خدا کے پاس سے لائے ہین اگرچہ تمام قوم کیجانب سے اوس کی مخالفت کی صدائین بلند ہو رہی ہین[1]"

اشاعت اسلام، | اسلام قبول کرنے کے بعد، حضرت معاذ بن جبل رضؓ سے قرآن کی تعلیم حاصل کی، تعلیم حاصل کرنیکے بعد اشاعت اسلام کے لئے اپنے قبیلہ واپس گئے، چند دنون مین اون کی مخلصانہ کوششون سے اون کا پورا قبیلہ مشرف باسلام ہو گیا[2]،

غزوات | غزوات مین اُن کی شرکت کی تفصیلات نہین ملتین، مگر اس قدر مسلم ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے شرف سے محروم نہ رہے تھے،[3]

شام کا قیام اور امر و نواہی کی تبلیغ | جب بہت سے صحابہ نے شام کی سکونت اختیار کی تو عمرو بھی وہین متوطن ہو گئے اور ایک گوشہ مین بیٹھکر او امر و نواہی کی تبلیغ کا فرض انجام دینے لگے، اون کی تبلیغ غربا کے جھونپڑون سے لیکر امرا و سلاطین کے قصور و محلات تک یکسان ہوتی تھی، ایکمرتبہ

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۳۱، [2] اصابہ ج ۵ ص ۱۶، [3] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۶۸،

امیر معاویہ سے جاکر کہا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہی کہ جو امام حاجتمندون، دوستون اور محتاجون کیلئے اپنا دروازہ بند کریگا تو خدا اوس کی حاجتون، اس کی محتاجیون اور اوس کے سوالون کے لئے آسمان کے دروازے بند کریگا، اس دن سے امیر معاویہ نے عوام کی حاجت روائی کے لئے ایک خاص شخص متعین کردیا[۱]،

وفات | عبد الملک کے زمانہ مین وفات پائی،

فضل وکمال | مشہور قاری معاذ بن جبل رض سے قرآن اور سنت کی تعلیم حاصل کی تھی، کبھی کبھی شاعری بھی کرتے تھے، شاعری کا نمونہ یہ ہے،

انی شریت الان فی حوض التقی وخرجت من عقد الحیاۃ سلیما

مین اب تقوی کے حوض مین تیرا اور مشکلات حیات سے صحیح وسالم نکل آیا"

ولبست اثواب الحلیم فاصبحت ام الغوایۃ من ہوای عقیما

مین نے حلیم کا لباس پہن لیا، اور گمراہیون کی مان میری خواہش سے ناامید ہو گی"

۹۶ حضرت عویجہ بن حرملہ رض

نام ونسب | عویجہ نام، باپ کا نام حرملہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، عویجہ بن حرملہ بن جذیمہ بن سبرہ بن خدیج ابن مالک بن عمرو بن ذہل بن عمرو بن ثعلبہ بن رفاعہ بن نصر بن مالک بن غطفان بن قیس بن جہینہ جہنی،

اسلام | اون کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جاسکتا، ابن سعد نے مسلمین قبل الفتح کے تحت مین لکھا ہے، فتح مکہ مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے آپنے ایک ہزار کی جمعیت پر انھین شرف امارت عطا فرمایا تھا[۲]،

---

[۱] اصابہ ج ۶ ص ۱۶، [۲] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۷۲،

نماز کی پابندی عوسجہ مقام مرورہ مین رہتے تھے، اور دونون مین ایک مسجد تھی ان دونون مقامون مین
خوشنودی کا تمغہ کافی فاصلہ تھا عوسجہ ٹھیک نصف النہار کے وقت یہان نماز پڑھنے آتے، اور حاجت کے لئے دن دن بھر دونون مقامون کے درمیان ان کی دوادوش جاری رہتی، عرب کے کسی قبیلہ کا کوئی آدمی اتنا مستعد نہ تھا، خود آنحضرت صلعم اون کی اس مستعدی پر متعجب ہوتے تھے، اور اظہار خوشنودی کے طور پر فرمایا تھا کہ جو مانگنا ہو مانگو دیا جائیگا،[1]

۹۷ حضرت عیاض بن حمارؓ

نام ونسب عیاض نام، باپ کا نام حمار یا حماد تھا، نسب نامہ یہ ہے، عیاض بن حمار بن ابی حماد بن ناجیہ بن عقال بن محمد بن سفیان بن مجاشع بن دارم تمیمی مجاشعی،

اسلام سے پہلے عیاض زمانۂ جاہلیت کے آنحضرت صلعم کے دوست تھے[2] بعثت نبوی کے بعد قدیم تعلقات کی بنا پر آپ کی خدمت مین تحفہ پیش کرنا چاہا، لیکن آپ نے قبول نہین فرمایا[3]،

اسلام ان کے اسلام کا زمانہ صحیح طور سے متعین نہین کیا جاسکتا، غالبًا فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، اور بصرہ آباد ہونے کے بعد یہان سکونت اختیار کرلی،

بادیہ نشینی پھر کچھ دنون کے بعد آبادی کو چھوڑ کر بادیہ نشینی اختیار کرلی تھی، حضرت زبیر بن عوامؓ جنگ جمل مین جب بصرہ تشریف لے گئے تو ان کو تلاش کیا، معلوم ہوا وادی سباع مین ہین، چنانچہ وادی سباع مین جاکر اون سے ملاقات کی،[4]

فضل وکمال ان سے تیس حدیثین مروی ہین[5]، ان سے روایت کرنے والون مین مطرف بن عبداللہ،

---

[1] اصابہ ج ۵ ص ۴۲، [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۰، [3] مسند احمد بن حنبل ج ۵ [4] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۲۰۰، [5] تہذیب الکمال ص ۳۰۱،

یزید بن عبداللہ، علاء بن زیاد، حسن بصری، اور عقبہ بن صہبان کے نام ملتے ہیں[۱]،

عام حالات | عرب میں ایک جماعت ایسی تھی جو تبرکاً قریش کے کپڑے پہنکر طواف کرتی تھی، عیاض بھی انھیں خوش عقیدہ لوگوں میں تھے، ان کے لئے آنحضرت صلعم کا لباس موجود تھا، چنانچہ جب مدینہ آتے تو پیراہن نبوی میں طواف ادا کرتے[۲]،

۹۸ حضرت غالب رضؓ بن عبداللہ،

نام ونسب | غالب نام، باپ کا نام عبداللہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، غالب بن عبداللہ بن مسعر بن جعفر بن کلب بن عوف بن کعب بن عامر بن لیث بن بکیر بن عبدمناۃ بن کنانہ کنانی لیثی،

اسلام وغزوات | فتح سے پہلے مشرف باسلام ہو چکے تھے، فتح مکہ میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، اس غزوہ میں مکہ کے راستہ کی درستی اور دشمن کے حالات کے تجسس پر مامور ہوئے، راستہ میں بنی کنانہ کے چھ ہزار اونٹوں کا گلہ ملا، غالب نے ان کا دودھ دوہا اور لیجاکر آنحضرت صلعم کی خدمت میں پیش کیا، آپنے لیکر سب کو پلایا[۳]،

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلعم نے ساٹھ سواروں کے ہمراہ بنو ملوح کے مقابلہ کے لئے کدید بھیجا، راستہ میں مقام قدید میں حارث بن مالک ملا، مسلمانوں نے اوس کو گرفتار کرلیا، اس نے کہا میں اسلام قبول کرنے کے ارادہ سے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں جارہا ہوں، لیکن مسلمانوں نے اس بیان پر اعتماد نہیں کیا، اور کہا اگر واقعی تم مسلمان ہونے والے ہو تو تم کو ایک شب کی قید سے کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا، اور اگر اسلام کا ارادہ نہیں ہے، تو ہم کو تمھاری جانب سے اطمینان رہے گا، چنانچہ اوس کو ایک رباط میں باندھکر ایک آدمی کو نگرانی پر مقرر کردیا، اور منزل مقصود

---

[۱] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۲۰۰ [۲] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۰ [۳] اصابہ ج ۵ ص ۱۸۷،

کی جانب آگے بڑھے، غروب آفتاب کے وقت کدید کے قریب پہنچے، یہان سے مسلمانون نے انھین دشمن کے تجسس کے لئے بھیجا، یہ آبادی کے متصل ایک بلند ٹیلے پر چڑھکر منہ کے بل لیٹ کر جائزہ لینے لگے، اتنے مین ایک شخص آبادی سے نکلا، اوس کو غالب کا سایہ نظر پڑا اوس نے بیوی سے کہا مجھکو ٹیلہ پر سایہ سا نظر آرہا ہے، پھر خیال کیا شاید کتا وغیرہ ہو، چنانچہ بیوی سے کہا دیکھو کوئی برتن تو کتا نہین لے گیا، اوس نے کہا دیکھا سب برتن محفوظ تھے، کتے کا شک دور کرنے کے بعد اس شخص کو یقین ہو گیا کہ ٹیلہ پر کوئی اجنبی انسان ہے، چنانچہ بیوی سے تیر و کمان منگا کر غالب پر دو تیر چلائے، ان مین سے ایک تیر غالب کے پہلو مین لگا، اور دوسرا کندھے پر، لیکن انھون نے غیر معمولی استقلال سے کام لیا، دونون تیر کھینچ کر نکال دیئے، اور اپنی جگہ سے جنبش نہ کی، اون کے اس استقلال کی وجہ سے اس شخص کا شک جاتا رہا، بولا مین نے دو تیر مارے، دونون لگے، اگر کوئی آدمی یا جاسوس وغیرہ ہوتا تو اپنی جگہ سے کچھ حرکت کرتا،

اس اطمینان کے بعد اوس نے بیوی کو ہدایت کی کہ صبح کو دونون تیر اٹھا لانا، اور اپنا راستہ لیا، جب آبادی کے لوگ سو گئے تو پچھلے پہر کو مسلمانون نے شبخون مار کر آبادی لوٹ لی، جبتک گاؤن کے منادی نے لوگون کو مدد کے لئے پکارا مسلمان مال غنیمت اور مالک بن برصاء کو لیکر نکل گئے[1]

اسکے بعد غالب اسامہ بن زید کے سریہ مین شریک ہوئے، پھر عراق کی فوجکشی مین شرکت کی اور اس سلسلہ کی مشہور جنگ قادسیہ مین داد شجاعت دی، ہرمز انھین کے ہاتھ سے مارا گیا[2]

گورنری امیر معاویہ کے زمانہ مین ابن زیاد نے خراسان کا گورنر مقرر کیا[3]

وفات زمانۂ وفات غیر متعین ہے،

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۹۶، [2] اصابہ ج ۵ ص ۱۰۷، [3] ابن اثیر ج ۳ ص ۳۸۱،

۹۹۔ حضرت فروہ بن مسیکؓ

نام ونسب | فروہ نام، ابوسبرہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، فروہ بن مسیک بن حارث بن سلمہ بن حارث ابن زوید بن مالک بن عتبہ بن عطیف بن عبداللہ بن ناجیہ بن مراد مرادی،

فروہ یمن کے باشندے اور اپنے قبیلہ کے معزز اور مقتدر لوگون مین تھے، زمانہ جاہلیت مین ان کے قبیلہ مراد اور ہمدان کے درمیان نہایت خون ریز جنگ ہوئی تھی جو "یوم دارم" کے نام سے موسوم ہے، اس جنگ مین قبیلہ مراد کو سخت نقصان اٹھانا پڑا، فروہ اس سے سخت متاثر ہوئے اور اس تاثر مین یہ اشعار کہے،

فلو خلد الملوک اذاً خلدنا،

ولو بقی الکرام اذاً بقینا

اگر بادشاہ ہمیشہ رہنے والے ہوتے تو ہم بھی ہمیشہ رہتے اور اگر اچھے لوگ ہمیشہ باقی رہنے والے ہوتے تو ہم بھی باقی رہتے،

اسلام اور اشاعت اسلام | ۱۰ھ مین سلاطین کندہ کا دربار چھوڑ کر شہنشاہ کونین ؐ کے آستانہ پر حاضر ہوئے، آنحضرت صلعم نے پوچھا، فروہ مین نے سنا ہو کہ تم کو اپنی قوم کی شکست کا سخت صدمہ ہی عرض کی یا رسول اللہ وہ کون شخص ہے جس کی قوم مصیبت مین مبتلا ہوئی ہو اور اوس کو اس سے تکلیف نہ پہنچی ہو، آپ نے فرمایا اس سے تمھارا کوئی نقصان نہین ہوا، بلکہ اس شکست نے اسلام مین تمھاری قوم کو فائدہ ہی پہنچایا، قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلعم نے اون کو مراد، زبید اور مذحج کا عامل بنایا، اور سعید بن العاص کو اون کا شریک کار

مقرر فرمایا[۱]،

چلتے وقت فروہ نے آنحضرت صلعم سے اجازت طلب کی کہ یا رسول اللہ میری قوم مین جو شخص قبول اسلام سے انکار کرے، اوس کا مین ان لوگون کی مدد سے جنھون نے اسلام قبول کیا ہے، مقابلہ کر سکتا ہون؟ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی، اجازت لیکر فروہ وطن لوٹ آئے، اون کی واپسی کے بعد رسول اللہ نے پوچھا عطیفی (فروہ) کہان ہین معلوم ہوا جا چکے آپ نے فوراً آدمی دوڑا کر انھین واپس بلوایا، اور ہدایت فرمائی کہ تم اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینا، جو لوگ آمادہ ہون انھین مسلمان بنانا اور جو انکار کرین اون کے بارہ مین میری دوسری ہدایت کا انتظار کرنا[۲] اس ہدایت کے ساتھ اپنے وطن پہنچے اور اپنے قبیلہ کی رشد و ہدایت مین مشغول ہو گئے،

فتنۂ ارتداد حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین جب ارتداد کا فتنہ اٹھا تو ان کے قبیلہ کا ایک مقتدر رئیس عمرو بن معدیکرب بھی اس کا شکار ہو گیا، فروہ نے اوس کی ہجو مین اشعار کہے[۳]،

فضل و کمال گو فروہ بالکل آخری زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے تاہم حدیث کی کتابین اون کی مرویات سے خالی نہین اور ابو داؤد و ترمذی مین اون کی روایتین موجود ہین، شعبی اور ابو سبرہ نخعی ان کے رواۃ مین ہین[۴]،

---

[۱] ابن سعد [۲] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۸۰، [۳] اصابہ ج ۵ ص ۲۰۹، [۴] تہذیب الکمال ص ۳۰۸،

۱۰۰۔حضرت فضالہ لیثیؓ

نام ونسب | فضالہ نام، باپ کے نام مین اختلاف ہے، بعض عبداللہ، بعض وہب اور بعض عمیر بتاتے ہین، عمیر زیادہ مرجح ہے، نسب نامہ یہ ہے، فضالہ بن وہب بن بجرہ بن بجرہ بن مالک بن عامر لیثی،

اسلام | عام مشرکین کی طرح فضالہ بھی آنحضرت صلعم کے جانی دشمن تھے، فتح مکہ کے دن جب آنحضرت صلعم خانۂ کعبہ کا طواف کررہے تھے، فضالہ موقع پاکر قتل کرنے کے ارادہ سے آپ کی طرف بڑھے، قریب پہنچے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا فضالہ ہین؟ کہا ہان یارسول اللہ فرمایا ابھی تمھارا دل تم سے کیا باتین کررہا تھا، کہا کچھ نہین، اللہ عزوجل کو یاد کررہا تھا، یہ مصنوعی جواب سنکر آنحضرت صلعم ہنس دیئے، اور استغفر اللہ کہکر ان کے سینہ پر ہاتھ رکھا، اس سے فضالہ کو خاص سکون قلب محسوس ہوا، ان کا بیان ہے کہ ابھی آپ نے ہاتھ نہ ہٹایا تھا کہ میرا دل آپ کی محبت سے معمور ہوگیا اور تمام مخلوق مین کوئی آپ سے زیادہ محبوب باقی نہ رہا

اس سعادت کے بعد گھر لوٹے، راستہ مین ایک عورت جس سے یہ باتین کیا کرتے تھے ملی، اوس نے معمول کے مطابق انھین بلایا، مگر انھون نے انکار کردیا، اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے آگے بڑھ گئے[1]

قالت هلم الی الحدیث فقلت لا   یابی علیک اللّٰه والاسلام

اس نے کہا آؤ بات چیت کرین، مین نے کہا نہین خدا اور اسلام نے تیری مخالفت کی ہے،

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۴۶

لو ما رأیت محمداً و قبیلہ ۔۔۔ بالفتح یوم تکسر الاصنام

کاش تو محمد اور اون کے ساتھیون کو فتح کے دن دیکھتی جب وہ بت توڑ رہے تھے،

لرأیت دین اللہ اضحی بیننا ۔۔۔ والشرک یغشی وجہہ الاظلام

تو تجھے نظر آتا کہ خدا کا دین ہمارے درمیان روشن ہوگیا، اور شرک کے چہرے کو تاریکی نے چھپالیا،

اسلام قبول کرنے کے بعد آنحضرت صلعم نے اسلامی فرائض کی تعلیم دی اور ہدایت فرمائی کہ نماز پنجگانہ پابندی کے ساتھ پڑھا کرو[1]،

فضل وکمال | ان سے ان کے لڑکے عبداللہ نے روایت کی ہے حفاظت عصرین کی روایت انھین سے مروی ہی،

وفات | وفات کا زمانہ غیر متعین ہے،

۱۰۱ حضرت فیروز دیلمیؓ

اسلام | فیروز نام، ابو عبداللہ کنیت، نسلاً عجمی تھے، حمیری قبائل کے ساتھ رہتے تھے،

اسلام | ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جاسکتا، ایک وفد مین آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے،

قبول اسلام کے وقت دو حقیقی بہنین فیروز کے عقد مین تھین، آنحضرت صلعم نے فرمایا ان مین سے ایک کو رکھو اور دوسری کو الگ کردو، صنعا مین انگور کی بڑی پیداوار تھی، اور اس کی شراب بنتی تھی، اون کے اسلام لانے کے وقت شراب حرام ہوچکی تھی، اس لئے آنحضرت صلعم سے پوچھا یارسول اللہ ہمارے ملک مین انگور کی کثرت ہے لیکن شراب حرام ہوچکی

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۸۶،

ہے، اب اس کو کس مصرف میں لایا جائے، فرمایا انھیں خشک کرلیا کرو، عرض کیا خشک کرنے کے بعد کیا کریں، فرمایا صبح کو بھگو دیا کرو اور شام کو پی لیا کرو اور شام کو بھگو کر صبح کو پی لیا کرو، انگور کا مسئلہ حل کرنے کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم کون ہیں اور کہاں رہتے ہیں، آپ کس کو ہمارا والی بناتے ہیں، فرمایا خدا اور رسول کو، عرض کیا یا رسول اللہ یہ ہمارے لئے بس ہے[۱]

اسود عنسی کے قتل میں شرکت، مشہور مدعی نبوت اسود عنسی کی شورشوں کو دبانے کے بعد اوس کے کامل استیصال کے لئے قیس بن ہبیرہ کی ماتحتی میں جو مہم روانہ کی گئی تھی اس میں فیروز بھی تھے ان کا شمار اسود عنسی کے قاتلوں میں ہے بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قیس نے قتل کیا تھا اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ فیروز قاتل تھے، کچھ روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ قتل فیروز نے کیا تھا لیکن سر قیس نے تن سے جدا کیا تھا، حضرت عمرؓ اسود کے قتل کا سہرا فیروز کے سر باندھتے تھے، اور فرماتے تھے اس شیر نے قتل کیا ہے[۲] بہرحال اگر فیروز نے تنہا قتل نہیں کیا تھا تو اس کے قاتلوں میں ضرور تھے، لاخلاف ان فیروز الدیلمی ممن قتل الاسود بن کعب عنسی[۳]

اسود کے قتل کی خبر آنحضرت صلعم کی وفات سے چند روز پیشتر مدینہ میں آگئی تھی اور آپ کو اس پر بڑی مسرت تھی ایک دن صبح سویرے آپ نے فرمایا کہ کل مبارک اہل بیت کے ایک مبارک فرد نے اسود کو قتل کیا ہے[۴]

وفات، حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی[۵]

فضل و کمال، ان سے ان کے لڑکے ضحاک، عبداللہ اور سعید نے روایت کی ہے[۶]

---

[۱] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۳۲، [۲] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۱۳، [۳] استیعاب ج ۲ ص ۵۳۵ [۴] ایضاً [۵] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۸۶، [۶] تہذیب الکمال ص ۳۱۱،

۱۰۲۔ حضرت قباث بن اشیمؓ

نام ونسب | قباث، نام، باپ کا نام اشیم تھا، نسب نامہ یہ ہے، قباث بن اشیم بن عامر بن ملوح بن یعمر ابن عوف بن کعب بن عامر بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کنانی،

اسلام سے پہلے | بدر میں مشرکین کے ساتھ تھے اس میں ان کی خاص اہمیت تھی،

اسلام وغزوات | غزوۂ بدر کے بعد مشرف باسلام ہوئے[1] اور بعض غزوات میں آنحضرت صلعم کی ہم رکابی کا شرف حاصل کیا،[2]

شام کی فوج کشی اور دمشق کی سکونت | شام کی فوج کشی میں مجاہدانہ شرکت کی جنگ یرموک میں فوج کا ایک حصہ انکے ماتحت تھا، شام کی تسخیر کے بعد دمشق میں مستقل سکونت اختیار کر لی،[3]

وفات | وفات کے بارہ میں ارباب سیر خاموش ہیں، لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ عبد الملک اموی کے عہد تک زندہ تھے،

احترام نبوت، | آنحضرت صلعم کا اتنا احترام کرتے تھے کہ رسول اللہ صلعم کے مقابلہ میں اپنے سن کی زیادتی کو بھی بڑائی سے تعبیر نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ عبد الملک نے اون سے پوچھا تم بڑے تھے یا رسول اللہ، قباث نے کہا آنحضرت صلعم مجھ سے بڑے تھے، البتہ میں اُن سے سن میں زیادہ تھا،[4]

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۹۰ [2] اصابہ ج ۵ ص ۲۲۵ [3] اسد الغابہ حوالۂ مذکور۔

[4] استیعاب ج ۲ ص ۵۵۰

۱۰۳۔ حضرت قثم بن عباسؓ

نام ونسب قثم، حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کے صاحبزادے اور آنحضرت صلعم کے چچیرے بھائی ہین، نسب نامہ یہ ہے، قثم بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم قرشی ہاشمی، ان کا نام لبابہ تھا، ننھالی شجرہ یہ ہے، لبابہ بنت حارث بن حزن ہلالیہ، لبابہ حضرت خدیجہؓ کے بعد دوسری مسلمہ تھین[۱]،

بچپن آنحضرت صلعم کے عہد مین بہت کم سن تھے، اس لئے بجز آنحضرت صلعم کی مہر ومحبت کے اس عہد کا انکا اور کوئی واقعہ قابل ذکر نہین ہے، آپ کو حضرت عباسؓ کی اولاد سے بڑی محبت تھی، اور انھین بہت پیار کرتے تھے، ایکمرتبہ قثم، عبداللہ اور جعفر ساتھ کھیل رہے تھے، آنحضرت صلعم کی سواری ادھر سے گذری تو جعفر اور قثم کو ساتھ بٹھا لیا[۲]،

غسل جسم اطہر آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت کسی حد تک شعور کو پہنچ گئے تھے، چنانچہ آپ کے غسل میت اور تجہیز وتکفین مین شریک تھے اور غسل دیتے وقت حضرت علیؓ کے ساتھ جسد اطہر کو کروٹین بدلاتے تھے[۳]، اور قبر انور مین اتارنے کیلئے بھی اترے تھے، اور جسد اطہر کو فرش خاک پر لٹانے کے بعد سب سے آخر مین قبر سے نکلے تھے، بعض راوی یہ آخری شرف حضرت مغیرہؓ کی طرف منسوب کرتے ہین، لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ آخری شرف قثم کو حاصل ہوا[۴]،

امارت وفات نبویؐ کے بعد شیخین کے اختتام خلافت تک کے حالات پردۂ خفا مین ہین، حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ مین باختلاف روایت مکہ یا مدینہ کی امارت پر سرفراز فرمایا[۵]،

---

[۱] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۹۷، [۲] مستدرک حاکم ج ۳ تذکرہ جعفر، [۳] مسند احمد بن حنبل ج اول ص ۲۶۰، [۴] استیعاب ج ۲ ص ۵۵۱، [۵] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۹۷،

شہادت | امیر معاویہ کے عہدِ خلافت میں سعید بن عثمان کے ہمراہ خراسان کی فوجکشی میں شریک ہوئے، اس سلسلہ کی بعض فتوحات کے مالِ غنیمت میں سے سعید نے ایکہزار حصہ انھیں دینا چاہا، انھوں نے کہا پہلے تم اپنا پانچواں حصہ لے لو اس کے بعد عام مجاہدین میں تقسیم کرو، ان سے بچنے کے بعد جو چاہے دیدینا[1]، اسی سلسلہ کے معرکۂ سمرقند میں جامِ شہادت پیا[2]،

حلیہ | صورۃً بالکل آنحضرت صلعم کے ہم شبیہ تھے، بعض شعرا نے اس پر طبع آزمائی بھی کی ہے[3]،

فضل وکمال | علمی حیثیت سے وہ ممتاز صحابہ میں تھے، ابن سعد لکھتے ہیں، کان قثم ورعاً فاضلاً، قثم پاکباز اور فاضل تھے[4]، ابو اسحٰق سبیعی نے ان سے روایت کی ہے[5]،

۱۰۴ حضرت قیس بن خرشہ رضہ

نام ونسب | قیس نام، باپ کا نام خرشہ تھا، نسباً قبیلۂ بنو قیس بن ثعلبہ سے تعلق رکھتے تھے،

بیعتِ اسلام | قیس کے زمانۂ اسلام کی صحیح تعیین نہیں کیجاسکتی، اُنکے دل میں عرصہ سے حق کی تلاش تھی، چنانچہ وہ آنحضرت صلعم کے مدینہ آنے کے بعد بلاکسی خارجی تحریک کے اپنے وطن سے مدینہ آئے اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض گذار ہوئے یا رسول اللہ میں اس شے پر جو خدا کیجانب سے آپ کے پاس آئی ہے اور حق گوئی پر آپ کے ہاتھوں پر بیعت کرتا ہوں، آنحضرت صلعم نے فرمایا قیس ممکن ہے آیندہ تم کو ایسے والیوں سے سابقہ پڑے جن کے مقابلہ میں تم حق گوئی سے کام نہ لے سکو، عرض کیا ایسا نہیں ہوسکتا، خدا کی قسم جس چیز پر آپ سے بیعت کرونگا، اسکو ضرور پورا کرونگا، فرمایا اگر ایسا ہے تو تم کو کسی شر سے نقصان نہیں پہنچ سکتا،

---

[1] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۰۱، [2] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۹۷، [3] استیعاب ج ۲ ص ۵۵۰، [4] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۰۱، [5] تہذیب الکمال ص ۳۱۸،

اس عہد پر اس سختی کے ساتھ قائم رہے کہ بنی امیہ کے زمانہ مین زیاد اور عبید اللہ بن زیاد جیسے ستم کیشون اور ظالمون پر برملا نکتہ چینیان کرتے تھے، عبید اللہ نے ایکمرتبہ بلا کر کہا تم خدا اور رسول پر افترا پردازی کرتے ہو، کہا خدا کی قسم ہرگز نہین مین ایسا نہین کرسکتا البتہ اگر تم کہو تو مین اس شخص کا نام بتا دون جو ایسا کرتا ہے، عبید اللہ نے پوچھا بتاؤ، قیس نے کہا جس نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو پس پشت ڈال رکھا ہے، عبید اللہ نے کہا وہ کون جواب دیا تم اور تمھارا باپ[1]،

ان کی یہ حق گوئی صرف عبید اللہ ہی کی ذات تک محدود نہ تھی، بلکہ تمام ظالم حکام کے مقابلہ مین اسی حق گوئی سے کام لیتے تھے، کان شدیدًا علی الولاۃ قوالا بالحق قیس ولیون کے معاملہ مین نہایت سخت اور بڑے حق گو تھے[2]

وفات، انکی اس سخت گیری اور حق گوئی پر عبید اللہ انکا دشمن ہوگیا اور آخری مرتبہ بلا کر کہا تمھارا خیال ہو کہ تمکو کوئی نقصان نہین پہنچا سکتا، فرمایا بیشک میرا خیال ہے، عبید اللہ نے کہا اچھا آج ہی تمھارے اس جھوٹے خیال کی قلعی کھلی جاتی ہے، یہ کہکر سزا دینے والون کو بلایا، ارباب سیر کا متفقہ بیان ہو کہ قبل اسکے کہ سزا دینے والے پہنچین ونکے جسم کو ہاتھ لگائین اون کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، اور وہ سزا کے شر سے بچ گئے[3]،

صحت عقائد، قیس نہایت راسخ العقیدہ تھے، پیشین گوئی وغیرہ کے مطلقاً قائل نہ تھے اور انھین خلاف مذہب سمجھتے تھے، ایک دن کعب کے ساتھ جا رہے تھے صفین کے میدان کے پاس پہنچے تو کعب نے ایک نظر ڈال کے کہا لا الٰہ الا اللہ اس خطہ زمین پر مسلمانون کی اتنی خونریزی ہوگی کہ کسی خطہ مین نہ ہوئی ہوگی، یہ سنکر قیس نے بگڑ کر کہا ابو اسحٰق یہ کیا کہتے ہو، غیب کا علم صرف خدا کو ہے[4]،

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۱۲، [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۴۳، [3] ایضاً ص ۵۴۴، [4] اسد الغابہ و استیعاب حوالہ مذکور

۱۰۵حضرت قیس بن عاصمؓ

نام ونسب | قیس نام، ابوعلی کنیت، نسب نامہ یہ ہے قیس بن عاصم بن خالد بن منقر بن عبید ابن مقاعس بن عمر بن کعب بن سعد بن زید بن مناۃ بن تمیم تمیمی منقری،

قیس اپنے قبیلہ کے سردار تھے اور زمانہ جاہلیت مین بڑے وقار وتمکنت سے رہتے تھے، ایکمرتبہ انھون نے اپنی جاہلی زندگی کا حال بتایا کہ مین نے اس زمانہ مین کبھی کوئی برا کام نہین کیا اور نہ کبھی کسی تہمت سے متہم ہوا، ہمیشہ فوجی سوارون مین یا پنچایت کی مجلسون مین یا مجرمون کی حمایت مین رہتا تھا[1]،

البتہ لازمۂ امارت شراب بہت پیتے تھے، ایک دن بدمستی کی حالت مین اپنی لڑکی کے پیٹ کی بٹون پر ہاتھ ڈال دیا اور مان باپ کو نہایت فحش گالیان سنائین، شب ماہ تھی چاند دیکھکر اور ترنگ بڑھی اول فول بکنے لگے، اور مدہوشی کے عالم مین بادہ فروش کو ایک خطیر رقم دے ڈالی، جب نشہ ہرن ہوا تو لوگون نے بدمستی کے واقعات سنائے انھین سنکر اس قدر نادم اور شرمسار ہوئے کہ اسی دن سے توبہ کر لی، اور پھر کبھی شراب کو منہ نہین لگایا، اشعار ذیل اس واقعہ کی یادگار ہین[2]،

رایت الخمر صالحۃ وفیھا   خصال تفسد الرجل الحلیما

مین شراب کو اچھی چیز سمجھتا تھا لیکن اس مین بعض ایسے اوصاف ہین جو حلیم اور سنجیدہ آدمی کے اخلاق بگاڑ دیتے ہین،

---

[1] اصابہ ج ۵ ص ۲۵۸، [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۴۰

فلا واللہ اشربها صحیحا ولا اشفی بها ابدا سقیماً

خدا کی قسم اب کبھی نہ اسکو صحت کی حالت مین پیونگا اور نہ بیماری مین دوا،ً استعمال کرونگا،

اسلام، ۹ھ مین تمیم کے وفد کیساتھ مدینہ آئے، اور آنحضرت صلعم کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے، آپؐ نے فرمایا یہ بادیہ نشینون کے سردار ہین، کچھ دنون کے بعد امارت صدقہ کی خدمت سپرد ہوئی،[1]

غزوات قبول اسلام کے بعد غالباً سب سے اول غزوۂ حنین مین شریک ہوئے، اس غزوہ مین فوج کے اُس حصہ مین تھے جس نے پہلے بنو ہوازن کو پسپا کر دیا تھا، لیکن پھر مال غنیمت کی لوٹ مین شکست کھا گیا تھا،[2]

وصیت اور وفات بصرہ آباد ہونے کے بعد یہان مستقل سکونت اختیار کر لی، یہین مرض الموت مین مبتلا ہوئے، جب زندگی سے مایوسی ہوگئی تو لڑکون کو بلا کر حسب ذیل وصیت کی،

"میرے بچو جب مین اس دنیا سے گذر جاؤن تو جو تم مین سب سے بڑا ہو اوس کو سردار بنانا اور اپنے بزرگون کا صحیح جانشین اور نمونہ بننے کی کوشش کرنا، اپنے چھوٹے کو سردار نہ بنانا ورنہ تمھارے ہمچشم تم پر نکتہ چینی کرین گے، مجھ پر نوحہ نہ کرنا، رسول اللہ صلعم نے اسکی ممانعت فرمائی ہے، مال کی اصلاح اور حفاظت مد نظر رکھنا اس سے شرفاء کی شان بڑھتی ہے اور کمینون سے استغنا رہتا ہے، اپنے اونٹون کو بے محل نہ صرف کرنا، لیکن برمحل صرف کرنے مین بخل بھی نہ کرنا، کم اصلون سے شادی نہ کرنا، ممکن ہے اس سے وقتی مسرت حاصل ہو لیکن اس سے جو خرابی پیدا ہوگی وہ اس مسرت سے کہین زیادہ نقصان رسان ہوگی، اپنے دشمن کی اولاد سے بچتے رہنا، وہ اپنے بزرگون کی طرح تمھاری

---

[1] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۲۳ سنہ کی تعیین اسد الغابہ سے کیگئی ہے، [2] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۸۶،

دشمن ہوگی، مجھکو ایسے مقام پر دفن نہ کرنا جہان بکر بن وائل کا گذر ہو سکے، زمانہ جاہلیت مین اون کے ساتھ میرے اختلافات اور جھگڑے رہ چکے ہین، اس لئے خطرہ ہے کہ وہ انتقام مین میری قبر کھود ڈالین گے اور تم اس کے انتقام مین اون کی دنیا اور وہ تمھاری آخرت برباد کرین گے، پھر ترکش سے ایک تیر نکال کر بڑے لڑکے کو دیا، اور کہا اسکو توڑو اس نے توڑ دیا، پھر دو تیر ایک ساتھ توڑنے کو دیئے اس نے کوشش کی مگر نہ توڑ سکا' یہ مثال مشاہدہ کرانے کے بعد کہا کہ اتحاد و اتفاق اور تشتت و اختلاف مین تمھاری حالت اسی تیر کی طرح ہے یعنی اگر متفرق رہوگے تو ہر شخص زیر کرلیگا اور اگر مل کر رہوگے تو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا[1]،

اولاد | وفات کے بعد ۳۲ لڑکے یادگار چھوڑے ہزارون کی تعداد مین مویشی تھے جو صحرا نشینون کی سب سے بڑی دولت ہے[2]،

فضل و کمال | گو قیس بہت آخر مین مشرف باسلام ہوئے، تاہم چند احادیث اون کے حافظہ مین محفوظ تھین، اون کے لڑکے حکیم اور احنف نے اون سے روایت کی ہے[3] شاعر بھی تھے[4] کلام کا نمونہ اوپر گذر چکا ہے،

اخلاق | نہایت عاقل و فرزانہ حلیم الطبع اور فیاض تھے[5]، جاہلیت کی حمیت مین اپنی لڑکی زندہ دفن کردی تھی، زمانۂ اسلام مین اوس کا کفارہ ادا کیا[5]،

حلم | طبیعت مین حلم غالب تھا، ایک مرتبہ اون کے بھتیجے نے اونکے ایک لڑکے کو مار ڈالا، لوگ اوس کو پکڑکے مع مقتول کی لاش کے قیس کے پاس لائے، قیس نے بھتیجے کی اس

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۱۱ و ۶۱۲، [2] اصابہ ج ۵ ص ۲۵۹، [3] تہذیب الکمال ص ۳۱۷، [4] ایضاً [5] اصابہ حوالۂ مذکور،

شقاوت پر کوئی انتقام نہین لیا، بلکہ بحیثیت بزرگ کے اوس کو نصیحت کرنے لگے کہ تم نے کتنا برا کام کیا، خدا اور رسول کے گنہگار ہوئے، اپنے چچیرے بھائی کو قتل کرکے قطع رحم کیا، خود اپنے کو اپنے تیر سے زخمی کرکے اپنا جتھا کمزور کیا، یہ نصیحتین کرکے دوسرے بیٹے سے کہا، ان کی مشکین کھول دو اور اپنے بھائی کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرو، اور مقتول لڑکے کی ماں کو اپنے پاس سے دیت ادا کی[1]

تعمیل فرمان نبوی | قیس نہایت دولتمند تھے لیکن بہت سمجھ بوجھ کر خرچ کرتے تھے، ایکمرتبہ آنحضرت صلعم سے اپنی دولت کے متعلق چند سوالات کیے، آپ نے فرمایا، تم کو اپنا مال پسند ہے یا اپنے موالی کا، عرض کیا اپنا مال، فرمایا تمھارا مال تو وہی ہے جس کو کھا پی کر ختم کردو، پہن اوڑھ کر پرانا کردو، دے لیکر برابر کردو، ورنہ وہ تمھارے موالی کا ہی عرض کی اگر زندہ رہا تو اونٹ کے گلے اپنی زندگی ہی مین ختم کردونگا، چنانچہ بڑا حصہ زندگی مین ختم کردیا،[2]

۱۰۶۔ حضرت کرز بن جابر فہری رضؓ،

نام و نسب | کرز نام، باپ کا نام جابر تھا، نسب نامہ یہ ہے، کرز بن جابر بن حسیل بن لاحب ابن حبیب بن عمرو بن شیبان بن محارب بن فہر بن مالک قرشی فہری،

اسلام سے پہلے | آغاز اسلام مین قریش کا بچہ بچہ مسلمانون کا دشمن تھا، اور مقدور بھر انھین تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتا تھا، کرز بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھے، مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر کوہ جمار کے قریب مسلمانون کے اونٹ چرا کرتے تھے، کرز نے سنہ ۲ھ مین چھاپا

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۲۰، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۱۲،

مار کر انھین لوٹ لیا، آنحضرت صلعم بہ نفس نفیس اون کے تعاقب مین نکلے، وادی صفوان مین پہنچکر معلوم ہوا کہ کرز نکل جاچکے، اس لئے آپ لوٹ گئے[1]

اسلام | اس واقعہ کے کچھ دنون بعد کرز مشرف باسلام ہو گئے[2]

ایک سریہ | سنہ ۶ھ مین قبیلہ عرینہ کے اٹھارہ آدمی مدینہ آکر مشرف باسلام ہوئے، یہان کی آب وہوا انھین ناموافق ہوئی طحال ہو گیا، تھوڑے فاصلہ پر مقام ذی الجدر مین آنحضرت صلعم کے مویشی چرا کرتے تھے، یہان کی آب وہوا اچھی تھی، آپ نے نومسلم عرینون کو حکم دیا کہ وہین جاکر رہو اور اونٹون کا دودھ استعمال کرو، کچھ دنون مین توانائی آجائیگی، چنانچہ یہ لوگ وہان جاکر رہنے لگے، جب کھا پی کر توانا وتندرست ہو گئے تو اونٹون کو لیکر بھاگ گئے، آپ کے غلام نے روکنے کی کوشش کی تو اوس کے ہاتھ پاؤن کاٹ کر آنکھون مین کانٹے چبھو دیئے، آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو آپ نے کرز کو ۲۰ بیس سوارون کے ساتھ اونکے تعاقب مین روانہ کیا، کرز انھین گرفتار کرکے لائے، آنحضرت صلعم نے اون سے اون کی شقاوت کا پورا قصاص لیا[3]

شہادت | فتح مکہ مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، کرز اور حبیش خالد بن ولید کے دستہ مین تھے، اتفاق سے دونون خالد سے چھوٹ کر دوسرے راستہ پر جاپڑے، یہان کچھ مشرک ملے انھون نے حبیش کو شہید کردیا، کرز نے اون کی لاش سامنے کرلی، اور یہ رجز:-

---

[1] ابن سعد حصۂ مغازی ص ۴، [2] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۳۷،

[3] ابن سعد حصۂ مغازی ص ۷، وسیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۷۶، یہ واقعہ صحیحین مین بھی ہے،

قد علمت صفراء من بنی فہر   نقیة الوجہ لا نقیة الصدر

بنی فہر کی زرد رنگ اور صاف چہرے اور سینہ والی عورتین جانتی ہین،

لاضربن الیوم عن ابی صخر

کہ آج مین ابی صخر (جیش) کی جانب سے لڑونگا،

پڑھتے ہوئے مشرکین پر حملہ کردیا اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے[1]،

۷۰ حضرت کعب رض و بجیر

نام ونسب: کعب نام، باپ کا نام زہیر تھا نسب نامہ یہ ہے، کعب بن زہیر بن ابی سلمیٰ بن رباح بن قرط بن حارث بن مازن بن حلاوہ بن ثعلبہ بن ثور بن ہدمہ بن لاطم بن عثمان ابن عمرو بن اد بن طابخہ مزنی،

اسلام: کعب دو بھائی تھے، کعب اور بجیر ان کے باپ زہیر جاہلیت کے مشاہیر شعرا مین تھے اس لئے شاعری ان دونون کو وراثۃً ملی تھی،

ظہور اسلام کے بعد آنحضرت صلعم کا شہرہ سنکر دونون کو آپ سے مل کر آپ کی باتین سننے کی خواہش ہوئی، چنانچہ دونون بھائی آپ سے ملنے کے لئے چلے مقام ابرق العزاف پہنچکر بجیر نے کعب سے کہا تم بکریان لئے ہوئے یہین ٹھہرے رہو، مین اوس شخص کے پاس جاکر سنون کیا کہتا ہے؟

چنانچہ کعب کو چھوڑکر خود آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، آپ نے اسلام پیش کیا، دل مین عناد و سرکشی کا مادہ نہ تھا، اسلئے مشرف باسلام ہوگئے کعب کو ان کے

[1] استیعاب ج اول ص ۲۲۰، بخاری کتاب المغازی مین بھی یہ مختصراً مذکور ہے،

اسلام کی خبر ہوئی تو انھون نے جوشِ انتقام مین آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کی شان مین گستاخانہ اشعار کہہ ڈالے، آنحضرت صلعم نے یہ اشعار سنے تو آپ کو بڑی تکلیف پہنچی اور آپ نے اعلان کر دیا، کہ کعب جہان ملے اوس کا کام تمام کر دیا جائے،

بجیر اس اعلان سے بہت گھبرائے اور کعب کو لکھ بھیجا کہ رسول اللہ صلعم نے تمھارا خون ہدر کر دیا ہے، اب تمھارے بچنے کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ تم اسلام قبول کر لو، رسول اللہ صلعم کی خدمت مین جو شخص بھی آکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہدیتا ہے تو آپ اوس کی توبہ قبول کر لیتے ہین، اس لئے میرا خط پاتے ہی تم بلا تاخیر مشرف با سلام ہو جاؤ، کعب کو بھی اس کے سوا بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی اس لئے وہ خط پاتے ہی سیدھے مدینہ پہنچے اور مسجد نبوی مین داخل ہوئے، اس وقت رسول اللہ صلعم صحابۂ کرام کے حلقہ مین تشریف فرما ان سے گفتگو فرما رہے تھے، کعب نے آپ کو دیکھا نہ تھا، قیاس و قرینہ سے پہچان کر آپ کے پاس آکر بیٹھ گئے، اور اشہد ان لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ کہہ کر امان کے طالب ہوئے، آپ نے پوچھا تم کون ہو، عرض کی کعب بن زہیر، فرمایا تم ہی نے وہ اشعار کہے تھے، پھر حضرت ابوبکرؓ سے استفسار فرمایا ابوبکر وہ کون اشعار ہین حضرت ابوبکرؓ نے سنایا،

سقاک ابو بکر بکاس رویۃ   وانہلک المامور منہا وعلکا

تم کو ابوبکر نے ایک لبریز پیالہ پلایا   اور اسمین سب سے زیادہ لبریز پیالہ سے بار بار سیراب کیا،

کعب نے کہا یا رسول اللہ مین نے اس طرح نہین کہا تھا، فرمایا پھر کس طرح، انھون نے مامور کے لفظ کو ماموں کے لفظ سے بدل کر سنا دیا، رحمتِ عالمؐ کے دربار مین اس قدر اظہارِ ندامت کافی تھا، آپ نے کعب کی گذشتہ خطاؤن سے درگذر فرمایا، اور ارشاد ہوا

تم مامون ہوا پھر کعب نے اپنا مشہور و معروف قصیدہ بانت سعاد سنایا جو اسی وقت کیلئے کہہ کر لائے تھے،

یہ قصیدہ بہت طویل ہے، مطلع اور تشبیب کے بعض اشعار یہ ہین:-

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول　　متیم اثرھا لم یفد مکبول

سعاد نے داغِ مفارقت دیا جس سے میرا دل اس کے جانے کے بعد پریشان اور اسیر ہی،

ماسعاد غداۃ البین اذ ظعنوا　　الا اغن غضیض الطرف مکحول

جدائی کے دن جبکہ لوگون نے کوچ کیا تو سعاد ایک نرم آواز سرگین چشم اور نیچی نگاہ رکھنے والی ہرنی معلوم ہوتی تھی،

تجلو عوارض ذی ظلم اذا ابتسمت　　کانھا منھل بالکاس معلول

جب وہ مسکراتی ہو تو تاریکیات کے بادلون کو چھانٹ دیتی ہو گویا اس کے لب دندان ایک چشمہ ہین جو شراب کے پیالہ سے لبریز ہین،

قصیدہ سناتے سناتے جب ان اشعار پر پہنچے:-

ان الرسول لسیف یستضاء بہ　　مھند من سیوف اللہ مسلول

رسول اللہ اللہ کی ایسی کھنچی ہوئی ہندی تلوار ہین جس سے روشنی حاصل کیجاتی ہے،

انبئت ان رسول اللہ اوعدنی　　والعفو عند رسول اللہ مامول

مجھکو معلوم ہوا ہی کہ رسول اللہ نے مجھے دھمکی دی ہو، درانحالیکہ رسول اللہ کے پاس عفو کی امید کیجاتی ہو،

فی فتیۃ من قریش قال قائلھم　　ببطن مکۃ لما اسلموا زولوا

وہ قریش کے ایسے جوانون مین ہین کہ بطن مکہ مین جبکہ لوگ اسلام لائے تو انکے کہنے والون نے کہا کہ یہان سے چلے جاؤ،

تو رسول اللہ صلعم نے صحابہ کرام کو توجہ سے سننے کیلئے اشارہ فرمایا،

اس حسن تلافی سے کعب نے رضائے نبوی اور شہرتِ دوام کا خلعت حاصل کیا، آنحضرت صلعم نے خوش ہو کر ردائے مبارک عطا فرمائی، امیر معاویہؓ نے اپنے زمانہ مین یہ چادر کعب کی اولاد سے بیش قرار رقم پر خریدی، اسی چادر کو خلفا

عیدین اوڑھ کر نکلتے تھے،[1]

۱۰۸ - حضرت کعب بن عمیر غفاریؓ

نام و نسب: کعب نام، باپ کا نام عمیر تھا، قبیلۂ بنی غفار سے نسبی تعلق رکھتے تھے،

اسلام: اون کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جاسکتا، قیاس ہے کہ اپنے قبیلہ والون کے ساتھ کسی سنہ مین مشرف باسلام ہوئے ہونگے،

امارتِ سریہ: ربیع الاول ۸ھ مین آنحضرت صلعم نے انھین ایک سریہ کا امیر بنا کر بعض دشمنون کے مقابلہ مین ذات اطلاح (شام) بھیجا، یہان حریفون کی بہت بڑی جماعت موجود تھی، مسلمانون نے انھین اسلام کی دعوت دی، اس کا جواب تیر دن سے ملا، مسلمانون نے بھی اس کا مدافعانہ جواب دیا، اور طرفین مین نہایت سخت مقابلہ ہوا، دونون کی قوت مین کوئی تناسب نہ تھا، مسلمان تعداد مین کل پندرہ تھے، اور اون کے مقابل کی تعداد دو چند اور سہ چند تھی، اس لئے ایک کے سوا سب کے سب مسلمان شہید ہوگئے،[2] علامہ ابن عبد البر لکھتے ہین کہ بچے ہوئے شخص کعب تھے،[3] لیکن دوسرے ارباب سیر کے یہان کوئی تصریح نہین ملتی، بہرحال جو بزرگ بچ گئے تھے وہ افتان خیزان کسی نہ کسی طرح مدینہ پہنچے، اور آنحضرت صلعم کو پورا واقعہ سنایا، آپ سنکر بیحد متاثر ہوئے، اور انتقام لینے کے لئے دوسرا سریہ بھیجنے کا ارادہ فرمایا، لیکن اسی دوران مین خبر ملی کہ دشمن کسی دوسرے مقام پر چلے گئے ہین، اس لئے ارادہ ملتوی فرمادیا،[4]

فضائل: علامہ ابن عبد البر اور ابن اثیر لکھتے ہین کہ کعب کبار صحابہ مین تھے،[5]

---

[1] اصابہ ج ۵ ص ۳۰۲، [2] ابن سعد حصۂ مغازی ص ۹۲ [3] استیعاب ج اول ص ۲۲۴،

[4] ابن سعد حوالۂ مذکور، [5] استیعاب حوالۂ مذکور، اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۴۶،

۱۰۹۔ حضرت کہمس الہلالی ؓ

نام ونسب کہمس نام، باپ کا نام معاویہ تھا، نسب نامہ یہ ہے کہمس بن معاویہ بن ابی ربیعہ ہلالی،

اسلام اون کے اسلام کا زمانہ متعین طور پر نہین بتایا جاسکتا، اس سلسلہ مین صرف اس قدر معلوم ہے، کہ اپنے جاے قیام پر مشرف باسلام ہوئے، اور مدینہ آکر آنحضرت صلعم کو اپنے اسلام کی اطلاع دی۔

وطن کی واپسی وعبادت اطلاع دینے کے بعد پھر وطن لوٹ گئے، اور ہمہ تن عبادت وریاضت مین مشغول ومنہمک ہوگئے، اور کامل ایک سال تک رات بھر جاگ کر عبادت کرتے اور دن کو روزہ رکھتے رہے، دوسرے سال پھر آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، شدت ریاضت سے رنگ وروپ بدل گیا تھا، بدن سوکھ کر کانٹا ہورہا تھا، آپ کو پہچاننے مین دشواری ہوئی، بار بار سر سے پاؤن تک غور سے ملاحظہ فرماتے تھے، مگر نہ پہچان سکے آخر مین کہمس نے عرض کیا یارسول اللہ شاید آپ مجھے غور کر رہے ہین، فرمایا ہان تم کون ہو؟ عرض کیا کہمس الہلالی، گذشتہ سال حاضر ہوا تھا، اب مین بالکل سوکھ گیا ہون، آپ نے پوچھا ایسی حالت کیون ہوگئی، عرض کی گذشتہ حاضری کے بعد سے برابر رات کو جاگتا اور دن کو روزہ رکھتا رہا، فرمایا تم کو اس قدر تکلیف اٹھانے کا کس نے حکم دیا تھا، مہینہ مین صرف ایک روزہ کافی ہے، عرض کی مجھ مین اس سے زیادہ روزہ رکھنے کی طاقت ہے، فرمایا تین دن۔[1]

---

[1] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۳،

۱۰ حضرت لبید بن ربیعہؓ

نام ونسب | لبید نام، ابوعقیل کنیت، نسب نامہ یہ ہے، لبید بن ربیعہ بن عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ عامری لبید کے والد ربیعہ اپنے قبیلہ کے بڑے فیاض سیر چشم اور غربا پرور لوگون مین تھے، اون کی غربا پروری نے قوم سے "ربیع المقترین" کا لقب حاصل کیا تھا،

اسلام سے پہلے | لبید زمانۂ جاہلیت کے فحول شعرا مین تھے، اون کی سحر بیانی زمانۂ جاہلیت کے شاعرون کو گرماتی اور ارباب ذوق کو تڑپاتی تھی،

ان کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابتدا سے سلیم الفطرت تھے، اور اسلام سے پہلے بھی اون کی شاعری مین معارف وحقائق کے جذبات نظر آتے تھے حسب ذیل شعر زمانۂ جاہلیت کا بیان کیا جاتا ہی،[1]

وکل امری یوماً سیعلم سعیہ ... اذا کشفت عند الالٰہ المحاصل

اور ہر انسان کو اپنی کوششون کا نتیجہ اس وقت معلوم ہوگا جب اسکے نتائج خدا کے سامنے ظاہر ہونگے،

اسی لئے آنحضرت صلعم بھی اون کے بعض اشعار کو پسند فرماتے تھے، چنانچہ آپ کو انکا یہ مصرعہ الا کل شئی ماخلا اللہ باطل بہت پسند تھا، اس کے متعلق فرماتے تھے کہ شعرا کے کلام مین لبید کا یہ کلام بہت سچا ہی،[2]

اسلام | لبید نے اسلام کا زمانہ پایا، فطرت ابتدا سے سلیم تھی اس لئے اپنے قبیلۂ بنی جعفر بن کلاب

---

[1] طبقات الشعرا ابن قتیبہ، ص ۱۵۴، [2] استیعاب ج اول ص ۲۳۵،

کے وفد کے ساتھ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے[1]

اکثر ارباب سیر کا بیان ہے کہ اسلام کے بعد شاعری ترک کر دی تھی، قال اکثر اھل الاخبار ان لبید العریقل شعرا منذ اسلم[2] اکثر اخباری کہتے ہین، کہ جب سے لبید نے اسلام قبول کیا شعر نہین کہا،

لیکن یہ بیان علی الاطلاق صحیح نہین معلوم ہوتا، اون کے بعض اشعار خود بتاتے ہین کہ وہ اسلام کے بعد کہے گئے ہین، ابن قتیبہ نے اس کے ثبوت مین یہ شعر نقل کیا ہی،

الحمد للہ لم یاتنی اجلی — حتی اکتسیت من الاسلام سربالا

خدا کا شکر ہے کہ مجھے اس وقت تک موت نہین آئی جب تک مین نے اسلام کا خلعت نہین پہن لیا،

لیکن بعض اخباری اوپر کے شعر کی نسبت لبید کی طرف صحیح نہین سمجھتے اور اس کے بجائے یہ شعر نقل کرتے ہین:-

ماعاتب المرء الکریم کنفسہ — والمرء یصلحہ القرین الصالح

شریف آدمی کو خود اوسکی ذات کی طرح دوسرا عتاب نہین کرسکتا انسان کی اصلاح اسکا صالح جلیس کرتا ہی،

بہر حال دونون شعرون مین سے جو شعر بھی صحیح مانا جائے اس مین صاف اسلامی رنگ جھلکتا ہی، پہلے مین زیادہ واضح ہے اور دوسرے مین اس سے کم تاہم اس مین شبہہ نہین کہ قبول اسلام کے بعد انھین شاعری سے کوئی دلچسپی باقی نہ رہگئی، اور قرآن کے پرتاثیر اور سحر آفرین کلام کے بعد وہ شاعری کرنا عبث سمجھتے تھے،

حضرت عمر بڑے سخن فہم اور سخن سنج تھے، اپنے زمانۂ خلافت مین ایک مرتبہ اپنے ایک عامل کو لکھا کہ لبید سے پوچھو کہ زمانۂ اسلام مین کون سے اشعار کہے، انھون نے

---

[1] استیعاب ج اول ص ۲۳۵، [2] ایضاً و اسد الغابہ لبید بن ربیعہ،

جواب مین کہلا بھیجا کہ خدا نے شعر کے عوض مجھے بقرہ اور آل عمران دی ہے، یعنی اس سحر آفرین کلام کے بعد شاعری بے مزہ ہے، اس جواب پر حضرت عمرؓ نے ان کا وظیفہ بڑھا کر دوہرا کر دیا، امیر معاویہ نے اپنے زمانہ مین ان سے کہا لبید میرا تمھارا وظیفہ برابر ہے، مین تمھارا وظیفہ گھٹا دون گا، انھون نے کہا کچھ دن اور ٹھہر جائیے، اس کے بعد اپنا اور میرا دونون کا وظیفہ تنہا خود لیجئے گا، امیر معاویہ ان کے اس جواب سے بہت متاثر ہوئے اور وظیفہ کی رقم مین کوئی کمی نہین کی[۴]

وفات | سنہ ۴۱ھ مین کوفہ مین وفات پائی، وفات کے وقت ۱۴۵ سال کی عمر تھی[۵]،

فضل و کمال | اون کے دیوان فضائل مین شاعری کا عنوان بہت جلی ہے، عرب کے فحول شعراء مین ہین، عرب کی صف شعراء مین اون کی ممتاز جگہ تھی، وہ جاہلیت کے شاعرون کے صدر نشین تھے، بڑے بڑے ناقدین فن اون کی سحر بیانی کے مداح و معترف ہین، مشہور ناقد شعر ابو عبد اللہ بن سلام جمحی طبقات الشعراء مین لکھتے ہین کان عذب المنطق، رقیق حواشی الکلام[۱]، خود اون کے زمانہ کے بعض نامور شعراء اون کے کلام کا اتنا لوہا مانتے تھے کہ اسے سنکر سربسجود ہوجاتے تھے، عرب کا نامور شاعر فرزدق ایک مرتبہ اون کا یہ شعر

وجلا السیول عن الطلول کانہا زبر تجد متونہا اقلامہا

اور سیلاب نے ٹیلون کو اس طرح صاف کر دیا، گویا وہ ٹیلے کتاب کے صفحات ہین جن کے متن کو قلم نے درست کیا،

پڑھکر سجدہ مین گر گیا، لوگون نے پوچھا یہ کیا، اس نے کہا جسطرح لوگ قرآن کے مقامات سجدہ کو پہچانتے ہین، مین شاعری کے مقام سجدہ کو پہچانتا ہون[۵]،

---

[۱] طبقات الشعراء ابو عبد اللہ بن سلام جمحی، ص ۹۴ [۲] اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۶۲، [۳] ایضاً، [۴] طبقات الشعراء ابو عبد اللہ جمحی ۱۱۴ [۵] اصابہ ج ۶ ص ۵،

عام حالات | لبید فیاضی، شہ سواری، بہادری اور صداقت تمام اوصافِ شرافت سے آراستہ تھے، فیاضی باپ سے وراثۃً ملی تھی، انھوں نے جاہلیت میں عہد کیا تھا کہ جب بادِ صبا چلا کرےگی تو جانور ذبح کرکے لوگوں کو کھلایا کریں گے، اس فیاضانہ عہد پر ہمیشہ اور ہر حالت میں قائم رہے، چنانچہ کوفہ کے دورانِ قیام میں جب اون کی مالی حالت نہایت خراب ہوگئی تھی، اوس وقت بھی یہ رسم جاری رکھی، لوگ اون کے عہد اور اون کی حالت سے واقف تھے، اس لئے جب بادِ صبا چلتی تھی تو بطور امداد کے اونٹ جمع کرکے دیتے تھے اور لبید انھیں ذبح کرکے اپنا عہد پورا کرتے تھے[1]،

شاعری اصطلاحی معنوں میں جھوٹ کا دوسرا نام ہے، اسی لئے جھوٹ اور مبالغہ کو شاعری سے تعبیر کرتے ہیں لیکن لبید کی زبان سے سچ کے علاوہ کبھی جھوٹ بات نہ نکلتی تھی[2]، اربابِ سیر اون کے اوصاف کی یہ تصویر کھینچتے ہیں، کان لبید بن ربیعۃ ابو عقیل فارسا، شاعرا شجاعا شریفا فی الجاہلیۃ والاسلام لبید بن ربیعہ ابو عقیل شہ سوار، شاعر شجاع اور جاہلیت واسلام دونوں میں معزز اور شریف تھے[3]،

۱۱۱ حضرت ماعزؓ بن مالکؓ

نام ونسب | ماعز نام، باپ کا نام مالک تھا، قبیلہ اسلم سے نسبی تعلق رکھتے تھے،

اسلام | اون کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہیں بتایا جاسکتا غالباً اپنے قبیلہ کے ساتھ کسی وقت مشرف باسلام ہوئے ہونگے،

توبۃ النصوح کی اعلیٰ ترین مثال | ماعز کی زندگی کا ایک مکروہ ترین خصوصاً ایک صحابی

[1] استیعاب ج اول ص ۲۳۴، [2] طبقات الشعراء ابو عبداللہ جمحی ص ۴۸ [3] استیعاب ج اول ص ۲۳۵،

کی شان سے بہت فروتر وتوہ صحاح مین ملتا ہے، یہ واقعہ گو بظاہر نہایت مکروہ ہے لیکن خطا کارون کے لیئے اس مین بہت بڑا درس بصیرت اور بہترین اسوہ پنہان ہو، اس سے بڑھ کر توبۃ النصوح کی مثال نہین مل سکتی، اس لئے اس کو قلم انداز نہین کیا جاسکتا، ممکن ہو اس اسوہ سے کسی خطا کار کو توبۃ النصوح کی توفیق ہو،

ماعزؓ گو صحابی تھے لیکن انسان تھے اور کوئی انسان نفسانی کمزوریون سے مستثنیٰ نہین، ایک مرتبہ وفور جذبات مین نفس پر قابو نہ رکھ سکے، اور زنا کی لغزش ہوگئی، اوس وقت جذبات کے طوفان مین کچھ نہ دکھائی دیا جب ہوش آیا تو آنکھین کھلین، کہ انھون نے کیا کیا، اسی وقت دوڑتے ہوئے بے تابانہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے پاک کیجئے، آنحضرت صلعم سمجھ گئے لیکن اس خیال سے کہ جب خدا نے پردہ ڈالا ہے تو اسے کیون اٹھایا جائے، فرمایا جاؤ خدا سے مغفرت چاہو، اور اوس کے حضور مین توبہ کرو، یہ جواب سنکر ماعزؓ لوٹ گئے، تھوڑی دور جاکر پھر لوٹ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے پاک کیجئے، پھر آپ نے وہی جواب دیا جاؤ خدا سے توبہ اور استغفار کرو، پھر یہ لوٹ گئے، تھوڑی دور جاکر پھر واپس آئے اور کہا یا رسول اللہ مجھے پاک کیجئے، پھر وہی جواب ملا، ماعزؓ پھر لوٹ گئے، لیکن دل کا کانٹا کسی طرح قرار نہین لینے دیتا تھا اس لئے چوتھی مرتبہ پھر آئے اس مرتبہ آنحضرت صلعم نے صاف صاف پوچھا کس چیز سے پاک کرون، عرض کیا زنا کی گندگی سے، آنحضرت صلعم کو اس صریح اعتراف پر جس کا نتیجہ ہلاکت تھا پورا یقین نہ آیا، کہ کوئی عاقل انسان ایسے مکروہ فعل کا بھی اقرار کرسکتا ہے، اس لئے آپ نے لوگون سے پوچھا انھین جنون تو نہین ہے، معلوم ہوا نہین اس قسم کی کوئی شکایت نہین ہو، پھر دریافت فرمایا شراب تو نہین پی ہے، ایک شخص نے اٹھکر منہ سونگھا، مگر شراب کا کوئی اثر نہ تھا،

تمام شکوک دور کرنے کے بعد پھر آپ نے زیادہ وضاحت کے ساتھ دریافت فرمایا تم نے واقعی زنا کیا ہے، ماعز نے کہا ہان، اس اقرار کے بعد آپ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا، حکم صادر ہوتے ہی ماعز لیجاکر سنگسار کر دیئے گئے، ایسے مواقع پر عموماً جتنے منہ ہوتے ہین اتنی باتین ہوتی ہین کوئی کہتا ماعز تباہ ہوگئے، اون کے گناہون نے انھین گھیر لیا کوئی کہتا ماعز سے بڑھکر کسی کی خالص توبہ نہین، انھون نے رسول اللہ صلعم کے ہاتھ مین ہاتھ دیکر کہا کہ مجھے سنگسار کیجیے، کئی دن تک اس قسم کی رائے زنیان ہوتی رہین، دو چار دن کے بعد آنحضرت صلعم صحابہ کے مجمع مین تشریف لائے اور سلام کرکے بیٹھ گئے، اور فرمایا تم لوگ ماعز بن مالک کے لئے مغفرت کی دعا کرو، سب نے مل کر مغفرت کی دعا کی، دعا کے بعد آپ نے فرمایا ماعز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اوس کو تمام امت پر تقسیم کر دیا جائے تو اس کے لئے تنہا یہی توبہ کافی ہے[1]،

اس واقعہ سے سبق اس مین شبہہ نہین کہ ماعز کی یہ لغزش اون کے مرتبۂ صحابیت سے بہت فروتر تھی لیکن اس کے دوسرے روشن پہلو کو بھی نظر انداز نہین کیا جا سکتا، اس واقعہ مین اونکی فطری کمزوری سے زیادہ اہلِ نظر کو اون کے قلب کی صفائی اور اون کی روح کی پاکیزگی نظر آتی ہے،

ماعز سے زنا کی لغزش ہوتی ہے، جس کی سنگساری جیسی دردناک سزا ہے، ماعز کو اسکا یقین ہے کہ اگر انھون نے اس کا اعتراف کیا تو پتھرون سے مار مار کر ہلاک کر دیئے جائینگے ان کے علاوہ کسی انسان کو اس لغزش کا علم نہین، اگر وہ چاہتے تو کسی کو کانون کان خبر نہ ہونے پاتی لیکن روح کی پاکیزگی معصیت کے اس دھبہ کو نہین برداشت کرتی، اور ماعز آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر گناہ کا اقرار کرتے ہین، آنحضرت صلعم اس خیال سے کہ جب خدا نے

---

[1] مسلم کتاب الحدود باب من اعترف علی نفسہ بالزنا،

اون کے گناہ پر پردہ ڈالا ہے تو دنیا مین کیون رسوا کیا جائے چشم پوشی فرماتے ہین، اور ایک مرتبہ نہین تین تین بار ماعزؓ کو واپس کرتے ہین، کہ جاؤ خدا سے مغفرت چاہو، اور اوس کے سامنے توبہ کرو، لیکن ماعزؓ کے دل کو تسکین نہین ہوتی اور اس قانون کے مطابق[1]

من اصاب من ذالک شیئا فعوقب فھو کفارتہ، | جو شخص ان مین (شرک، چوری، زنا) سے کسی شے کا مرتکب ہوا اور اوسکو اسکی سزا ملے تو یہ سزا اوس کا کفارہ ہے،

ظاہر مین دنیا مین اپنے کو رسوا کر کے اپنے اوپر حد جاری کراتے ہین اور دنیا سے پاک صاف اٹھتے ہین، کہ عاقبت مین کوئی مواخذہ باقی نہ رہے اس واقعہ مین ایسا نظر آتا ہے کہ اسلام نے اپنے پیرؤن مین ہر طرح کے اخلاقی نمونے پیدا کئے تھے ان نمونون مین ایک ایسی مثال کی بھی ضرورت تھی کہ اگر کوئی مسلمان فطرت کی کمزوری سے آلودۂ معصیت ہو جائے تو اوس کا کفارہ کس طریقہ سے ادا کرنا چاہیے، اس نمونہ کے لئے ماعزؓ کی ذات انتخاب ہوئی جنھون نے ایک لغزش کی سزا مین دنیا کی رسوائی اور انتہائی دردناک سزا برداشت کر کے مسلمانون کو سبق دیدیا کہ اس طرح دنیا مین گناہون کا کفارہ ادا کیا جاتا ہے،

۱۱۲ حضرت مثنیٰ بن حارثہ شیبانیؓ

نام ونسب مثنیٰ نام، باپ کا نام حارثہ تھا نسب نامہ یہ ہے، مثنیٰ بن حارثہ بن سلمہ بن ضمضم بن سعد بن مرہ بن ذہل بن شیبان بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل، ربعی شیبانی،

قبول اسلام سے پہلے ان کا اثر مثنیٰ اپنے قبیلہ کے ممتاز رؤسا مین تھے، دعوت اسلام کے آغاز مین جب

[1] بخاری کتاب الحدود باب لعن السارق اذا لم یسم،

آنحضرت صلعم نے تبلیغ اسلام کے لئے قبائل عرب مین دورہ کیا تو حضرت ابو بکرؓ کے ہمراہ مثنیٰ کے قبیلہ بنی شیبان مین بھی تشریف لے گئے اور کلام اللہ کی ان آیات کو

قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم — کہدو اے محمد آؤ مین تمھین پڑھ کر سناؤن جو چیزین تمھارے رب نے تم پر حرام کی ہین،

اور

ان اللہ یا مر با لعدل و الاحسان وایتاء ذی القربی، — اللہ تعالی تم کو انصاف، احسان اور قرابت دارون کو داد و دہش کا حکم دیتا ہے،

پیش کر کے بنی شیبان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، روسائے قبیلہ مین اس وقت مثنیٰ، مفروق اور ہانی وغیرہ موجود تھے، ان سب نے بالاتفاق کلام ربانی کی سحر آفرین بلاغت اور اوس کی تعلیمات کی پاکیزگی کا اعتراف کیا، مثنی نے کہا جیسی پاکیزہ تعلیم ہے ویسی ہی پاکیزہ کلام بھی ہے، پھر آنحضرت صلعم سے مخاطب ہوئے کہ مین نے تمھاری گفتگو سنی تمھاری باتین خوب ہین اور تمھارا کلام نہایت حیرت انگیز ہے، لیکن افسوس اس وقت ہم اسکو قبول کرنے سے مجبور ہین، اس لئے کہ ہم مین اور کسریٰ مین معاہدہ ہے کہ ہم نہ کسی جدید تحریک کو قبول کرین گے اور نہ کسی مجدد کو پناہ دین گے، ممکن ہے جس چیز کو تم پیش کر رہے ہو، وہ کسریٰ کے خلاف ہو، اس لئے اس وقت ہم اسے نہین قبول کر سکتے، اس کے لئے البتہ ہم تیار ہین کہ عرب کے قرب وجوار کے فرمان رواؤن کے مقابلہ مین تمھاری حفاظت اور اعانت کرین،

غرض مثنی کلام پاک کی سحر آفرینی اور اوس کی تعلیمات سے پورے طور پر متاثر ہوئے لیکن تقدم فی الاسلام کا شرف ان کے مقدر مین نہ تھا، اس لئے اس وقت اسلام کے شرف سے محروم رہگئے، آنحضرت صلعم نے اون کی کمزوری پر اون کی اخلاقی امداد قبول کرنے سے انکار کر دیا،

اور فرمایا کہ اعترافِ حق کے بعد اس سے ایا کیسا خدا کا دین محض اس کا ایک شعبہ قبول کرنے سے قبول نہیں ہوتا جب تک اسے کل نہ قبول کیا جائے[۱]

اسلام | بالآخر ۹ھ میں اپنے قبیلہ کے ساتھ مدینہ آکر مشرف باسلام ہوئے[۲]

فتوحاتِ عراق | مثنیٰ بہت آخری زمانہ میں اسلام لائے ان کے اسلام لانے کے چند ہی دنوں کے بعد رسالت کا بابرکت زمانہ ختم ہوگیا، اس لئے اس عہد کا کوئی واقعہ ذکر کے قابل نہیں ہے ان کے کارناموں کا آغاز عہدِ صدیقی سے ہوتا ہے، مثنیٰ کا قبیلہ اُن ستم کش قبائل میں تھا جو مدتوں سے حکومتِ ایران کا تختۂ مشق بنتے چلے آرہے تھے جس کا ثبوت کسریٰ اور اون کے قبیلہ کا معاہدہ ہے حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں جب ایران میں سیاسی انقلابات ہوئے اور ایک عورت پوران دخت تخت پر بیٹھی، اور ایرانیوں کی قوت کمزور پڑی تو ان قبائل کو جنھیں ایرانی حکومت عرصہ سے تختۂ مشق بناتی چلی آرہی تھی، ایرانیوں سے انتقام لینے کا موقع ملا، چنانچہ مثنیٰ نے جو اسی تیر کے زخم خوردہ تھے حضرت ابوبکرؓ کو لکھا کہ اس وقت ایران کی حالت نہایت ابتر ہے اندرونی انقلابات اور اختلافات کی وجہ سے اون میں مدافعت کی قوت نہیں ہے، اس سے بہتر فوج کشی کا موقع نہیں مل سکتا[۳]،

اس تحریری اطلاع بھیجنے کے بعد خود مدینہ پہنچے اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو میں اپنے قبیلہ کو لے کر ایرانیوں کے مقابلہ میں نکلوں، اپنی سمت کیلئے تنہا میں کافی ہوں، اونکی مستعدی دیکھکر حضرت ابوبکرؓ نے اجازت دیدی[۴]، مثنیٰ نے اجازت تو لے لی، مگر سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ ان کے قبیلے کا بڑا حصہ ابھی اسلام سے بیگانہ تھا، مثنیٰ نے پہلے

---

[۱] اسد الغابہ ج ۴ ص ۴۰۸، [۲] استیعاب ج اول ص ۳۰۰، [۳] اخبار الطوال ص ۱۱۱،

[۴] اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۹۹،

مشرف باسلام کیا[1]،

قبیلہ کو مسلمان بنانے کے بعد اسے ساتھ لیکر ایرانیون کے مقابلہ مین نکلے لیکن اتنی بڑی مہم سر کرنا تنہا مثنیٰ کے بس مین نہ تھا، اس لئے مثنیٰ کے جانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے خالد بن ولید کو فوجین دیکر مثنیٰ کی امداد کے لئے روانہ کیا، اور مثنیٰ کو لکھا کہ تم خالد کی ماتحتی مین اپنا کام کرو، خالد عراق پہنچکر مثنیٰ سے مل گئے، اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت بھر خالدؓ کے دست راست رہے، مثنیٰ ایرانیون کے قومی خصائص اور محاذ جنگ کے نقشون سے اچھی طرح واقف تھے اسلئے عجم کی فتوحات مین اون سے بڑی قیمتی مدد ملی، اور وہ شروع سے آخر تک قریب قریب ہر معرکہ مین پیش پیش رہے، سیر الصحابہ کے حصۂ پنجم مین خالد بن ولید کے حالات مین عراق کی فتوحات کی تفصیلات لکھی جاچکی ہین، اس لئے اس موقع پر انھین قلم انداز کیا جاتا ہے،

ابھی عراق کی مہم ناتمام تھی کہ شام پر فوجکشی ہوئی، حضرت ابوبکرؓ نے خالد بن ولید کو عراق چھوڑ کر شام جانے کا حکم دیا، وہ یہ حکم پاتے ہی عراق کے انتظامات مثنیٰ کے ہاتھون مین دیکر شام چلے گئے، اسی زمانہ مین حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوگیا، اور حضرت عمرؓ مسند آرائے خلافت ہوئے خالد کے شام چلے جانے کے بعد سے عراق کی مہم رک گئی تھی، اس لئے حضرت عمرؓ نے تخت نشین ہونے کے ساتھ سب سے پہلے ادھر توجہ کی، اور تمام مسلمانون کو جمع کرکے جو بیعت خلافت کے سلسلہ مین مختلف گوشون سے مدینہ آئے ہوئے تھے اون کے سامنے جہاد کا وعظ کہا، لیکن کچھ ایرانیون کے خوف اور کچھ اس خیال سے کہ بغیر خالد بن ولید کی موجودگی کے وہ عراق کی تسخیر ناممکن سمجھتے تھے سب خاموش رہے، کسی نے کوئی جواب نہین دیا، حضرت عمرؓ تین دن تک برابر مسلمانون کو ابھارتے رہے، چوتھے دن کچھ گرمی پیدا ہوئی، مثنیٰ نے اٹھکر کہا مسلمانو عراق

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۵۰،

سے اس قدر خوفزدہ ہونے کی کوئی وجہ نہین ہین نے مجوسیون کو خوب آزمالیا ہے، وہ اس میدان کے مرد نہین ہین، ہم نے سوادِ عراق کا بہترین حصہ تسخیر کر لیا ہے، انشاء اللہ ایک دن پورا عراق زیر نگین ہوگا، اس کے بعد اور حاضرین نے تقریرین کین، ان تقریرون نے مسلمانون کو گرما دیا اور لوگ جوق درجوق جہاد کے لئے آمادہ ہوگئے حضرت عمرؓ نے بنی ثقیف کے سردار ابو عبید ثقفی کو سپہ سالار مقرر کیا[۱]، اور عراق کی فوجکشی کا ٹوٹا ہوا سلسلہ پھر قائم ہوگیا، اس سلسلہ مین وہی واقعات لکھے جائینگے جنکا تعلق مثنی کی ذات سے ہے،

عربون کی گذشتہ فتوحات نے ایرانیون کو اون کی جانب سے ہوشیار کر دیا تھا، اس لئے اس مرتبہ پوران دخت نے مسلمانون کے مقابلہ کے لئے ایران کے نامور بہادر جابان کو ایرانی افواج کا سپہ سالار اعظم بنایا، اور جابان ایرانیون کا ٹڈی دل لیکر مثنی کی طرف جو اس وقت حیرہ مین تھے چلا، مثنی اس خیال سے کہ ایرانی عقب سے حملہ آور نہ ہو جائین خفان چلے آئے تھے، یہان ابو عبید بھی مل گئے اور نمارق مین فریقین کا مقابلہ ہوا، ایک خونریز جنگ کے بعد ایرانیون نے شکست کھائی، اور جابان مسطر بن فضہ کے ہاتھون مین گرفتار ہوگیا، مسطر اسکو پہچانتے نہ تھے اس نے مسطر سے کہا مین اپنے بدلہ مین تم کو دو غلام دیتا ہون، تم مجھے رہا کر دو، مسطر نے غلام لیکر چھوڑ دیا لیکن بعد مین مسلمانون نے پہچان کر پھر گرفتار کر لیا، اور ابو عبید کے پاس قتل کے لئے لائے، انھون نے کہا کہ جس کو ایک مسلمان چھوڑ چکا اس کو قتل نہین کیا جا سکتا[۲]،

نمارق مین شکست کھانے کے بعد شکست خوردہ ایرانی فوجین کسکر مین جمع ہوئین، یہان ایک ایرانی بہادر نرسی پہلے سے موجود تھا، اس دوران مین پوران دخت نے جابان کی

[۱] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۴۳، [۲] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۴۵،

شکست کی خبر سنکر ایران کے ایک اور نامور بہادر جالینوس کو مسلمانون کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا، ابوعبید کو معلوم ہوا تو انھون نے لشکر آکر ایرانیون کو شکست دی اور مثنیٰ نے باروسما جا کر جالینوس کو بھگایا،

ان پیہم شکستون نے ایرانیون مین آگ لگادی، اور رستم نے مسلمانون کے سب سے بڑے دشمن مردان شاہ بہمن کو ایک لشکر جرار کے ساتھ بھیجا اور مقام قس ناطف مین دونون کا نہایت زبردست مقابلہ ہوا، اس مقابلہ مین ابوعبید کی غلطی سے مسلمانون کو سخت نقصان اٹھانا پڑا، خود ابوعبید کو ہاتھیون نے پیرون سے مسل کر شہید کر ڈالا، ان کے بعد سات آدمیون نے علم سنبھالا، اور سب یکے بادیگرے شہید ہوگئے، آخرمین مثنیٰ نے علم لیا، اس وقت مسلمانون کی حالت نہایت ابتر ہوچکی تھی، آگے ہاتھیون کی دیوار تھی اور پیچھے دریا تھا، دریا کا پل ٹوٹ چکا تھا، اور مسلمان نہایت بدحواسی سے بھاگ بھاگ کر دریا مین غرق ہورہے تھے، ایسی نازک حالت مین مثنیٰ نے نہایت دانشمندی اور بہادری سے باقی فوج کو بچالیا، خود چند مسلمانون کو لیکر ایرانیون کے مقابلہ مین ڈٹ گئے، اور عروہ بن زید طائی کو شکستہ پل کی طرف متعین کیا[1]، دونون ناکون کی حفاظت کے بعد مسلمانون کو اطمینان دلایا کہ اب بھاگنے کی ضرورت نہین، ڈوب کر جان نہ دو، مین پوری حفاظت کر رہا ہون، انھین اطمینان دلانے کے بعد پل کی طرف لائے، اور اسکو درست کراکے سب کو پار اتار دیا[2]،

اس شکست خوردہ اور تباہ حال فوج کو لیکر جسمین کل ۳ ہزار مسلمان بچ رہے تھے، ثعلبیہ آئے اور یہان سے عروہ بن زید کو خبر کرنے کے لئے دارالخلافہ روانہ کیا، عروہ نے جا کر حضرت عمرؓ کو تمام تفصیلات سنائین، حضرت عمرؓ انھین سنکر زار و قطار رونے لگے اور عروہ سے کہا ایسی

۱؎ اخبار الطوال ص ۱۱۹، ۲؎ ابن اثیر ج ۲ ص ۳۴۳،

جا کر مثنیٰ کو اطمینان دلا دو، بہت جلد امدادی فوجین پہنچتی ہین، عروہ کو واپس بھیجنے کے بعد عرب کے قبائل کو جمع کر کے عبد اللہ بن جریر کی ماتحتی مین انھین مثنیٰ کی مدد کے لیے روانہ کیا[1]،

ادھر مثنیٰ نے بھی اپنی طور پر انتظامات کر لیے تھے، اور قرب و جوار کے عرب قبائل مین ہرکارے دوڑا کر بہت سے آدمی جمع کر لیے تھے، اون کی دعوت پر انس بن ہلال نصرانی بھی اپنے قبیلہ کو لے کر آیا، اور کہا اس وقت قومیت کا سوال ہے، اس لیے ہم لوگ بھی تمھارے پہلو بہ پہلو لڑین گے[2]

ایرانیون کو ان تیاریون کی خبر ملی تو بوران دخت نے ۱۲ ہزار منتخب بہادر مہران بن مہرویہ کی ماتحتی مین مسلمانون کے مقابلہ کے لیے روانہ کیے، مقام بویب مین دونون کا سامنا ہوا، ایک طرف مسلمان تھے، دوسری طرف ایرانی بیچ مین دریا حائل تھا، مہران نے کہلا بھیجا یا تم دریا کو عبور کر کے بڑھو یا ہم کو اجازت دو، مثنیٰ کو جسر کے واقعہ مین دریا پار کرنے کا تلخ تجربہ ہو چکا تھا، اس لیے جواب دیا کہ تم ہی آؤ، چنانچہ ایرانی فوج فرات کو عبور کر کے دوسری جانب ساحل پر اتری، اور دونون فریق صف آرائی مین مشغول ہو گئے، ایرانیون نے اپنی فوج کو مختلف حصون اور صفون مین تقسیم کیا، ہر صف کے ساتھ ایک ہاتھی تھا، اور ایرانی اوس کے سامنے نعرہ لگا رہے تھے، مثنیٰ نے نعرہ سنکر مسلمانون سے کہا، یہ شور و شغب نامردی ہے، ادھر کان نہ دھرو، خاموشی کے ساتھ اپنے کام مین مشغول رہو، فوجین مرتب کر لینے کے بعد اس کے چارون طرف چکر لگایا، ہر علم کے پاس کھڑے ہو کر جوش دلاتے تھے، کہ آج ایرانی تمھارے مقابلہ مین کامیاب نہ ہونے پائین، فوجون کو تیار کرنے کے بعد آخر مین ہدایت کی کہ مین چار تکبیرین کہونگا، پہلی تین تکبیرون مین تیار ہو جانا چوتھی پر حملہ کر دینا، یہ ہدایت دیکر جیسے ہی

---

[1] اخبار الطوال ص ۱۱۹، [2] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۴۹،

پہلی تکبیر کہی ایرانی حملہ آور ہوگئے مسلمانون نے بھی بے قابو ہوکر جوابی حملہ کردیا، اس حملہ مین بنی عجل کا دستہ پھٹ گیا، مثنیٰ یہ دیکھکر غصہ سے بے تاب ہوگئے، اور اپنی داڑھی ہاتھون سے پکڑکے کہا خدا کے لئے آج تو مسلمانون کو رسوا نہ کرو، مثنیٰ کی زبان سے یہ طعنہ سنکر مسلمان دفعۃً رک گئے، اور بقیہ تکبیرون کا انتظار کرنے لگے اور چوتھی تکبیر پر باقاعدہ حملہ کیا، اسکے بعد دونون فوجین آپس مین گتھ گئین، مثنیٰ نے انس بن ہلال نصرانی کے ساتھ ملکر اس زور کا حملہ کیا کہ مہران کے میمنہ تک گھستے چلے گئے، اور دونون فوجون کے قلب آپس مین اس طرح خلط ملط ہوگئے کہ غبار کی کثرت مین ایک دوسرے کی شناخت مشکل ہوگئی [1]

دوسری طرف سے جریر نے حملہ کیا، ایرانیون نے برابر کا جواب دیا، اسلامی فوجین پھٹ کر پراگندہ ہوگئین، اون کی بے ترتیبی دیکھ کر مثنیٰ نے داڑھی دانتون مین دباکر للکارا کہ مسلمانو! کدھر جاتے ہو مین مثنیٰ ادھر ہون، اس للکار پر مسلمان سنبھل گئے، اور ہر طرف سے سمٹ کر نہایت زور شور سے حملہ آور ہوئے، اس حملہ مین مثنیٰ کے بھائی مسعود شہید ہوئے لیکن مثنیٰ کے استقلال مین کوئی فرق نہ آیا، انھون نے پکار کر کہا شرفا ایسے ہی جان دیا کرتے ہین علم کو بلند رکھو [2]

اس ولولہ انگیز حملہ نے مسلمانون کو اور زیادہ گرما دیا، عدی بن حاتم اور جریر بن عبداللہ بجلی نے اپنے اپنے دستون کو ابھار کر آگے بڑھایا، اور مسلمانون کے اکھڑے ہوئے پاؤن پھر جم گئے، اور سب نے چارون طرف سے سمٹ کر نہایت زور کا حملہ کیا، اسے روکنے کیلئے مہران خود آگے بڑھا، اور دیر تک جم کر لڑتا رہا، لڑتے لڑتے مارا گیا، مہران کے گرتے ہی ایرانیون کے پاؤن اکھڑ گئے، اور پل کی طرف بھاگنے لگے مسلمانون نے تعاقب کیا، مگر ا

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۴۰، ۳۴۱ [2] اخبار الطوال ص ۱۲۰

پہنچتے پہنچتے ایرانی پار نکل گئے، جو ادھر رہ گئے تھے وہ گرفتار ہو گئے، اور مسلمان فاتحانہ اپنی فرودگاہ پر واپس ہوئے[1]، اس جنگ مین ایک لاکھ آدمی کام آئے، اوسطاً ایک ایک مسلمان نے دس دس ایرانیون کا کام تمام کیا[2]، اس کے بعد مسلمانون نے حیرہ، کسکر، سورا، بربیسما، صراۃ جاماسپ، عین التمر، حصن ملیقیا اور دجلہ و فرات کے درمیان علاقون مین فوجین پھیلا دین،

حیرہ والون نے مثنیٰ کو خبر دی کہ قریب ہی ایک قریہ ہے، جہان بہت بڑا بازار لگتا ہے، اس مین فارس، اہواز، اور تمام دور دراز کے علاقون کے تاجر اپنا مال لیکر آتے ہین، اگر تم اوس پر حملہ کرو تو بہت مالِ غنیمت ہاتھ آئیگا، چنانچہ مثنیٰ خشکی کے راستہ سے بڑھے اور راستہ مین انبار کا محاصرہ کیا، اور اوس کے حاکم سے کہلا بھیجا کہ ہم تم کو امان دیتے ہین، تم آکر تخلیہ مین ہم سے مل جاؤ، اس پیام پر انبار کا مرزبان آیا، مثنیٰ نے اوس سے کہا کہ ہم سوق بغداد پر حملہ کرنا چاہتے ہین، اس لئے ہم کو ایسے رہنماؤن کی ضرورت ہے جو رہنمائی بھی کرین اور فرات پر پل بھی بنائین، مرزبان نے اپنے رہنما اون کے ساتھ کر دیئے، مثنیٰ انھین ساتھ لیکر سوق بغداد کی طرف بڑھے اور فرات پر اون سے پل بنوا کر اوسکو پار کر کے سوق بغداد پر حملہ کر دیا، اہل بازار بالکل غافل تھے، اس لئے وہ اس ناگہانی حملہ سے بالکل بدحواس ہو گئے اور کل سامانِ تجارت چھوڑ کر بھاگ گئے، یہ تمام سامان مسلمانون کے قبضہ مین آیا[3]،

وفات | سوقِ بغداد کے بعد اور چھوٹی چھوٹی لڑائیان ہوتی رہین، حضرت عمرؓ ایران پر عام لشکر کشی کی تیاریان کر رہے تھے کہ مثنیٰ کا وقت آخر ہو گیا، اور وہ واقعہ جسر کے صدمون سے قادسیہ سے پہلے وفات پا گئے[4]،

---

[1] اخبار الطوال ص ۱۲۰، [2] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۴۱، [3] اخبار الطوال ص ۱۲۲، [4] اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۹۹،

۱۳۱۔حضرت محجن بن ادرعؓ

نام ونسب محجن نام، باپ کا نام ادرع تھا، نسلاً اسلم بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر کی اولاد سے تعلق رکھتے تھے،

اسلام دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے،

تیراندازی محجن کو تیراندازی سے خاص شغف تھا، ایک مرتبہ وہ قبیلہ کے ساتھ تیراندازی کی مشق کر رہے تھے، آنحضرت صلعم ادھر سے گذرے، آپ سپاہیانہ کھیلون کو بہت پسند فرماتے تھے، اس لئے خود بھی تیراندازی مین شریک ہوگئے اور فرمایا بنی اسمٰعیل تیراندازی کرو تمھارا باپ (حضرت سمٰعیلؑ) بھی تیرانداز تھا مین فلان کے ساتھ ہون[1] ابن سعد کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مین ابن ادرع کے ساتھ ہون[2]،

عراق کا قیام عراق کی فتوحات کے بعد جب بصرہ آباد ہوا تو مدینہ چھوڑ کر یہان کی سکونت اختیار کرلی، اور مسجد بصرہ کی بنیاد ڈالی[3]،

مدینہ کی مراجعت اور وفات کچھ دنون کے بعد دیارِ حبیب کی کشش نے پھر مدینہ بلالیا، اور یہین امیر معاویہ کے زمانہ مین وفات پائی[4]،

---

[1] بخاری کتاب الجہاد، [2] ابن سعد تذکرۂ محجن، [3] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۰۵، [4] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۴۶،

۱۱۴ حضرت محمد بن طلحہؓ

نام ونسب | محمد نام ابو القاسم کنیت، سجاد لقب مشہور صحابی حضرت طلحہؓ من العشرۃ المبشرہ کے صاحبزادہ ہین، نسب نامہ یہ ہے، محمد بن طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ قرشی، مان کا نام حمنہ تھا، حمنہ ام المومنین حضرت زینبؓ کی حقیقی اور آنحضرت صلعم کی پھوپھی زاد بہن تھین، اس رشتہ سے محمد آنحضرت صلعم کے بھانجے ہوئے،

پیدائش | محمد زمانۂ اسلام مین پیدا ہوئے اور حصول برکت کے لئے آنحضرت صلعم کی خدمت مین پیش کئے گئے، آپ نے پوچھا نام کیا رکھا گیا، کہا گیا "محمد" فرمایا میرے نام پر اچھا اون کی کنیت بھی ابوالقاسم ہے[1]،

حضرت عمرؓ کے بھائی زید کے پر پوتے کا نام بھی محمد تھا، ایک مرتبہ کسی نے اون کو پکار کر برا بھلا کہا، حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو آپ نے بلاکر فرمایا کہ تمہارے نام کی وجہ سے "اسم محمد" پر گالیان نہین پڑ سکتین، چنانچہ اسی وقت اون کا نام بدل کر عبد الرحمن رکھا، اور حضرت طلحہؓ کے لڑکون کے پاس آدمی بھیجا کہ ان مین سے جن جن کا نام محمد ہے بدل دیا جائے، یہ لوگ آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے، محمد بن طلحہ نے عرض کیا امیر المومنین میرا نام محمد خود رسول اللہ صلعم کا انتخاب کردہ ہے، فرمایا اگر یہ سچ ہے تو جاؤ رسول اللہ کا رکھا ہوا نام مین نہین بدل سکتا[2]،

جنگ جمل مین شرکت اور کنارہ کشی | جنگ جمل مین محمد کا دلی میلان حضرت علیؓ کی طرف تھا، لیکن

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۷۴، [2] اصابہ تذکرہ محمد بن طلحہ بحوالہ صحیح بخاری،

اون کے والد حضرت عایشہؓ کے ساتھ تھے، اس لئے باپ کی خاطر سے ضمیر کے خلاف حضرت عایشہؓ کے ساتھ نکلے لیکن دل مطمئن نہ تھا، اس لئے حضرت عایشہؓ سے پوچھا اماں بیٹے کے متعلق کیا حکم ہوتا ہے؟ حضرت عایشہؓ اون کا منشا سمجھ گیئں، گو ان کا منشا حضرت عایشہؓ کے خلاف تھا لیکن آپ نے جواب دیا "ایسی حالت مین تم خیر بنی آدم کا طریقہ اختیار کرو، اور اپنا ہاتھ روک لو"[1]

شہادت حضرت عایشہؓ سے اجازت ملنے کے بعد انھون نے تلوار میان مین کرلی، اور زرہ کو بچھا کر اس پر کھڑے ہو گئے[2] حضرت علیؓ کو ان کے دلی جذبات اور اون کی مجبوریون کا علم تھا، اس لئے اپنی فوج مین اعلان کرا دیا تھا کہ سیاہ ٹوپی والے (محمد) پر کوئی ہاتھ نہ اٹھائے، مگر میدان جنگ مین کون امتیاز کرتا، اس لئے محمد کی غیر جانبداری اور حضرت علیؓ کے اعلان کے باوجود کسی نے ان کا کام تمام کر دیا، قاتل کا نام بعض مدلج بعض شداد اور بعض عصام بن مسعر بصری کو بتاتے ہین، زیادہ خیال آخری شخص کی طرف ہے[3]

حضرت علیؓ کا تاثر اختتام جنگ کے بعد جب حضرت علیؓ، اور اون کے ساتھ حضرت حسنؓ اور عمار بن یاسر اپنے مقتولین کی تلاش کرنے لگے تو حضرت حسنؓ کی نظر ایک لاش پر پڑی جو منہ کے بل زمین پر پڑی ہوئی تھی، قریب جا کر سیدھی کی اور صورت دیکھتے ہی منہ سے بے اختیار انا للہ وانا الیہ راجعون نکل گیا، اور فرمایا واللہ یہ قریشی بچہ ہے،

حضرت علیؓ نے پوچھا کون ہے، عرض کیا محمد بن طلحہ! ان کا نام سنکر فرمایا افسوس کیا جوان صالح تھا، یہ کہکر دہین ملول و غمزدہ بیٹھ گئے، محمد کی شہادت کا حضرت حسنؓ پر اتنا شدید اثر ہوا کہ انھون نے حضرت علیؓ سے کہا مین آپ کو اس جنگ سے روکتا تھا، لیکن آپ فلان فلان اشخاص کے کہنے مین آگئے، فرمایا جو کچھ ہونا تھا ہو چکا کاش مین آج سے ۲۰ سال پہلے مر گیا ہوتا[4]

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۷۵، [2] اسد الغابہ و اصابہ تذکرہ محمد بن طلحہ، [3] مستدرک حاکم ج ۳ فضائل طلحہ، [4] ایضاً و اسد الغابہ بحوالہ مذکور،

فضائل اخلاق | محمد بن طلحہ یون تو تمام فضائلِ اخلاق کا ایک مجسم پیکر تھے، لیکن زہد و عبادت کا رنگ بہت غالب تھا، اتنی عبادت و ریاضت کرتے تھے کہ "سجاد" بڑا سجدہ کرنے والا لقب پڑ گیا تھا، محمد پہلے شخص ہین جو سجاد کے لقب سے ملقب ہوئے[۱]، حضرت علیؓ نے جب اون کی لاش دیکھی تو اون کے دوسرے اوصاف بیان کرنے کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ "رب کعبہ کی قسم یہ سجاد ہین، انھون نے والد کی اطاعت مین جان دی[۲]" گو محمد دوسرے صحابہ کے مقابلہ مین بہت کم سن تھے، لیکن ان کے زہد و تقوی کی وجہ سے بڑے بڑے صحابہ اون سے برکت حاصل کرتے تھے، اور اون کی دعائین لیتے تھے[۳]،

۱۱۵۔ حضرت مسلم بن حارثؓ

نام و نسب | مسلم نام، باپ کا نام حارث تھا، قبیلہ تمیم سے نسبی تعلق رکھتے تھے،

اسلام و غزوات | اون کے اسلام کا زمانہ متعین طور پر نہین بتایا جا سکتا، قبولِ اسلام کے بعد خالصۃً لوجہ اللہ جہاد مین شریک ہوتے تھے، اور اشاعت اسلام کے مقابلہ مین مالِ غنیمت کی مطلق پروا نہ کرتے تھے، اس لیے لوٹی اور اخلاص کی وجہ سے کبھی کبھی ان مجاہدین کا جو جہاد کیساتھ مالِ غنیمت کے بھی خواہان ہوتے تھے ہدفِ ملامت بننا پڑتا تھا، ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے کسی دشمن کے مقابلہ مین ایک سریہ بھیجا، مسلم بھی اوس مین شریک تھے، قلعہ کے قریب پہنچے تو تنہا گھوڑا کا شور و غوغا سن کر پاس گئے، اور کہا اگر بچنا چاہتے ہو تو لا الہ الا اللہ کہو، ان کی اس فہمائش پر قلعہ والے مسلمان ہو گئے، اس پر اون کے بعض ساتھیون نے جو مالِ غنیمت کے خواہان تھے انھین بڑی ملامت کی کہ تم نے ہمکو مالِ غنیمت سے محروم کر دیا، اور واپس ہو کر آنحضرت صلعم سے واقعہ بیان کیا، آپ نے سنکر

---

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۷۴، [۲] استیعاب ج اول ص ۲۴۳، [۳] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۷۴،

مسلم کی بڑی توصیف فرمائی اور فرمایا تم کو قلعہ کے ہر فرد کے بدلہ مین اتنا اتنا اجر ملیگا اور خوشنودی کی سند کے طور پر آیندہ آنے والے خلفا اور ائمہ کے نام ایک سفارشی تحریر لکھ کر عطا فرمائی[۱] اور ایک دعا تلقین فرمائی کہ اس کو سات مرتبہ فجر و مغرب کے بعد پڑھا کرو، اس سے تم کو فائدہ ہوگا[۲]

عہد خلفاء | حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین مسلم نے آنحضرت صلعم کا تحریری فرمان اون کی خدمت مین لیجا کر پیش کیا، آپ نے اوس کو پڑھکر انھین کچھ مرحمت فرمایا، مسلم چارون خلفاء کے زمانہ مین زندہ تھے، اور ہر خلیفہ کے سامنے وہ تحریر پیش کرتے رہے اور ان سب سے انھین کچھ نہ کچھ ملتا رہا[۳]

وفات | ان کے زمانۂ وفات کی تعیین کے بارہ مین ارباب سیر خاموش ہین، اتنا معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن عبد العزیزؓ سے پہلے وفات پا چکے تھے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ خلفاء راشدین کے قدم بہ قدم چلتے تھے چنانچہ اون کی سنت پوری کرنے کے لئے مسلم کے بیٹے حارث کو بلا کر کہدیا اور فرمایا اگر مین چاہتا تو خود تمھارے پاس آسکتا تھا، لیکن مین نے تم سے رسول اللہ صلعم کی حدیث سننے کے لئے تم کو زحمت دی ہے[۴]

فضل و کمال | مسلم فضل و کمال کی حیثیت سے کوئی امتیاز نہ رکھتے تھے تاہم اُن کا دامن حدیث نبوی سے بالکل خالی نہین ہے، اون سے اون کے لڑکے حارث نے حدیث روایت کی ہے[۵]

---

[۱] ابن سعد ج ۷، ق ۲ ص ۱۳۰، [۲] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۷۲، [۳] ابن سعد ج ۷، ق ۲ ص ۱۳۷ [۴] ابن سعد حوالۂ مذکور، [۵] تہذیب الکمال ص ۳۷۵،

۱۱۶۔ حضرت مسور بن مخرمہؓ

نام و نسب | مسور نام، ابو عبد الرحمٰن کنیت، نسب نامہ یہ ہے، مسور بن مخرمہ بن نوفل بن اہیب بن زہرہ ابن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی قرشی زہری، مسور مشہور صحابی حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے بھانجے تھے،

پیدائش و بچپن | مسور کی والدہ عاتکہ دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئی تھین اور شرفِ ہجرت سے بھی مشرف ہوئین، مسور انھین سعیدہ خاتون کے بطن سے ۲ھ ہجری مین مکہ مین پیدا ہوئے، اور فتحِ مکہ کے بعد چھ برس کے سن مین مدینہ آئے[۱]

عہدِ نبوی مین بہت صغیر السن تھے، اس لئے اس عہد کے حالات مین طفلانہ واقعات کے سوا اور کوئی واقعہ قابلِ ذکر نہین ہے، آنحضرت صلعم کی خدمت مین آیا جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ وضو فرما رہے تھے، اور مسور آپ کی پشت پر کھڑے تھے، اتفاقاً پشتِ مبارک سے چادر ہٹ گئی اور خاتمِ نبوت نظر آنے لگی، ایک یہودی ادھر سے گذرا اُس نے مسور سے کہا محمدؐ کی پیٹھ پر سے چادر ہٹا دو، یہ بچے تھے ہٹانے لگے، آپ نے اون کے منہ پر پانی کا چھینٹا مارا،

اسی طریقہ سے ایک مرتبہ چھوٹا سا تہ بند باندھے ہوئے، ایک وزنی پتھر اٹھائے ہوئے تھے، تہبند چھوٹا تھا کھل گیا، ہاتھ پتھر مین پھنسے تھے، اس لئے تہ بند نہ باندھ سکے اور اسی حالت مین پتھر لئے ہوئے چلے گئے، آنحضرت صلعم نے دیکھ کر فرمایا تہبند اٹھالو ننگے نہ پھرو[۲]

اسی صغر سنی مین حجۃ الوداع مین شریک ہوئے، لیکن واقعات سب یاد تھے، چنانچہ روایت

---

[۱] اصابہ ج ۶ ص ۸۰ مسور کی پیدایش کے بعد اون کی ماں نے ہجرت کی تھی لیکن مسور چھ برس تک اسلئے مکہ مین رہے کہ ان کے والد مخرمہ بن نوفل فتح مکہ کے بعد مشرف باسلام ہوئے، مسور انھین کے ساتھ مکہ آئے، [۲] ایضاً،

اسی صغر سنی مین حجۃ الوداع مین شریک ہوئے لیکن واقعات سب یاد تھے، چنانچہ روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلعم نے عرفات مین خطبہ دیا، اور حمد کے بعد فرمایا کہ "بت پرست اور مشرک دن رہے جب آفتاب پہاڑ کے سر پر ہوتا تھا یہان سے چلے جاتے تھے، اور ہم غروب آفتاب کے بعد جائین گے، اور لوگ مشعر حرام اسوقت جاتے، جب آفتاب خوب پھیلا ہوتا تھا"[۱]

عہد خلفاء خلفاء اربعہ کے زمانہ مین حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ مجلس شوری کے رکن تھے، جب وہ مشورہ وغیرہ کے لئے جانے لگتے تو مسور بھی ان کے ساتھ ہو لیتے تھے،[۲]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک مدینہ مین رہے، اون کی شہادت کے بعد مکہ مین اقامت اختیار کرلی، یزید اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے اختلافات مین عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، ۶۴ھ مین جب شامی فوجون نے حرم کا محاصرہ کیا تو مسور بھی عبداللہ بن زبیر کے ساتھ محصور رہے اور حطیم مین نماز پڑھتے تھے،[۳]

شہادت اسی محاصرہ کے زمانہ مین جب کہ حرم پر گولہ باری ہو رہی تھی، ایک دن مسور حسب معمول کھلے بندون حطیم مین نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک پتھر آکر اون کے لگا، اس کے صدمہ سے پانچین دن وفات پاگئے، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، اس وقت ۶۸ سال کی عمر تھی،[۴]

فضل و کمال گو مسور آنحضرت صلعم کی حیات مین بہت کم سن تھے، تاہم آپ سے سنی ہوئی بعض حدیثین اون کے حافظہ مین محفوظ تھین، اون کی صغر سنی کی وجہ سے بعض محدثین اون کے سماع کے منکر ہین، لیکن محدث حاکم نیشاپوری کے نزدیک اون کا سماع ثابت ہے،[۵] تاہم اون کی مرفوع روایات بہت کم ہین، اون کی روایات کی مجموعی تعداد جس مین مرفوع اور غیر مرفوع

۱؎ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۲۴، ۲؎ استیعاب ج اول ص ۲۱۹، ۳؎ اسد الغابہ و مستدرک حاکم ترجمہ مسور، ۴؎ مستدرک ج ۳ ص ۵۲۳، یہ محاصرہ ۶۴ھ تک جاری رہا تھا ۶۳ھ سے لیکر ۶۴ھ تک کسی وقت مین مسور کی شہادت ہوئی، ۵؎ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۲۴

سب شامل ہین، بائیس [۲۲] ہے، ان مین سے ۷ متفق علیہ مین اور ۴ مین امام بخاری، اور ایک مین امام مسلم منفرد ہین[۱]۔

اہل بیت نبوی سے روابط اور عقیدت

اہل بیت نبوی سے خاص تعلقات اور عقیدت رکھتے تھے، اور وہ سب بھی انھین مانتے تھے حضرت عائشہؓ عبداللہ بن زبیرؓ کی خالہ تھین اس لئے ابن زبیر اون کی بڑی امداد کرتے تھے، حضرت عائشہؓ بڑی فیاض تھین جو کچھ ملتا سب خرچ کر ڈالتین، اون کی غیر معتدل فیاضی پر ابن زبیرؓ نے کہا کہ اگر وہ اپنا ہاتھ نہ روکین گی تو مین آیندہ کچھ نہ دونگا حضرت عائشہؓ کو خبر ہوئی تو انھین اس کا بہت صدمہ ہوا، اور قسم کھائی کہ اب مین ابن زبیر سے کبھی نہ کچھ لونگی اور نہ اون سے بولونگی، اس عہد پر عرصہ تک قائم رہین، ابن زبیرؓ ان کے اس عہد سے بہت پریشان ہوئے اور بہت سے لوگون کو درمیان مین ڈال کر صفائی کی کوشش کی، لیکن حضرت عائشہؓ نے کسی کی سفارش نہ سنی، آخر مین ابن زبیرؓ نے مسور سے کہا کہ تم مجھے کسی طرح خالہ کے پاس پہنچادو، چنانچہ یہ ان کو اپنے ساتھ لے گئے اور بڑی مشکلون سے ان کی خطا معاف کرائی[۲]۔

ایک مرتبہ حضرت حسن بن حسن بن علیؓ نے مسور کی لڑکی کے ساتھ اپنا پیام بھیجا، مسور جاکر اون سے ملے اور عرض کیا، "خدا کی قسم کوئی نسب کوئی تعلق اور کوئی رشتہ میرے نزدیک آپکے نسب آپکے تعلق اور آپ کے ساتھ سسرالی رشتہ قائم کرنے سے زیادہ محبوب و معزز نہین ہے، لیکن رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ "فاطمہ میرا گوشت پوست ہے، جس نے اس کو رنجیدہ کیا، اوس نے مجھکو رنجیدہ کیا، اور جس نے اوس کو خوش رکھا اوس نے مجھکو خوش رکھا، اور قیامت کے دن میرے نسبی اور سسرالی رشتہ اور تعلق کے سوا باقی تمام رشتے اور تعلقات ٹوٹ جائین گے" ایسی حالت مین میرے لئے آپ سے رشتہ قائم کرنا باعث شرف و افتخار ہے، لیکن فاطمہ کی لڑکی دپوتی

[۱] تہذیب الکمال ص ۲۴۰، [۲] بخاری کتاب الادب باب الہجرۃ ملخصاً،

آپ کے نکاح مین ہے، اس لئے مین اپنی لڑکی آپ کے ساتھ بیاہ کر فاطمہ کی لڑکی کو رنج و تکلیف نہین پہونچا سکتا[1]،

آثار نبوی سے بڑی گہری عقیدت تھی، اور اوس کی حفاظت کا بڑا خیال رکھتے تھے، کربلا کے حادثۂ عظمیٰ کے بعد جب امام زین العابدین مدینہ واپس آئے، تو مسور نے اون کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ جو خدمت میرے قابل ہو اس کے بجالانے کے لئے بسر و چشم حاضر ہون، زین العابدین نے کہا کوئی اس قسم کی ضرورت نہین ہے، آنحضرت صلعم کی تلوار زین العابدین کے پاس تھی مسور کو خطرہ تھا کہ یہ آپ کے ہاتھ سے نکل جائیگی، اس لئے عرض کیا آپ مجھ کو رسول اللہ صلعم کی تلوار دے سکتے ہین؟ مجھکو خطرہ ہے کہ وہ آپ کے ہاتھون سے نکل جائیگی، اور اگر میرے پاس رہیگی، تو جب تک میری جان مین جان باقی ہے اوس کو کوئی ہاتھ نہین لگا سکتا[2]،

۱۷ حضرت مطیع بن اسودؓ

نام و نسب، جاہلی نام عاص اور اسلامی مطیع ہے، نسب نامہ یہ ہے، مطیع بن اسود بن حارثہ بن نضلہ بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب قرشی عدوی،

اسلام، فتح مکہ مین مشرف باسلام ہوئے، اوس وقت اون کا نام "عاص"، نافرمان تھا، آنحضرت صلعم نے بدل کر "مطیع" فرمان بردار رکھا[3]، تبدیل نام کا یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے، کہ ایکمرتبہ آنحضرت صلعم مسجد مین منبر پر تشریف فرما لوگون کو بٹھا رہے تھے، اسی دوران مین عاص آگئے اور آنحضرت صلعم کا ارشاد سن کر سب سے آخر مین بیٹھ گئے، آنحضرت صلعم کے منبر سے اترنے کے بعد عاص جاکر آپ سے ملے، آپ نے پوچھا تم کو مین نے نماز مین نہین دیکھا، عرض کی فدیت

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۲۳ [2] ایضاً ۳۲۶ [3] مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۴۱۲

بابی وامی یارسول اللہ میں جس وقت مسجد میں داخل ہو رہا تھا، اس وقت آپ لوگوں کو بیٹھنے کا حکم دے رہے تھے، اسلئے میں سب کے آخر میں بیٹھ گیا، جہاں آپ کی آواز پہنچ جاتی تھی، یہ سن کر آنحضرت صلعم نے فرمایا تم عاص نہیں بلکہ مطیع ہو، اس دن سے اون کا نام مطیع ہو گیا۱

وفات| حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی۲

اولاد| ان کے کئی اولادیں تھیں، عبداللہ اور سلیمان وغیرہ، عبداللہ جنگ جمل میں حضرت عایشہؓ کی حمایت میں کام آئے۳

۱۱۸۔ حضرت معاویہ بن حکمؓ

نام ونسب| معاویہ نام، باپ کا نام حکم تھا، معاویہ بنو سلیم میں بود وباش رکھتے تھے، اور بدویانہ زندگی بسر کرتے تھے،

اسلام| ہجرت کے بعد کسی سنہ میں مشرف باسلام ہوئے قبول اسلام کے بعد مکتب نبوت میں اسلام کی تعلیم حاصل کی، اپنی تعلیم اور اسلام کے واقعات کو وہ خود بیان کرتے ہیں، کہ جب میں رسول اللہ صلعم کے پاس آیا تو اسلام کے بعض احکام سیکھے منجملہ اور تعلیمات کی مجھکو ایک تعلیم یہ بھی ملی کہ جب کوئی چھینکے تو الحمد للہ کہو، اور جب کوئی چھینک کر الحمد للہ کہے تو یرحمک اللہ کہو، ایک دن میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ کسی نے چھینکا اور الحمد للہ کہا میں نے باواز بلند یرحمک اللہ جواب دیا، لوگوں نے مجھکو گھورنا شروع کیا، میں نے کہا تم لوگ مجھے غضب آلود نگاہوں سے کیوں گھور رہے ہو، میرے اس سوال پر لوگوں نے سبحان اللہ سبحان اللہ کہنا شروع کیا، جب آنحضرت صلعم نماز ختم کر چکے تو پوچھا نماز میں کون بولا تھا، لوگوں

۱ استیعاب ج اول ص ۲۹۲، ۲ اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۸۷، ۳ استیعاب ج اول ص ۲۹۲،

نے مجھکو بتایا کہ یہ اعرابی تھا، آپ نے مجھکو بلا کر فرمایا نماز قراءت قرآن اور اللہ عزوجل کے ذکر کے لئے ہے، جب تم نماز پڑھو تو تمھاری یہ شان ہونی چاہئے یعنی اللہ عزوجل کا ذکر، اور قراءت قرآن، معاویہ پر اس نرمی کا یہ اثر ہوا کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے زیادہ نرم معلم نہین دیکھا[۱]،

اسی دوران تعلیم مین انھون نے جاہلیت کے اوہام کے متعلق چند سوالات کئے کہ یا رسول اللہ ہم لوگ ابھی زمانۂ جاہلیت سے زیادہ قریب ہین، ابھی اسلام کو آئے ہوئے زیادہ زمانہ نہین گذرا، اس لئے ہم مین ابھی تک کچھ لوگ کاہنون کے پاس جاتے ہین، فرمایا تم ان کے پاس نہ جایا کرو، پھر پوچھا کہ بعض لوگ اوہام سے فال بد لیتے ہین فرمایا یہ دل کے اوہام ہین انسے نہ متاثر ہونا چاہئے پھر یہ سوال کیا کہ

یا رسول اللہ ہم مین کچھ لوگ ایسے ہین جو خط کھینچتے ہین (جاہلیت کے تفاؤل کا ایک طریقہ تھا)، فرمایا بعض انبیا بھی خط کھینچتے تھے اس لئے اگر کوئی ایسا خط کھینچے تو کوئی مضائقہ نہین، آخر مین عرض کیا، یا رسول اللہ میری ایک لونڈی ہے، جو احد اور جوانیہ کی طرف بکریان چرایا کرتی تھی، ایک دن وہ اس پر چڑھ گئی، اور ایک بکری بھیڑیا لے گیا، مین انسان ہون مجھے غصہ آگیا، مین نے لونڈی کو مارا، آنحضرت صلعم کو یہ ناگوار ہوا، آپ کی ناگواری دیکھکر مین نے کہا اس کو اس کفارہ مین آزاد کرتا ہون، فرمایا، اس کو میرے پاس لاؤ، مین لے آیا، آپ نے اس سے پوچھا اللہ کہان ہے؟ اوس نے کہا آسمان پر، پوچھا مین کون ہون اس نے کہا آپ اللہ کے رسول ہین، فرمایا، اس کو آزاد کردو، یہ مومنہ ہے[۲]،

---

[۱] ابو داؤد کتاب ابواب تفریع استفتاح الصلوٰۃ باب تشمیت العاطس فی الصلوٰۃ،

[۲] ایضاً جلد اول ص ۹۳،

۱۱۹ حضرت معقل بن سنان رضؓ

نام ونسب، معقل نام، ابوعبدالرحمن کنیت، نسب نامہ یہ ہے، معقل بن سنان بن مظہر بن عرکی بن فتیان بن سبیع بن بکر بن اشجع اشجعی،

اسلام وغزوات، فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، فتح مکہ مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب اور اپنے قبیلہ کے علمبردار تھے[۱]،

عہد فاروقی، کوفہ آباد ہونے کے بعد یہان گھر بنالیا حضرت عمرؓ کے زمانہ مین ایک مرتبہ مدینہ آئے، بڑے صاحب جمال تھے، کسی (غالباً عورت) نے ان کے حسن وجمال کی تعریف مین یہ شعر کہا،

اعوذ برب الناس من شر معقل　　　اذا معقل راح البقیع مرجلا

"مین لوگون کے رب سے معقل کے شر سے پناہ مانگتی ہون جب وہ گیسو سنوار کے بقیع کی طرف نکلتے ہین"

حضرت عمرؓ نے یہ شعر سنا تو ان کو مدینہ سے بصرہ بھیجدیا[۲]،

یزید کی مخالفت، معقل یزید کے غیر شرعی طور وطریق کی وجہ سے اوس کے سخت خلاف تھے، امیر معاویہؓ نے جب یزید کی بیعت کے لئے ممالک محروسہ سے وفود طلب کئے تو معقل بھی مدینہ والون کے ساتھ اظہار بیعت کے لئے بھیجے گئے، شام جانے کے بعد ایک دن یزید کے ندیم خاص مسلم بن عقبہ کے سامنے یزید کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کئے، کہ مین یزید کی بیعت کے لئے جبریہ بھیجا گیا ہون، میری آمد کو قضائے الٰہی کے سوا کیا کہا جائے، جو شخص میخوار ہو محرمات کے ساتھ نکاح کرتا ہو،

[۱] اصابہ ج ۶ ص ۱۲۵، [۲] ایضاً،

وہ کس طرح بیعت کا مستحق ہے؟ اسی سلسلہ میں انھوں نے یزید کی تمام برائیاں بیان کر ڈالیں اور مسلم سے کہا کہ میں نے تم سے یہ باتیں رازدارانہ کی ہیں اس لئے ان کو اپنی ہی ذات تک محدود رکھنا، مسلم نے کہا امیر المومنین سے تو نہ کہونگا لیکن جب موقع ملیگا تمھاری گردن اڑا دونگا۔[1]

دینوری کا بیان ہے کہ معقل نے کہا تھا کہ میں مدینہ واپس جاکر فاسق وفاجر یزید کی بیعت توڑ کر مہاجرین میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لونگا، اوس وقت مسلم ان پر قابو نہ پاسکا، مگر قسم کھائی کہ جب بھی تم میرے قابو میں آؤگے تمھاری گردن اڑا دونگا۔[2]

شہادت | مدینہ آنے کے بعد معقل نے جو کچھ کہا تھا کر دکھایا، جب عبد اللہ بن زبیرؓ نے حجاز میں خلافت کا دعویٰ کیا اور یزید نے اون کے مقابلہ کے لئے فوجیں روانہ کیں تو معقل ابن زبیرؓ کے ساتھ ہو گئے اور جب ابن زبیرؓ نے شکست کھائی، تو مدینہ کے لوگوں کے ساتھ یہ بھی گرفتار ہوئے اور مسلم کے سامنے پیش کئے گئے معقل پیاسے تھے مسلم نے کہا معقل پیاسے معلوم ہوتے ہو، انھوں نے اثبات میں جواب دیا، مسلم نے بادام کا شربت بنانے کا حکم دیا، اور شربت پلاکر کہا اب کبھی کسی مفرح چیز کی خواہش کرنے کا موقع نہ ملے گا، یہ کہکر اون کی گردن مارنے کا حکم دیا، فوراً اس حکم کی تعمیل ہوئی اور معقل حق پرستی کے جرم پر بنی امیہ کی ستم آرائی کا شکار ہو گئے۔[3]

فضل وکمال، | فضل وکمال اور مذہبی حیثیت کا اندازہ علامہ ابن عبد البر کی اس رائے سے کیجئے، کان فاضلا تقیا تنا یا معقل فاضل، پاکباز اور جوان تھے۔[4]

---

[1] ابن سعد ج ۷، ق ۲ ص ۱۳۳، [2] اخبار الطوال ص ۲۷۶، [3] مستدرک ج ۳ فضائل معقل، [4] استیعاب ج اول ص ۲۷۷،

۱۳۰۔ حضرت معقل بن یسارؓ

نام ونسب، معقل نام ابو عبداللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے معقل بن یسار بن عبداللہ بن صفیر بن حراق بن لای بن کعب بن عبد بن ثور بن ہدمہ بن لاطم بن عثمان بن عمرو بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر،

اسلام اور صلح حدیبیہ مین شرکت، معقل صلح حدیبیہ کے قبل مشرف باسلام ہوئے، صلح حدیبیہ مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، اور جس وقت آپ لوگون سے موت پر بیعت (بیعت رضوان) لے رہے تھے اس وقت معقل ایک شاخ سے آپ کے اوپر سایہ کئے ہوئے کھڑے تھے[1]

عہدۂ قضا، آنحضرت صلعم نے اون کو قبیلہ مزینہ کا قاضی بنانا چاہا، انھون نے معذرت کی کہ مجھ مین اس ذمہ داری کے سنبھالنے کی اہلیت نہین ہے، آپ نے دوبارہ فرمایا نہین تم ان کے فیصلے کیا کرو، انھون نے پھر معذرت کی کہ مین اچھی طرح فیصلہ نہین کرسکتا، تیسری مرتبہ پھر آپ نے باصرار فرمایا، نہین تم فیصلہ کرو، خدا قاضی کے ساتھ اوس وقت تک رہتا ہے، جب وہ عمداً ظلم وناانصافی نہین کرتا،

عہد فاروقی، معقل کی قوت فیصلہ کی وجہ سے حضرت عمرؓ انھین بہت مانتے تھے، مہمات امور مین اون سے مشورہ کرتے، اور بڑی بڑی خدمتین اون کے سپرد کرتے، عراق کی فوجکشی کے سلسلہ مین ۲۰ھ مین جب یزدگرد نے مردان شاہ کو ایک لشکر جرار کے ساتھ مسلمانون کے مقابلہ کے لئے بھیجا تو حضرت عمرؓ نے اکابر صحابہ سے مشورہ لیا اس مشورہ مین معقل بھی تھے[2]

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۵، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۷۷، [3] اصابہ ج ۶ ص ۱۲۶،

اسی زمانہ مین حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعری کو بصرہ مین ایک نہر کھدانے کا حکم دیا، اور فرمایا تیاری کے بعد معقل کے ہاتھون سے اوس مین پانی جاری کرایا جائے[1] امیر معاویہ کے زمانہ مین جب زیاد نے اس نہر کو دوبارہ درست کرایا تو تبرکاً معقل ہی کے ہاتھون اس کا افتتاح کرایا[2]،

علالت و وفات امیر معاویہ کے زمانہ مین بیمار پڑے، عبید اللہ بن زیاد اونکی عیادت کو آیا اس سے فرمایا میرا وقت آخر ہے، اگر زندگی کی امید ہوتی تو ایک حدیث جس کو مین نے ابھی تک نہین بیان کیا ہے نہ بیان کرتا لیکن اب وقت آخر ہے اس لئے بیان کئے دیتا ہون، مین نے آنحضرت صلعم کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص رعایا کی گلہ بانی کرتا ہے، اگر اوس نے رعایا کی خیانت کی اور اسی حالت مین مرگیا تو خدا اوس پر جنت حرام کردیگا[3]، اسی مرض مین وفات پائی، ساٹھ اور ستر کے درمیان عمر تھی[4]،

فضل و کمال حضرت معقلؓ بڑے صاحب کمال صحابی تھے، ان کے کمال کی سب سے بڑی سند یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے انھین باصرار قبیلہ مزینہ کا عہدۂ قضا سپرد کیا، بہت سے ایسے مسائل جن کے متعلق کبار صحابہ نے آنحضرت صلعم سے کوئی فیصلہ نہ سنا تھا، معقل کے علم مین تھے، ایک مرتبہ کسی شخص نے عبد اللہ بن مسعود سے پوچھا کہ ایک شخص نے بلاتعین مہر ایک عورت سے شادی کی اور بلا خلوت صحیحہ مرگیا ایسی صورت مین عورت کو ترکہ اور مہر ملے گا یا نہین، انھون نے (غالبًا قیاس سے) جواب دیا بلا شبہہ اس قسم کی منکوحہ کو اس کے جیسی اوصاف والی عورت کے برابر مہر ملے گا میراث بھی پائیگی اور عدت بھی پوری کرنی ہوگی، معقل بھی موجود تھے انھون نے کہا آنحضرت صلعم نے بروع بنت واشق کے بارہ مین یہی فیصلہ فرمایا تھا، عبد اللہ بن مسعودؓ کو آپ کا یہ فیصلہ معلوم نہ تھا، اس لئے اپنے فیصلہ کے توارد پر بہت محظوظ ہوئے[5]،

---

[1] فتوح البلدان ص ۳۶۶، [2] ایضاً، [3] مسلم کتاب الایمان باب استحقاق الوالی الغاش لرعیة النار، [4] اصابہ ج ۶ ص ۱۲۶، [5] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۹۶

اون سے چونتیس حدیثیں مروی ہیں، ان میں ایک متفق علیہ ہے، اور ایک میں امام بخاری اور ۲ میں امام مسلم منفرد ہیں[1] ان کے رواۃ کا دائرہ خاصہ وسیع ہے، عمران بن حصین، معاویہ بن قرہ، علقمہ بن عبد اللہ حکم بن اعرج، عمرو بن میمون، حسن بصری، نافع بن ابی نافع، ابی الملیح بن اسامہ، مسلم بن مخراق، عیاض اور ابو خالد وغیرہ نے ان سے روایتیں کی ہیں[2]،

غیرت وحمیت: معقل نہایت غیور اور با حمیت آدمی تھے، شادی اور طلاق عربوں میں معمولی بات تھی، مگر اون کی غیرت طلاق کو پسند نہ کرتی تھی، اور وہ اسے نہایت مکروہ سمجھتے تھے انھوں نے ایک شخص کے ساتھ اپنی بہن کی شادی کی، اوس نے چند دنوں کے بعد طلاق دیدی، اور عدت گذرنے کے بعد پھر نکاح کا پیام دیا، معقل نے کہا میں نے تمھارے ساتھ شادی کرکے تمھاری عزت افزائی کی تھی تم نے طلاق دیدی اب کبھی تمھارے ساتھ شادی نہ کرونگا، اون کے انکار پر یہ حکم نازل ہوا،

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن	جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت
فلا تعضلوهن الخ	پوری کر چکیں تو اون کو نہ روکو،

اس حکم ربانی کے سامنے غیرت مندی اور خودداری کے تمام جذبات سرد پڑ گئے، رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی عذر نہیں، اور دوبارہ اوس شخص کے ساتھ بہن کی شادی کردی[3]،

---

[1] تہذیب الکمال ص ۳۸۳، [2] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۳۵، [3] بخاری کتاب النکاح، باب من قال لا نکاح الا بولی،

(۱۲) حضرت ناجیہ بن جندبؓ،

نام ونسب، ذکوان نام، ناجیہ خطاب، اور صاحب البدن لقب ہے، نسب نامہ یہ ہے، ناجیہ بن جندب ابن عمیر بن یعمر بن دارم بن عمرو بن واثلہ بن سہم بن مازن بن سلامان بن افصی اسلمی،

اسلام، ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جاسکتا، لیکن حدیبیہ سے پہلے مشرف باسلام ہوچکے تھے، صلح حدیبیہ مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، اور آنحضرت صلعم کے قربانی کے جانورون کے نگران تھے[۱]، مدینہ سے نکلنے کے بعد کچھ دور بڑھکر آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا کہ قریش نے خالد بن ولید کو روکنے کیلئے بھیجا ہے، آپ لڑنا پسند نہ فرماتے تھے، اس لئے ہمراہیون سے پوچھا تم مین کون ایسا شخص ہے جو ان لوگون (قریش) کا راستہ بچاکر ہم کو دوسرے راستہ سے نکال لیجائے، جندب نے عرض کی فدیت بابی وامی یا رسول اللہ مین یہ خدمت انجام دونگا، چنانچہ قریش کا راستہ کاٹ کر ایک دوسرے راستہ سے مسلمانون کو حدیبیہ پہنچا دیا[۲]،

حدیبیہ کے جس میدان مین مسلمان خیمہ زن ہوئے تھے وہان پانی نہ تھا، جابجا خشک گڈھے تھے لوگون نے آنحضرت صلعم سے پانی کی شکایت کی آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر ناجیہ کو دیا کہ اون کو جاکر خشک گڈھے مین گاڑ دو، انھون نے ایک گڈھے کے وسط مین گاڑ دیا، اس کی برکت سے خشک گڈھے مین پانی کا فوارہ چھوٹنے لگا،

حدیبیہ کے پاس جب معلوم ہوا کہ قریش مکہ کے داخلہ مین مزاحم ہونگے، تو ناجیہ نے عرض کیا یارسول اللہ اجازت ہو تو مین جانورون کو حرم مین لیجا کر ذبح کردون، فرمایا موجودہ حالات مین تم کس طرح لیجا سکتے

[۱] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۴۴، [۲] اصابہ ج ۶ ص ۲۲۲،

ہو، عرض کیا، مین ایسے راستہ سے لیجاؤن گا، کہ قریش کو پتہ تک نہ چلے گا، چنانچہ آپ نے جانوراون کے حوالے کردیئے، انھون نے حرم مین لیجا کر ذبح کردیا،[1]

عمرۃ القضاۃ مین بھی آنحضرت صلعم کے قربانی کے جانورون کو لیجانے اور اون کی نگرانی کی خدمت انھین کے سپرد ہوئی، چنانچہ یہ آنحضرت صلعم سے پہلے چار اسلمی نوجوانون کو ساتھ لیکر قربانی کے جانورون کو مکہ لے گئے،[2]

حجۃ الوداع | حجۃ الوداع مین بھی ہمرکاب تھے، اس مین بھی آنحضرت صلعم کے قربانی کے جانورون کی نگرانی انھین کے سپرد تھی[3]، اسی لئے اون کو صاحب بدن رسول اللہ یعنی رسول اللہ کے قربانی کے جانوروالے کہا جاتا ہے،[4]

وفات | امیر معاویہ کے عہد خلافت مین وفات پائی،[5]

۱۲۲۔ حضرت نبیشۃ الخیرؓ

نام ونسب | نبیشہ نام، ابوطریف کنیت، خیر لقب، نسب نامہ یہ ہے نبیشۃ بن عمرو بن عوف بن عبداللہ بن عتاب بن حارث بن حصین بن نابغہ بن لحیان بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر مضری،

اسلام | ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور پر نہین بتایا جاسکتا، فتح مکہ کے بعد کسی وقت مشرف باسلام ہوئے

خیر کا خطاب | اسلام کے بعد دربار رسالت سے خیر کا لقب ملا، اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ نبیشہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے اوس وقت آپ کے پاس کچھ قیدی تھے، نبیشہ نے عرض کیا یارسول اللہ! ان پر احسان فرمائیے، اور فدیہ لیکر رہا کر دیجئے، فرمایا تم نے نیک صلاح دی، تم

[1] اصابہ ج ۶ ص ۲۲۲، [2] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۵۴، [3] ایضاً، [4] استیعاب تذکرۂ ناجیہ، [5] ابن سعد حوالۂ مذکور،

نبیشۃ الخیر ہوا[۱]

وفات | زمانۂ وفات کے بارہ میں ارباب سیر خاموش ہیں،

فضل وکمال | حضرت نبیشہ رضہ سے گیارہ حدیثیں مروی ہیں[۲]،

تبلیغ فرمان رسول | فرمان نبوی کی تبلیغ کا جب کوئی موقع آجاتا خواہ وہ کتنا ہی غیر اہم کیون نہ ہوتا نبیشہ تبلیغ کا فرض ادا کر دیتے، ایک مرتبہ چند آدمی ایک بڑے پیالہ مین کھانا کھا رہے تھے، اتفاق سے نبیشہ بھی پہنچ گئے، انھون نے ان لوگون سے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے جو شخص کھانے کے بعد پیالہ چاٹیگا مین اوس کے لئے دعاے مغفرت کرونگا[۳]،

۱۲۳ - حضرت واثلہ بن اسقع رضہ،

نام ونسب | واثلہ نام، ابو قرصافہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، واثلہ بن اسقع بن عبد العزیٰ بن عبد یالیل ابن ناشب بن غنزہ بن سعد بن لیث بن بکر بن کنانہ کنانی،

اسلام | ۹ھ مین غزوۂ تبوک سے چند دن پہلے قبول اسلام کے ارادہ سے مدینہ آئے، اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا جاؤ پانی اور بیری کی پتیون سے نہاؤ اور زمانۂ کفر کے بالون کو صاف کراؤ، یہ کہکر اون کے سر پر دست شفقت پھیرا[۴]،

غزوۂ تبوک | اون کے اسلام قبول کرنے کے بعد ہی غزوۂ تبوک کی تیاریان شروع ہوئین، تمام مجاہدین اپنا اپنا سامان درست کر رہے تھے، واثلہ بھی تیاری کرنے کے لئے گھر گئے، لیکن یہان کچھ نہ تھا اس لئے واپس آئے، اون کی واپسی تک مجاہدین کا قافلہ روانہ ہوچکا تھا، اور اون کے لئے شرکت کی بظاہر کوئی صورت باقی نہ تھی، لیکن ذوقِ جہاد بے تاب کئے ہوئے تھا، چنانچہ انھون نے مدینہ کی گلیون

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۴۳، [۲] تہذیب الکمال ص ۴۰۵، [۳] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۴۰، [۴] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۷۰،

مین پھر پھر صدا لگا نا شروع کی کہ کون مجھ کو میرے مالِ غنیمت کے بدلہ مین تبوک لے چلتا ہے؟ اتفاق سے ایک انصاری بزرگ بھی باقی رہ گئے تھے انھون نے کہا، مین لے چلونگا کھا نا مین دونگا، اور اپنی سواری پر بٹھاؤن گا، خدا کی برکت پر بھروسہ کرکے تیار ہوجاؤ، واثلہ کو تیاری ہی کیا کرنی تھی فوراً ساتھ ہوگئے، انصاری بزرگ نے نہایت حسنِ سلوک اور شریفانہ طریقہ سے انھین رکھا، اور وہ غزوۂ تبوک مین شریک ہوئے، لڑائی ختم ہونے کے بعد اوس کے مالِ غنیمت مین سے چھ اُونٹنیان واثلہ کے حصہ مین بھی آئین، شرط کے مطابق وہ ان اونٹنیون کو انصاری بزرگ کے پاس لائے، انھون نے ان اونٹنیون کی چال ڈھال وغیرہ کو دیکھنے کے بعد کہا تمھاری یہ سب اُونٹنیان نہایت اچھی ہین، واثلہ نے کہا شرط کے مطابق سب حاضر ہین، انصاری بزرگ نے کہا بھتیجے تمھاری اونٹنیان تمھین مبارک ہون تم انھین لیجاؤ، میرا مقصد صرف ثوابِ آخرت تھا[1]

بیت المقدس کا قیام | بصرہ آباد ہونے کے بعد کچھ دنون یہان رہے، پھر شام منتقل ہوگئے، اور دمشق سے تین کوس کی مسافت پر بلاط نامی گاؤن مین اقامت اختیار کرلی، اور شام کی لڑائیون مین شریک ہوتے رہے، آخر مین بیت المقدس مین سکونت اختیار کرلی تھی[2]،

وفات | ۸۳ھ مین ۱۰۵ سال کی عمر مین وفات پائی، واقدی کے بیان کے مطابق ۸۵ھ مین انتقال کیا، اور ۹۸ سال کی عمر تھی[3]، آخر عمر مین بصارت جاتی رہی تھی، داڑھی مین زرد خضاب کرتے تھے[4]

فضل و کمال | واثلہ اصحابِ صفہ مین تھے[5]، اصحابِ صفہ کا مشغلہ تعلیم و تعلم تھا، اس لئے واثلہ کا بھی یہی مشغل تھا، اس کے علاوہ وہ آنحضرت صلعم کی خدمت گذاری کی بھی سعادت حاصل کرتے تھے[6]، گو اس سعادت کی مدت سال سوا سال سے زیادہ نہ تھی، تاہم اس تقریب سے انھین خدمتِ نبوی

---

[1] ابو داؤد کتاب الجہاد باب الرجل یکری دابتہ علی النصف او السہم، [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۷۷، [3] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۲۹؛ [4] اسد الغابہ ج ۵ ص ۷۷، [5] ابن سعد حوالۂ مذکور، [6] استیعاب ج ۲ ص ۶۲۵،

کی حاضر باشی اور استفادہ کا کافی موقع ملتا تھا، اس لئے بہت سی احادیث نبوی اون کے حافظہ مین محفوظ تھین، چنانچہ اون کی مرویات کی مجموعی تعداد چھپن[۵۶] ہے، ان مین سے ایک مین بخاری اور ایک مین مسلم منفرد ہین[۱] ان کی لڑکیون فسیلہ، جمیلہ اور اسماء نے اور دوسرے رواۃ مین بسر بن سعد، بسر بن عبید اللہ، مکحول، عبد اللہ بن عامر اور شداد بن عمارہ وغیرہ نے روایتین کی ہین،

روایت حدیث مین واثلہ کا اصول | روایت حدیث مین واثلہ الفاظ کی پابندی ضروری نہین سمجھتے تھے، اور صرف حدیث کا صحیح مفہوم اور منشا بیان کر دینا کافی سمجھتے تھے، ان کی حدیث دانی کی وجہ سے شائقین حدیث ان کے پاس سماع کے لئے آیا کرتے تھے، ایکمرتبہ مکحول نے آکر کہا ابوالاسقع کوئی ایسی حدیث سنایئے جس مین آپ کو کسی قسم کا شک وشبہہ نہ ہو، نہ اوس مین کوئی زیادتی ہو اور نہ کچھ بھولے ہون، یہ شرائط سنکر واثلہ نے حاضرین سے سوال کیا تم مین سے کسی نے گذشتہ شب کو قرآن پڑھا ہے؟ لوگون نے کہا ہان لیکن ہم حافظ نہین ہین، بولے جب قرآن کو جو تمھارے پاس لکھا ہوا موجود ہے، صحیح طور پر حافظہ مین محفوظ نہین رکھ سکتے اور اس مین تم کو کمی بیشی ہو جانے کا خوف رہتا ہے تو حدیثین جن کو بیشتر حالتون مین ہم نے صرف ایک ہی مرتبہ سنا ہے بجنسہا کیونکر یاد رہ سکتی ہین، روایت حدیث مین تمھارے لئے اتنا کافی ہے کہ حدیث کا مفہوم اور اوس کے صحیح معنی بیان کردو[۲]،

عبادت | واثلہ اوراد و وظائف ماثورہ نہایت پابندی کے ساتھ پڑھتے تھے، ان کی صاحبزادی اسماء کا بیان ہے کہ والد نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک قبلہ رخ بیٹھکر وظیفہ پڑھتے تھے، اور اس وقت جب کبھی مین ان سے کسی ضرورت سے بات کرنا چاہتی تو بولتے نہ تھے، ایک دن مین نے پوچھا آپ بولتے کیون نہین، فرمایا مین نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ جو شخص نماز کے بعد بغیر کسی سے بات کئے ہوئے سو مرتبہ قل ہو اللہ تلاوت کرے تو اوس کے اس سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہین[۳]،

---

[۱] استیعاب ج ۲ ص ۶۲۵ و تہذیب الکمال ص ۴۱۹، [۲] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۶۹، [۳] ایضاً ص ۵۷۰،

فیاضی | ابتدا میں نہایت نادار تھے، اسی لئے اصحاب صفہ کے زمرہ میں شامل ہو گئے تھے، بعد میں خدا نے فارغ البال کیا، فارغ البالی کے زمانہ میں نہایت فیاض اور سیر چشم تھے، اور صبح و شام دونوں وقت برابر لوگوں کو بلا کر کھانے میں شریک کرتے تھے[1]

۱۲۴ حضرت وائل رضؓ بن حجر

نام و نسب | وائل نام، ابو ہنیدہ کنیت نسب نامہ یہ ہے، وائل بن حجر بن ربیعہ بن وائل بن یعمر حضرمی ان کے والد حجر سلاطین حضرموت میں تھے، وائل خود حضرموت کے رئیس تھے،

اسلام | فتح مکہ کے بعد جب عرب کے مختلف گوشوں کے وفود قبول اسلام کے لئے جوق در جوق مدینہ آنے لگے، تو وائل بھی اپنے قبیلہ کے ساتھ مدینہ وارد ہوئے، آنحضرت صلعم نے ان کے ورود سے پیشتر صحابہ کو ان کی آمد کی اطلاع دیدی تھی، اور ان کا تعارف بھی کرادیا تھا کہ، "وائل بن حجر جو سلاطین حضرموت کی یادگار ہیں خدا اور رسول کے مطیع و فرمان بردار بنکر دور دراز کی مسافت طے کر کے حضرموت سے آرہے ہیں" جب وائل مدینہ پہنچے، تو آنحضرت صلعم نے ان کے رتبہ کے مطابق اون کا استقبال کیا، قریب بلا کر ردائے مبارک بچھا کر اس پر بٹھایا، اور اون کے اور اون کی اولاد کے لئے دعا فرمائی کہ خدایا وائل، ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد پر برکت نازل فرما، اور انکو سرداران حضرموت کا حاکم بنا[2]

اسلام قبول کرنے کے بعد جب وائل واپس جانے لگے تو آنحضرت صلعم نے اون کو حضرموت میں زمین کا ایک قطعہ مرحمت فرمایا، اور ان کے بارہ میں ایک خط مہاجر بن امیہ کے اور دوسرا حضرموت کے رؤساء اور سرداروں کے نام لکھکر حوالہ کیا، اور چلتے وقت معاویہ کو کچھ دور تک مشایعت کے لئے ہمراہ کردیا، وائل سوار تھے اور معاویہ سواری کے ساتھ پیدل چل رہے تھے، گرمی کا موسم تھا، تپتی ہوئی ریت

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۱۲۹، [2] استیعاب ج ۲ ص ۶۲۵،

پیرون کو جھلسائے دیتی تھی، معاویہ نے پاؤن جلنے کی شکایت کی، وائل نے کہا سواری کے سایہ مین آجاؤ، معاویہ نے کہا اس سے کچھ نہ ہوگا، اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیجیے، وائل ابھی نئے نئے اسلام لائے تھے، دماغ مین نخوت و رعونت بسی ہوئی تھی، جواب دیا خاموش تم بادشاہون کے ساتھ بیٹھنے کے قابل نہین ہو[1]

جنگ صفین مین شرکت | کوفہ آباد ہونے کے بعد یہان اقامت اختیار کر لی، جنگ صفین مین حضرت علیؓ کے ساتھ تھے، اور حضرموت کا علم انھین کے ہاتھ مین تھا[2]

امیر معاویہ کے عہد خلافت مین ایک مرتبہ ان کے پاس گئے، امیر نے پہچان کر نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ استقبال کیا اور اپنا واقعہ یاد دلایا، اور چلتے وقت نقدی سلوک کرنا چاہا، لیکن وائل نے انکار کر دیا، ان کے انکار پر امیر معاویہ نے جاگیر پیش کی، مگر وائل نے اسے بھی قبول نہ کیا، اور کہا مجھکو اس کی ضرورت نہین کسی دوسرے حاجتمند کو دیدینا[3]

وفات | انھین کے عہد خلافت مین وفات پائی[4]

۱۲۵- وحشی بن حرب

نام ونسب | وحشی نام ابو دسمہ کنیت، نسلاً حبشی اور حضرت جبیر بن مطعمؓ کے غلام تھے،

حمزہ کا قتل | جنگ بدر مین حضرت حمزہؓ نے جبیر بن مطعم کے چچا طعیمہ بن عدی کو قتل کیا تھا، اس لئے جبیر کو انتقام کی بڑی فکر تھی، جب احد کی تیاریان شروع ہوئین تو جبیر نے وحشی سے کہا کہ اگر تم چچا کے انتقام مین حمزہ کو قتل کر دو تو تم آزاد ہو، آزادی جیسی بیش قیمت شے کا نام سنکر وحشی فوراً تیار ہو گیا، میدان جنگ مین جب صف آرائی ہوئی اور مشرکین کی طرف "سباع" نے مبارز طلبی کی، تو حضرت حمزہؓ اس کے مقابلہ کو نکلے، اور ایک ہی وار مین اوس کا کام تمام کر دیا، وحشی ایک چٹان کی آڑ مین گھات مین بیٹھا ہوا تھا

[1] استیعاب ج ۲ ص ۶۲۵، [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۸۱، [3] استیعاب حوالۂ مذکور، [4] اصابہ ج ۶ ص ۳۱۲،

جیسے ہی حضرت حمزہؓ "سباع" کو قتل کرکے ادھر سے گذرے اس نے نیزہ سے ایسا وار کیا کہ نیزہ ناف کے پار اتر گیا اور حضرت حمزہؓ اسی جگہ شہید ہو گئے[1]

اسلام — آنحضرت صلعم کو چچا کی شہادت کا انتہائی قلق تھا اس لئے وحشی اشتہاری مجرم ہو گیا، اور جب مکہ فتح ہوا تو اوس نے طائف مین پناہ لی، جب طائف کا وفد آنحضرت صلعم کی خدمت مین جانے لگا تو لوگون نے وحشی سے کہا تم بھی وفد کے ساتھ چلے جاؤ، کیونکہ رسول اللہ صلعم سفراء کے ساتھ برا برتاؤ نہین کرتے، لوگون کے کہنے سے وحشی ساتھ ہو گیا، اور مدینہ پہنچکر دفعۃً کلمہ پڑھتے ہوئے رسول اللہ صلعم کے سامنے آگیا،[2]

حضرت حمزہؓ رسول اللہ صلعم کے محبوب ترین چچا تھے، آپ پر انکی شہادت کا نہایت شدید اثر تھا لیکن وحشی اولاً سفیر کی حیثیت سے اور پھر مسلمان ہو کر آئے تھے، اس لئے اون کے ساتھ کوئی برا سلوک نہین ہوسکتا، تاہم آپ نے اون کے چہرہ پر نظر ڈالنا گوارا نہ کیا، وحشی سے پوچھا تم ہی نے حمزہ کو شہید کیا تھا انھون نے محجوب ہو کر عرض کیا، آپ نے جو سنا ہے صحیح ہے، آپ نے فرمایا اگر ہوسکے تو تم اپنا چہرہ مجھے نہ دکھلاؤ، وحشی تعمیل ارشاد کے سوا کیا کرسکتے تھے، فوراً ہٹ گئے،[3]

حسن تلافی — حضرت حمزہؓ کی شہادت کا جرم وحشی کے دل پر ایک ایسا زخم تھا جو انھین چین نہین لینے دیتا تھا، اور وہ قبول اسلام کے بعد سے برابر اس کی تلافی کی کوشش مین لگے ہوئے تھے، خوش قسمتی سے بہت جلد انکو اس کا موقع مل گیا، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد جب مشہور مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کا فتنہ اٹھا تو وحشی نے کہا اب وقت ہے کہ مین مسیلمہ کو قتل کرکے حمزہؓ کے خون کا کفارہ ادا کردون، چنانچہ وہی نیزہ جس سے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا، لیکر مسیلمہ کے مقابلہ مین جانے والی مہم کے ساتھ ہو گئے، اور میدان جنگ

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب قتل حمزہؓ، [2] ابن ہشام ج اول ص ۷۵۴، [3] بخاری کتاب المغازی باب قتل حمزہؓ

[4] سیرت ابن ہشام ج اول ص ۷۵۴،

مین پہنچکر مسیلمہ کی تاک مین لگے رہے، وہ ایک دیوار کے سوراخ کے پار نظر آیا، انھون نے نیزہ تان کر اوس کے سینہ پر ایسا وار کیا کہ نیزہ سینہ کے پار ہو گیا، جو کچھ کمی رہگئی، اوس کو ایک انصاری نے بڑھکر پوری کردی[1]، اس طرح وحشی نے اسلام کے بہت بڑے دشمن کا خاتمہ کرکے حضرت حمزہؓ کا خونبہا ادا کردیا،

۱۲۶- حضرت وہبؓ بن قابوس'

نام ونسب، وہب نام، باپ کا نام قابوس تھا، نسلاً قبیلہ مزینہ سے تعلق رکھتے تھے، اور ارض مزینہ مین رہتے تھے،

اسلام، جنگ احد کے زمانہ مین اپنے بھتیجے حارث کے ساتھ بکریان لے کر مدینہ آئے، یہان بالکل سناٹا تھا، پوچھا سب لوگ کہان گئے؟ معلوم ہوا کہ احد پر آنحضرت صلعم کے ساتھ مشرکین کے مقابلہ مین گئے ہوئے ہین، یہ سنکر اسی وقت مشرف باسلام ہو گئے،

شہادت، قبول اسلام کے بعد احد کی رزمگاہ مین پہنچے، ہنگامہ کارزار گرم تھا، وہب مسلمانون کے ساتھ مل کر حملہ آور ہو گئے، اسی دوران مین مشرکین مین سے خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل پشت کیجانب سے نمودار ہوئے، اور نہایت جمکر مقابلہ کیا، ابھی یہ مقابلہ جاری تھا کہ مشرکین کا ایک اور جتھا نظر آیا، آنحضرت صلعم نے فرمایا اس سے کون نپٹے گا وہب نے عرض کیا مین یا رسول اللہ! یہ وعدہ کرکے اسقدر تیر باری کی کہ جتھا لوٹ گیا، اسے واپس کیا تھا کہ دوسرا جتھا نمودار ہوا، آنحضرت صلعم نے فرمایا اس کے مقابلہ مین کون آتا ہے، وہب نے پھر اپنے کو پیش کیا، اور اس زور شور سے حملہ آور ہوئے کہ اس جتھے کا بھی منہ پھیر دیا، اس سے فارغ ہوئے تھے، کہ تیسرا جتھا دکھائی دیا، آنحضرت صلعم نے پھر فرمایا اس کے مقابلہ

[1] بخاری کتاب المغازی باب قتل حمزہؓ،

کے لئے کون اٹھتا ہے، اس مرتبہ بھی اس سوال کے جواب مین وہب ہی کی آواز آئی، آنحضرت صلعم نے بشارت دی "جاؤ جاکر جنت لو" یہ مژدہ سنکر شادان و فرحان یہ کہتے ہوئے، کہ نہ کسی کو چھوڑون گا اور نہ اپنے بچاؤ کی کوشش کرونگا، مشرکین کے جم غفیر مین گھس گئے، اور تلوار چمکاتے ہوئے اس پار سے اوس پار نکل گئے، مسلمان یہ جرأت اور بہادری دیکھکر عش عش کرتے تھے، آنحضرت صلعم دعا فرماتے تھے کہ، خدایا اس پر رحم کر، دیر تک وہب اپنی بے نظیر شجاعت کے حیرتناک مناظر دکھاتے رہے، آخر مین مشرکین چارون طرف سے ٹوٹ پڑے، اور ہر طرف سے نرغہ مین لیکر نیزون اور تلوارون کی بارش شروع کر دی، تن تنہا اس ہجوم کا کب تک مقابلہ کرتے، بالآخر سینکڑون زخم کھا کر خلعت شہادت سے سرفراز ہو گئے[۱]،

شہادت کے بعد شمار کیا گیا تو بیس زخم ایسے کاری تھے کہ اون مین سے ہر ایک زخم شہادت کے لئے کافی تھا، شہید کرنے کے بعد مشرکین نے نہایت بری طرح مثلہ کیا تھا، ان کے بھتیجے حارث یہ المناک منظر دیکھ کر بے قابو ہو گئے، اور بے تابانہ اٹھکر اسی بہادری اور بے جگری سے لڑکر جام شہادت پیا، آنحضرت صلعم پر وہب کی شہادت کا نہایت سخت اثر ہوا، چچا بھتیجے دونون کی لاشون پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ، مین تم سے راضی ہون، مشرکون نے وہب کی لاش کا اس بری طرح مثلہ کیا تھا کہ قریب جا کر نظر ڈالنے کی ہمت نہ پڑتی تھی، آنحضرت صلعم خود تشریف لے گئے، اور دفن تک اسکے پیر ذکی سمت کھڑے رہے اور قبر مین رکھنے کے بعد اپنے ہاتھون سے سرخ پولوٹنی چادر کھینچ کر اڑھائی، ہاتف غیب نے صدا دی

حلہا سوختہ اند اہل بہشت از غیرت   تا شہیدانِ تو گلگون کفنے ساختہ اند

چادر چھوٹی تھی پاؤن کھلے رہ گئے تھے، آنحضرت صلعم نے اون پر حرملہ ڈلوائی، اور اپنے کشتون کو اپنے ہاتھون سے سپرد خاک کر کے واپس ہوئے، اس حیثیت سے وہب کی شہادت بڑی

---

[۱] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۸۱

قابلِ رشک تھی، کہ قبولِ اسلام کے بعد ان کا ایک لمحہ بھی دنیاوی مشاغل مین صرف نہ ہوا، اور وہ سیدھے جنت الفردوس کو سدھارے اس طیب وطاہر زندگی اور اس شہادت پر بڑے بڑے صحابہ رشک کرتے تھے، حضرت عمرؓ اور حضرت سعدؓ کہتے تھے کہ کاش مزنی کی شہادت ہمکو نصیب ہوئی ہوتی[1]

۱۲۷۔ حضرت ہاشم بن عتبہؓ

نام ونسب ہاشم نام، ابوعمرو کنیت، مرقال لقب، نسب نامہ یہ ہے، ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص بن اہیب ابن عبد مناف بن زہرہ قرشی زہری، ہاشم مشہور صحابی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فاتح ایران کے بھتیجے ہین،

اسلام فتح مکہ مین مشرف باسلام ہوئے،

فتوحات مین شرکت شجاعت وشہامت اون کا خاندانی جوہر تھا، بہت آخر مین اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے تھے، اس لئے حیات نبوی مین اس کے مظاہرہ کا موقع نہ ملا، سب سے اول فاروقی عہد مین اون کے جوہر نمایان ہوئے، شام کی فتوحات مین خالد بن ولید کے دوش بدوش داد شجاعت دی یرموک کی مشہور جنگ مین ایک آنکھ شہید ہوئی[2]

اس زمانہ مین بیک وقت شام اور ایران مین جنگ چھڑی تھی، ہاشم دونون مین شریک ہوئے، ایران کی معرکہ آرائیون کے سلسلہ مین قادسیہ کا معرکہ نہایت اہم شمار کیا جاتا ہے، اس کیلئے حضرت عمرؓ نے دار الخلافہ سے جو منتخب بہادر بھیجے تھے، اون مین ایک ہاشم بھی تھے، چنانچہ وہ حضرت عمرؓ کے حکم سے ۶ ہزار کی جمعیت کیساتھ شام سے روانہ ہوئے اور ٹھیک تیسرے دن ایران کے حدود مین پہنچے اور یرموک کے معرکہ مین شریک ہوئے، اس جنگ مین انھون نے اپنی شجاعت کے نہایت حیرت انگیز مناظر دکھائے اور بڑے بڑے

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۸۱، [2] استیعاب ج ۲ ص ۶۱۶

کارہائے نمایان کئے مجاہدین قادسیہ مین کوئی بھی اون کے کارنامون کو نہین پہنچ سکا، فاتحین قادسیہ مین اون کا نام سر فہرست ہے، [1]

مدائن کی فتح کے بعد جب یزدگرد نے جلولا مین تیاریان شروع کین، اور سعد بن ابی وقاص کو اس کی خبر ہوئی تو انھون نے ہاشم کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ کو بھیجا، ان کے جلولا پہنچنے سے پہلے ایرانی تمام انتظام مکمل کر کے مقابلہ کے لئے آمادہ ہو چکے تھے، اور ہر ایرانی نے میدان جنگ مین جان دیدینے کا عہد کر لیا تھا، اور ان کے پاس حلوان سے امداد پر امداد چلی آرہی تھی،

اس لئے ہاشم کے آنے کے بعد مسلمانون نے طے کیا کہ بلا کسی توقف و انتظار کے حملہ کر دینا چاہئے، ورنہ ایرانیون کی امدادی فوجون کا سلسلہ اون کی قوت بہت بڑھا دیگا، اوس وقت مقابلہ مین زیادہ دشواری ہوگی، اس فیصلے کے بعد مسلمانون نے جنگ چھیڑ دی، پہلے تیر چلے پھر نیزے نکلے آخر مین تلوار کی نوبت آئی، اور اس گھمسان کی جنگ ہوئی کہ تلوارون کی دھارین الٹ الٹ گئین، ایرانی برابر کا جواب دے رہے تھے، آخر مین مسلمانون نے ہر طرف سے سمٹ کر ایسا زبردست حملہ کیا کہ ایرانیون کے پاؤن اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے، مسلمان صبح سے شام تک تعاقب کر کے مارتے رہے، شام کی تاریکی مین مجبوراً علیحدہ ہونا پڑا،

اس شکست فاش کے بعد یزدگرد حلوان چلا گیا، اور مسلمان دجلہ کے مشرقی ساحل کے دیہاتون پر قبضہ کرتے ہوئے مہرود پہنچے یہان کے باشندون نے جزیہ دیکر اطاعت قبول کرلی مہرود کے بعد بندنیجین پہنچے یہان کے باشندون نے بھی جزیہ دیکر اطاعت قبول کرلی، خانقین مین ایرانیون کا ایک جتھا باقی رہ گیا تھا، اسے جریر بن عبد اللہ بجلی نے ہٹا دیا، اور سواد دجلہ کا پورا علاقہ ہاشم کے زیر قیادت تسخیر ہوگیا، اس کے بعد ہاشم اور اشعث بن قیس، دقوقا، خانیجار ہوتے ہوئے باجرمی کے اضلاع کو فتح کرتے ہوئے سن بار کو عبور کر کے شہرزور کی سرحد

[1] استیعاب ج ۲ ص ۶۱۷،

تک پہنچ گئے [1]

جلولار کا معرکہ اپنی اہمیت کی وجہ سے فتح الفتوح کہا جاتا ہے، اس مین دس لاکھ مال غنیمت مسلمانون کے ہاتھ آیا، اوس کی کامیابی تمامتر ہاشم کی کوششون کا نتیجہ تھی،

جنگ جمل۔ اس کے بعد جب خانہ جنگی کا دور آیا اور مسلمانون کی تلوارین غیر قومون کے بجائے آپس ہی مین چلنے لگین تو ہاشم کی حق پرست تلوار، حقدار کی حمایت مین بے نیام ہوئی، ان کا رجحان ابتدا ہی سے حضرت علیؓ کیجانب تھا، چنانچہ حضرت عثمانؓ کی خبر شہادت سنکر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے کہا کہ اب اس امت کے بہترین فرد کے ہاتھون پر بیعت کر لینی چاہئے، ابوموسیٰؓ نے کہا ابھی جلدی کی کیا ضرورت ہے، لیکن ہاشم کو توقف بالکل گوارا نہ تھا، انھون نے حضرت علیؓ کی خدمت مین جانے تک کی تاخیر گوارا نہ کی اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھکر کہا یہ علیؓ کا ہاتھ ہے اور یہ میرا، مین بیعت کرتا ہون، جب حضرت علیؓ نے جنگ جمل کی تیاریان شروع کین، تو حضرت حسنؓ، عمار بن یاسر اور ہاشم کو کوفیون کے آمادہ کرنے کے لئے کوفہ روانہ کیا [2] اور اس کے بعد جب جنگ جمل کا آغاز ہوا تو ہاشم شروع سے آخر تک حضرت علیؓ کے ساتھ اور اون کے دست راست رہے،

جنگ صفین۔ جنگ جمل کے بعد صفین مین بھی پیش پیش تھے اور وقتاً فوقتاً کوفی فوجون کو لیکر شامیون کے مقابلہ مین آنکلتے تھے، اشہر حرم مین التوائے جنگ کے بعد جب دوبارہ جنگی تیاریان شروع ہوئین تو حضرت علیؓ نے بڑا علم ہاشم کو مرحمت فرمایا [3]،

شہادت۔ آخری فیصلہ کن معرکون کے سلسلہ مین ایک دن پھر حضرت علیؓ نے ہاشم کو علمبرداری کا اعزاز بخشا انھون نے علمبرداری کا حق ادا کر دیا، صبح سے شام تک مسلسل لڑتے رہے، شام کی تاریکی مین اون کے ساتھیون کے پاؤن اکھڑ گئے، مگر وہ اپنے خاص آدمیون کے ساتھ برابر جمے رہے، حارث بن منذر تنوخی نے نیزہ سے زخمی کر دیا، زخم بہت کاری تھا، لیکن ہاشم کے استقلال مین کوئی فرق نہ آیا اسی طرح لڑتے

---

[1] یہ تمام واقعات فتوح البلدان بلاذری ۲۷۳ و ۲۷۴ سے ماخوذ ہین، [2] اخبار الطوال ص ۱۵۳، [3] ایضاً ص ۱۸۲،

لڑتے رہے اسی درمیان میں حضرت علیؓ کا پیام پہنچا کہ علم آگے بڑھاتے جاؤ، ہاشم نے پیام لانے والے سے کہا تم میری حالت کا مشاہدہ کرتے جاؤ اس نے پیٹ پر نظر ڈالی تو دیکھا کئی شگاف پڑے ہوئے تھے زخموں نے بالکل نڈھال کر دیا تھا، چنانچہ قاصد کی واپسی کے بعد ہی وہ زمین پر گر پڑے، اون کے گرنے سے اون کے باقی ماندہ ساتھیوں کے بھی پاؤں اکھڑ گئے اور ہاشم نے اسی محشرستان قتال میں جان دیدی[۱]، اس معرکہ میں ان کا ایک پاؤں کٹ کر الگ ہو گیا تھا، لیکن شجاعت کا یہ عالم تھا کہ اس کٹے ہوئے پاؤں کو زمین پر ٹیک کر لڑتے تھے، اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے، الفحل یحمی شولہ معقولا

اولاد | ان کی اولاد میں عبداللہ ان کے خلف الصدق اور بڑے نامور فرزند تھے، ہاشم کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ نے ان کو علم مرحمت فرمایا تھا[۲]،

فضائل اخلاق | ہاشم اس شجاعت و شہامت کے ساتھ دوسری محاسن اخلاق سے بھی آراستہ تھے، علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کان من الشجعان الابطال والفضلاء الاخیار ہاشم بڑے نامور بہادروں اور اخیار فضلاء میں تھے[۳]،

۱۲۸ حضرت ہشام بن حکیمؓ

نام و نسب | ہشام نام، باپ کا نام حکیم تھا، نسب نامہ یہ ہے ہشام بن حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی قرشی اسدی، ام المومنین خدیجہ صدیقہؓ ہشام کے والد حکیم کی پھوپھی تھیں،

اسلام | فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے[۴]، قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلعم سے قرآن کی بعض سورتوں کی تعلیم حاصل کی،

---

[۱] اخبار الطوال ص ۱۹۵ و ۱۹۶، [۲] ایضاً، [۳] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹،

[۴] استیعاب ج ۲ ص ۶۱۱،

وفات | حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین وفات پائی، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنادین کے معرکہ مین شہید ہوئے لیکن یہ بیان صحیح نہین، بروایت صحیحہ جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا ہشام حمص اور فلسطین مین احتساب کرتے تھے، اور یہ دونون مقام اجنادین کے بعد فتح ہوئے،

امر بالمعروف ونہی عن المنکر | ہشام کے صحیفۂ اخلاق مین امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عنوان بہت نمایان ہے، انھون نے اس کو اپنا مقصد حیات قرار دے لیا تھا، تمام ارباب سیر متفق اللفظ ہین کہ "کان ممن یامر بالمعروف وینہی عن المنکر" یعنی ہشام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والون مین تھے، اس فریضہ کے خاطر انھون نے کسی سے دوستانہ تعلقات نہین پیدا کئے اور اہل وعیال کے علائق سے بھی آزاد رہے، ایک سیاح کی طرح چکر لگا کر ہر جگہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ کرتے پھرتے تھے[1]

اون کی اس تبلیغ کا دائرہ غربا کے جھونپڑون سے لیکر امرا و عمال کے قصور اور ابواب حکومت تک یکسان وسیع تھا، عہد فاروقی کے مشہور فوجی افسر اور عامل حکومت عیاض نے فتوحات کے سلسلہ مین کسی کو کوڑے لگائے ہشام نے اس پر انھین سخت تنبیہ کی عیاض ایک ممتاز افسر تھے، اس لئے اون کو ہشام کی یہ علانیہ تنبیہ سخت ناگوار ہوئی، اور اس سے انکو سخت تکلیف پہنچی، چونکہ ہشام کی اس مین کوئی ذاتی غرض شامل نہ تھی، اس لئے دو تین دن کے بعد انھون نے عیاض سے معذرت کی اور آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد سنایا، کہ "آخرت مین سب سے زیادہ عذاب اوس شخص پر ہوگا جو دنیا مین لوگون کو عذاب دیگا، عیاض نے کہا تم نے رسول اللہ کے جو افعال دیکھے اور اقوال سنے وہ مین نے بھی دیکھے اور سنے لیکن تم رسول اللہ کا یہ فرمان بھول گئے، کہ "جو شخص کسی حاکم کو نصیحت کرنا چاہے تو اوس کو علانیہ نہ کرنا چاہئے، بلکہ اوس کا ہاتھ پکڑ کے الگ لیجا کر سمجھا دینا چاہئے، اگر وہ قبول کرے تو فبہا ورنہ کہنے والا اپنے فرض سے سبکدوش ہوگیا[2]"

ایک مرتبہ چند ذمیون کو دھوپ مین کھڑا دیکھا سبب پوچھا تو معلوم ہوا جزیہ نہ ادا کرنے کے جرم مین

[1] استیعاب واصابہ تذکرۂ ہشام، [2] مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۴۰۴،

سزا دیجا رہی ہے،، یہ سنکر بولے رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا مین لوگون کو عذاب دیتا ہے خدا اسپر آخرت مین عذاب دیگا، یہ کہکر فلسطین کے حاکم عمیر بن سعد کے پاس گئے اور یہ حدیث سنا کر ذمیون کو تکلیف سے نجات دلائی[1]

حضرت عمرؓ کو ان کے اس احتساب پر اتنا اعتماد تھا کہ جب کوئی ایسا واقعہ پیش آتا جسے وہ ناپسند کرتے تو فرماتے جب تک مین اور ہشام زندہ ہون ایسا نہین ہو سکتا،[2]

فضل وکمال | قرآن کریم کی بعض سورتون کی تعلیم براہ راست زبان وحی والہام سے حاصل کی تھی اسی لئے بعض مرتبہ قرات مین انکا علم کبار صحابہ کے مقابلہ مین زیادہ صحیح نکلتا تھا، ایک مرتبہ ہشام نماز مین سورۂ فرقان پڑھ رہے تھے حضرت عمرؓ نے سنا تو انھین عام قرأت سے اون کی قرأت مین اختلاف معلوم ہوا ہشام نے سلام پھیرا تو حضرت عمرؓ نے اون کو چادر سے کس لیا اور پوچھا اس طریقہ سے تمکو کس نے پڑھایا، انھون نے کہا رسول اللہ نے حضرت عمرؓ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو، مجھکو رسول اللہ نے ہی یہ آیتین تعلیم دی ہین، مگر اس مین اور تمھاری قرأت مین اختلاف ہے اور انھین کشان کشان آنحضرت صلعم کی خدمت مین لاکر عرض کیا یا رسول اللہ قرآن کی قرأت یہ ایسے حروف مین کرتے ہین جس کے خلاف آپ نے مجھے تعلیم دی ہے آنحضرت صلعم نے دونون سے پڑھوا کر سنا اور فرمایا ان دونون قرأتون مین کوئی اختلاف نہین ہے، قرآن سات حرفون پر نازل ہوا ہے جو ان مین آسان معلوم ہو اوسے اختیار کرو[3]

حدیث مین ان کا کوئی قابل ذکر پایہ نہین ہے، تاہم حدیث کی کتابین ان کی مرویات سے بالکل خالی نہین ہین جبیر بن کثیر اور عروہ نے ان سے روایت کی ہے[4]

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۴۰۳ [2] استیعاب ج ۲ ص ۶۱۱، [3] بخاری ابواب فضائل القرآن [4] تہذیب الکمال ص ۴۰۹،

۱۲۹۔ حضرت ہند بن حارثہؓ

نام ونسب ہند نام، باپ کا نام، حارثہ تھا نسب نامہ یہ ہے، ہند بن حارثہ بن سعید بن عبداللہ بن غیاث بن سعد بن عمرو بن عامر بن ثعلبہ بن مالک بن افصی اسلمی،

اسلام ہند آٹھ بھائی تھے اور آٹھوں صلح حدیبیہ کے پہلے مشرف باسلام ہوئے، صلح حدیبیہ میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے اور بیعت رضوان کے شرف سے مشرف ہوئے، ان میں دو بھائی ہند اور اسمار مستقل طور سے دامن نبوی سے وابستہ ہوگئے، شب وروز آنحضرت صلعم کی خدمت گذاری میں رہتے تھے، حضرت ابوہریرہؓ جیسے آستانہ نبوت کے حاضر باش روایت کرتے ہیں کہ اسمار اور ہند کی خدمت گذاری اور حاضر باشی کی وجہ سے میں انھیں آپکا خادم سمجھتا تھا[۱]،

ہند نہایت مسکین تھے، معاش کا کوئی سہارا نہ تھا اس لئے اصحاب صفہ کے زمرہ میں شامل ہوگئے تھے[۲] آنحضرت صلعم نے عاشورہ کے روزہ کا حکم بنی اسلم میں انھیں کے ذریعہ سے بھجوایا تھا[۳]،

وفات امیر معاویہ کے عہد خلافت میں وفات پائی[۴]،

---

[۱] اسد الغابہ ج ۵ ص ۷۱، [۲] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۵۱، [۳] اسد الغابہ حوالہ مذکور،

[۴] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۵۱،

۱۳۰۔ حضرت یاسر بن عامرؓ

نام ونسب یاسر نام، ابو عامر کنیت، یاسر مشہور صحابی حضرت عمارؓ کے والد ہیں، نسب نامہ یہ ہے، یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس بن حصین بن ودیم بن ثعلبہ بن عوف بن حارثہ بن عامر الاکبر بن یام بن عنس بن مالک بن اود بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب قحطان عنسی قحطانیؓ[1]

اسلام سے پہلے حضرت یاسرؓ قحطانی النسل اور یمن کے باشندے تھے، اپنے ایک مفقود الخبر بھائی کی تلاش میں یہ اور ان کے دو[2] بھائی حارث اور مالک مکہ آئے، حارث اور مالک تو لوٹ گئے لیکن یاسر نے ابو حذیفہ بن مغیرہ سے حلیفانہ تعلق پیدا کرکے مکہ میں اقامت اختیار کرلی، ابو حذیفہ نے اپنی ایک لونڈی سمیہ سے ان کی شادی کردی، انھیں کے بطن سے حضرت عمارؓ پیدا ہوئے تھے، قانوناً عمار ابو حذیفہ کے غلام تھے لیکن انھوں نے ان کو آزاد کردیا تھا، اور باپ بیٹے دونوں ابو حذیفہ کے ساتھ رہتے تھے[1]،

اسلام ابو حذیفہ کی وفات کے بعد مکہ میں جب اسلام کا غلغلہ پیدا ہوا تو تینوں ماں باپ بیٹے مشرف باسلام ہوگئے[2]، اس وقت بہت کم لوگوں نے اس دعوتِ حق کا جواب دیا تھا، بروایتِ صحیح اس وقت ان کی تعداد تیس پینتیس سے زیادہ نہ تھی،

آزمایش دعوتِ اسلام کے آغاز میں بڑے بڑے ذی وجاہت مسلمان جبابرۂ قریش کی ستم آرائیوں سے محفوظ نہ تھے تو ان تینوں بے یار ومددگار غریبوں کا کیا شمار تھا، انھیں کوئی دنیاوی وجاہت اور امداد بھی حاصل نہ تھی، حضرت سمیہؓ بنی مخزوم کی غلامی میں تھیں اور تینوں ان کے زیر بار احسان تھے، اسلئے بنی مخزوم نے انھیں مشقِ ستم بنالیا، طرح طرح کی اذیتیں دیتے، ٹھیک دوپہر کی دھوپ میں تپتی ہوئی ریگ پر لٹاتے،

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۰۰، [2] ایضاً، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۸۳،

حضرت عمارؓ خصوصیت کے ساتھ اس آزمایش کا نشانہ بنتے، آنحضرت صلعم ان بےکس غریبون کو اس حال مین دیکھکر تسلی دیتے کہ آل یاسر خدا تم کو اس کے بدلہ مین جنت عطا کریگا،[1]

شہادت | بنی مخزوم نے اپنی تمام سختیان ان تینون پر ختم کردین لیکن انکی زبان کلمۂ توحید سے نہ پھری، آخر مین سمیہ کو ابوجہل نے نہایت وحشیانہ طریقے سے نیزہ سے زخمی کرکے شہید کرڈالا، حضرت یاسرؓ ضعیف وناتوان تھے ان وحشیانہ سزاؤن کی تاب نہ لاسکے اور کچھ دنون کے بعد وہ بھی شہید ہوگئے،[2]

حضرت یزید بن ابی سفیانؓ

نام ونسب | یزید نام، ابوخالد کنیت، خیر لقب، نسب نامہ یہ ہے، یزید بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ ابن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشی اموی، ان کا نام زینب تھا، یزید حضرت امیر معاویہ کے سوتیلے بھائی تھے اور ابوسفیان کی اولاد مین سب سے زیادہ نیک اور سلیم الطبع تھے، اس لئے یزید الخیر لقب ہوگیا تھا،

اسلام وغزوات | فتح مکہ مین اپنے اہل خاندان کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے، غزوات مین سب سے اول حنین مین شرکت کی، آنحضرت صلعم نے حنین کے مال غنیمت سے چالیس اوقیہ (سونا یا چاندی) اور سو اونٹ مرحمت فرمائے،[3] اور بنی فراس کا امیر بنایا،[4]

شام کی فوجکشی اور امارت | یزید نہایت شجاع اور بہادر تھے، لیکن بہت آخر مین اسلام لائے تھے، اس لئے عہد نبوی مین انھین کارگذاری دکھانے کے کم مواقع ملے، عہد صدیقی سے اون کے کارنامون کا آغاز ہوتا ہے، چنانچہ جب شام پر فوج کشی ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے یزید کو شرف امارت عطا کیا اور روانگی کے وقت کچھ دور تک پیادہ پا رخصت کرنے کے لئے نکلے، یزید نے خلیفۂ رسول اللہ کو پیادہ دیکھکر عرض کیا

لہ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۸۳، ۲ہ اصابہ ج ۷ ص ۳۴۳، ۳ہ ابن سعد ج ۳ ق اول تذکرہ عمار بن یاسر، ۴ہ ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۲۷، ۵ہ اصابہ ج ۶ ص ۳۴۱،

یا آپ بھی سوار ہو جائیے یا مجھے پیدل چلنے کی اجازت مرحمت فرمائیے، فرمایا نہ مجھکو سوار ہونے کی ضرورت ہے نہ تم کو اترنے کی میں جتنے قدم رکھتا ہون اون کو راہ خدا میں شمار کرتا ہون، رخصتی کے وقت فرمایا تمکو شام میں تارک الدنیا راہب ملین گے اون سے اور اون کی رہبانیت سے تعرض نہ کرنا، تم کو جنگ میں ایسے لوگون سے واسطہ پڑیگا جو بیچ سے سر منڈاتے ہین، اسی حصہ پر تلوار مارنا، میں تمکو دس نصیحتین کرتا ہون، اون کا ہمیشہ خیال رکھنا، عورتون، بچون اور بڈھون کو نہ مارنا، پھلے پھولے درختون کو نہ کاٹنا، آبادیان نہ ویران کرنا، بکری اور اونٹ کھانے کے علاوہ بے کار نہ ذبح کرنا، درخت نہ جلانا، پانی مین نہ ڈبانا، خیانت اور بزدلی نہ کرنا،[1]

ان زرین ہدایات کو لے کر یزید شام روانہ ہوئے اور ارض شام مین پہنچنے کے بعد سب سے پہلے خالد بن ولید کے ساتھ بصری پر حملہ آور ہوئے، بصری والون نے صلح کرلی، بصری کے بعد فلسطین کا رخ کیا، اجنادین مین رومیون کا مقابلہ ہوا، رومیون نے شکست کھائی،[2] اردن کی فتح کے بعد ابو عبیدہ بن الجراح نے یزید کو ساحلی علاقہ کی طرف روانہ کیا، انھون نے عمرو بن العاص کے ساتھ ملکر اس کو زیر نگین کیا،[3]

دمشق کے محاصرہ مین شہر پناہ کے ہر ہر حصہ پر علحدہ علحدہ افسر متعین تھے چنانچہ باب صغیر سے لیکر باب کیسان کی نگرانی یزید کے سپرد تھی، دمشق کی فتح کے بعد جب ابو عبیدہ نے حمص کا ارادہ کیا تو یزید کو دمشق پر اپنے قائم مقام کی حیثیت سے چھوڑ گئے،[4]

اس سلسلہ کی مشہور جنگ یرموک مین یزید ایک حصہ فوج کے افسر تھے، حضرت ابو عبیدہ کی وفات کے بعد ۱۸ھ مین حضرت عمرؓ نے یزید کو فلسطین کا حاکم بنایا، اور قیساریہ کی مہم ان کے سپرد کی، مسلمان اسوقت قیساریہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے، یزید حضرت عمرؓ کے حکم کے مطابق سترہ ہزار فوج لے کر اون کی مدد کو قیساریہ پہنچے، اور اپنے بھائی معاویہ کو اپنا قائم مقام بنا کر پھر فلسطین لوٹ آئے، امیر معاویہ نے یہ مہم سر

---

[1] موطا امام مالک کتاب الجہاد باب النہی عن قتال النساء والولدان فی الغزو، [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۱۲، [3] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۲۴ [4] ایضاً ص ۱۲۶ و ۱۲۷

سر کر کے ان کے پاس اطلاع بھیجی، انھون نے دار الخلافہ اطلاع دی[1] غرض یزید شام کی فتوحات مین شروع سے آخر تک امتیازی حیثیت سے شریک رہے، اور ان کی شجاعت و تجربہ سے فتوحات مین بڑی قیمتی مدد ملی، ان سب کی تفصیلات خالد بن ولید اور عمرو بن العاص کے حالات مین لکھی جا چکی ہین، اس لئے اس موقع پر خاص خاص واقعات کے سوا انھین قلم انداز کر دیا گیا،

وفات ۔ ۱۸ھ کے آخر یا ۱۹ھ کے شروع مین طاعون کی وبا مین ارض شام مین انتقال کیا[2]

۱۳۲۔ حضرت یزید بن شجرہ رہاوی

نام و نسب ۔ یزید نام، باپ کا نام شجرہ تھا، قبیلہ مذحج کی ایک شاخ سے نسبی تعلق رکھتے تھے، ان کے جد اعلیٰ رہا سے اوپر نسب نامہ یہ ہے، رہا بن یزید بن عتبہ بن حرب بن مالک بن آذر شامی،

اسلام ۔ ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جا سکتا، غالباً عہد رسالت کے آخر مین مشرف باسلام ہوئے،

ذوق جہاد ۔ ان کا خاص اور امتیازی وصف جہاد کا شوق و ولولہ تھا، عہد رسالت مین ان کا کہین پتہ نہین چلتا، اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ تاخیر اسلام کی وجہ سے اس عہد مین انھین اس سعادت کا موقع نہین ملا، خلفائے راشدین کے زمانہ مین بعض لڑائیون مین شرکت کا پتہ چلتا ہے، اون کی تلوار پورے طور سے امیر معاویہ کے زمانہ مین بے نیام ہوئی، اس عہد مین رومیون کے مقابلہ مین اکثر مہین ابن شجرہ ہی کی قیادت مین بھیجی جاتی تھین[3] ان کی ایک تقریر سے جو انھون نے مسلمانون کے سامنے ترغیب جہاد کے لئے کی تھی، ان کے ولولۂ جہاد کا اندازہ ہوتا ہے،

لوگو! کاش تمھین بھی سیاہ سپید اور سرخ و سبز رنگون اور قوجونگی کوچ مین وہ کچھ نظر آتا جو مین دیکھتا ہون

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۴۷، [2] ایضاً، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۹۴،

میدان جنگ میں جب مسلمان نماز کے لئے صف بستہ ہوتے ہیں تو جنت و دوزخ اور آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور حوریں اپنی پوری آرایشِ جمال کے ساتھ نکل آتی ہیں، اور ہر اس مجاہد کے لئے جو میدانِ کارزار میں قدم رکھتا ہے دعا کرتی ہیں کہ خدایا اسے ثابت قدم رکھ اور اس کی مدد فرما، اور جو پیچھے ہٹتا ہے اس سے اپنا چہرہ چھپا لیتی ہیں، پس اے قوم کے معززین! مرے ماں باپ تم پر فدا ہوں جنگ میں پوری کوشش اور ثابت قدمی دکھاؤ، یاد رکھو کہ تم میں سے جب کوئی میدانِ جنگ کی طرف قدم بڑھاتا ہے، تو خون کے فوارہ کی پہلی پھوار سے اس کے عصیان خزان رسیدہ پتوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں، اور اور حوریں آکر اپنے ہاتھوں سے اس کا گرد و غبار جھاڑتی ہیں[۱]،

امارت حج | ۳۹ھ میں امیر معاویہ نے ان کو اپنی جانب سے امیر حج بنا کر بھیجا تھا حضرت علیؓ کی جانب سے قثم بن عباس مکہ کے حاکم تھے، اس لئے امارتِ حج کے بارہ میں اختلاف ہوا، حضرت ابو سعیدؓ خدری نے ایک تیسرے شخص شیبہ بن عثمان کا نام امارتِ حج کے لئے پیش کیا، ان پر فریقین رضامند ہوگئے[۲]،

وفات | ۵۸ھ میں رومیوں کے مقابلہ میں کسی معرکہ میں شہید ہوئے[۳]،

۱۳۳ حضرت ابوامامہ باہلیؓ

نام ونسب، | صدی نام، ابوامامہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ابوامامہ بن عجلان بن وہب بن عریب بن وہب بن رباح بن حارث بن وہب بن معن بن مالک بن اعصر بن سعد بن قیس بن عیلان بن مضر، باہلہ معن بن مالک کی بیوی تھیں، معن کی اولاد اپنی ماں کی نسبت سے باہلی مشہور ہوئی،

---

[۱] حاکم نے پوری تقریر لکھی ہے، ہم نے اس کا ابتدائی ٹکڑا نقل کیا ہے، [۲] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۴۱، [۳] مستدرک حاکم حوالۂ مذکور و استیعاب ج ۲ ص ۶۲۹،

اسلام اور بیعت رضوان | ابو امامہ ان خوش قسمت بزرگون مین ہین جنھون نے اسلام کی دعوت کا جواب
اس وقت دیا جب اوس کا جواب نوک سنان اور تیر و خنجر سے ملتا تھا، اسلام کے بعد سب سے اول غزوۂ
حدیبیہ مین شریک ہوئے اور بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا، جب مسلمانون کو رضوان الٰہی کی یہ

لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ، | اللہ راضی ہوا مسلمانون سے جب انھون نے تمھارے ہاتھون پر درخت کے نیچے بیعت کی،

سند ملی تو ابو امامہ نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا یا رسول اللہ مین بھی ان لوگون مین ہون جو بیعت کے شرف
سے مشرف ہوئے، آپ نے فرمایا تم مجھ سے ہو اور مین تم سے ہون[۵]،

دعوت اسلام | قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلعم نے انھین ان کے قبیلہ مین دعوت اسلام کے لئے بھیجا،
جس وقت یہ قبیلہ مین پہنچے اوس وقت اہل قبیلہ اونٹون کو پانی پلانے کے بعد اون کا دودھ دوہکر پی رہے
تھے، ابو امامہ کو دیکھا تو مرحبا بالصدی بن عجلان "صدی بن عجلان خوش آمدید" کہکر استقبال کیا، قبیلہ مین
ان کے اسلام کی خبر ہو چکی تھی چنانچہ استقبال کے بعد سب سے پہلا سوال یہ ہوا کہ ہم نے سنا ہے کہ اس
شخص (رسول اللہ) کے ساتھ تم بھی بے دین ہو گئے،؟ ابو امامہ نے جواب دیا نہین بے دین تو نہین
ہوا، البتہ خدا اور اوس کے رسول پر ایمان لایا ہون اور رسول اللہ نے تمھارے پاس بھیجا ہے، تاکہ تمھارے
سامنے اسلام اور اس کے قوانین پیش کرون، ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ بعض اہل قبیلہ ایک بڑے کاسہ
مین خون لائے، سب حاضرین بڑے ذوق و شوق سے کھانے لگے، اور ابو امامہ کو بھی شرکت کی
دعوت دی، انھون نے کہا تم لوگون پر افسوس آتا ہے، مین اس شخص کے پاس سے آرہا ہون جس نے
بحکم خدا اس چیز کو حرام قرار دیا ہے، لوگون نے وہ حکم پوچھا، ابو امامہ نے یہ آیہ حرم علیکم المیتۃ و
الدم ولحم الخنزیر ... ما ذکیتم تک تلاوت کرکے سنائی، اسی سلسلہ مین انھون نے اسلام کی

[۵] اصابہ ج ۳ ص ۱۴۲،

تبلیغ شروع کردی، اس کا جواب انکار کی صورت مین ملا، ابوامامہ کو پیاس معلوم ہوئی، پانی مانگا لیکن دعوت اسلام کے بعد ابوامامہ کو وہ مقبولیت باقی نہ رہگئی تھی، بلکہ اس جرم کے بعد تمام اہل قبیلہ ان کے دشمن ہو گئے تھے، چنانچہ جنھون نے ابھی تھوڑی دیر پہلے مرحبا کہکر استقبال کیا تھا انھین کیجانب سے یہ جواب ملا کہ تم تڑپ تڑپ کر مرجاؤ، مگر تم کو پانی کا ایک قطرہ نہین مل سکتا، یہ خشک جواب سنکر ابوامامہ تپتی ہوئی ریت پر سوگئے، خواب مین قدرتِ الٰہی نے سیراب کردیا سوکر اٹھے تو قبیلہ والے اپنی بدخلقی پر آپس مین باتین کر رہے تھے کہ تمھارے سردارون مین سے ایک شخص تمھارے پاس آیا اور تم نے دودھ اور خرمے تک سے اوس کی تواضع نہ کی، اس احساس کے بعد اہل قبیلہ نے اون کے سامنے دودھ اور خرما پیش کیا، مگر انھون نے اس کے قبول کرنے سے انکار کردیا، اور کہا خدا نے مجھکو سیراب کردیا[۱]، حافظ ابن حجر کی روایت کے مطابق اون کا قبیلہ آخر مین اون کی کوششون سے مشرف باسلام ہوگیا[۲]،

وفات | جنگ صفین مین حضرت علیؓ کے ساتھ تھے، پھر شام مین اقامت اختیار کرلی اور یہین عبدالملک اموی کے عہد ۸۶ھ مین وفات پائی، وفات کے وقت ایک سو چھ برس کی عمر تھی، ابن سعد نے ۷۱ برس کی عمر لکھی ہے، لیکن یہ صریحًا غلط ہے، اس لئے کہ اس صورت مین حضرت عمرؓ کے زمانہ مین ابوامامہ کی پیدائش ماننی پڑے گی،

فضل وکمال | فضل وکمال مین امتیازی پایہ رکھتے تھے، حدیث کی تبلیغ واشاعت ان کا خاص مشغلہ تھا، جہان دوچار آدمی ایک جگہ مِلجاتے اون کے کانون تک احادیثِ نبوی پہنچا دیتے، سلیم بن عامر راوی ہین کہ جب ہم لوگ ابوامامہ کے پاس بیٹھتے تو وہ ہم کو احادیث کی بہت اہم باتین سناتے اور کہتے کہ ان کو سنو، سمجھو، اور جو سنتے ہو اس کو دوسرون تک پہنچاؤ[۳]، لوگون سے کہتے کہ ہماری یہ مجلسین تم لوگون کے لئے خدائی تبلیغ (کا) ہین، ہین، رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے جو احکام ہمارے لئے بھیجے گئے

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۴۲، [۲] اصابہ ج ۳ ص ۱۸۲، [۳] مسند دارمی باب البلاغ عن رسول اللہ صلعم وتعلیم السنن،

اون کو آپ نے ہم تک پہنچایا، اب تم لوگ ہم سے جو اچھی باتیں سنو اون کی تبلیغ کرو اور دوسرون تک پہنچاؤ۔[۱]

ان کے اس مشغلہ کی وجہ سے تشنگان علم اکثر اون کے سرچشمہ فیض کے گرد جمع رہتے اور شائقین حدیث اون سے حدیثین سننے کے لئے آتے تھے، سلیمان بن حبیب محاربی روایت کرتے ہین، کہ ایک مرتبہ مین حمص کی مسجد مین داخل ہوا، مکحول اور ابن ابی زکریا بیٹھے ہوئے تھے، مکحول نے کہا کیا اچھا ہوتا اگر ہملوگ اس وقت رسول اللہ صلعم کے صحابی ابو امامہ کے پاس چلتے، ان کا حق ادا کرتے اور انسے حدیث سنتے اس تجویز پر ہم لوگ اٹھ کر ابو امامہ کے پاس پہنچے، سلام وجواب کے بعد انھون نے کہا تمھارا آنا تمھارے لئے رحمت اور تم پر حجت ہے، مین نے رسول اللہ صلعم کو اس امت کے لئے جھوٹ اور عصبیت سے زیادہ کسی چیز کے لئے خوف کرتے ہوئے نہین دیکھا، اس لئے خبردار، جھوٹ اور عصبیت سے ہمیشہ بچتے رہنا، آپنے ہمکو یہ حکم دیا تھا کہ آپکا یہ فرمان تم لوگون کے کانون تک پہنچا دیا جائے، ہم اپنا فرض ادا کر چکے، اب اسے دوسرون کے کانون تک پہنچانا تمھارا فرض ہے،[۲]

ان کے مرویات کی مجموعی تعداد (۲۵۰) ہے، ان مین سے پانچ روایتین بخاری مین اور تین مسلم مین ہین۔[۳] ان کے رواۃ اور تلامذہ مین، سلیمان بن حبیب محاربی، شداد بن عمار دمشقی، محمد بن زیاد الالہانی ابو سلام الاسود، مکحول الشامی، شہر بن حوشب، قاسم بن عبد الرب، رجاء بن حیوۃ، سالم بن ابی الجعد، خالد بن سعدان، ابو غالب الراسبی، اور سلیم بن عامر وغیرہ قابل ذکر ہین۔[۴]

---

[۱] ابن سعد ج ۷، ق ۲ ص ۱۳۲، [۲] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۶، [۳] تہذیب الکمال ص ۱۷۴،

[۴] تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۴۲۰،

۳۴۔ حضرت ابو بصیرؓ

نام ونسب عتبہ نام، ابوبصیر کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عتبہ بن اسید بن جاریہ بن اسید بن عبداللہ بن ابی سلمہ بن عبداللہ بن غیرہ بن عوف بن ثقیف، ماں کا نام سالمہ تھا، ننہالی شجرہ یہ ہے، سالمہ بنت عبد بن یزید بن ہاشم بن مطلب۔

اسلام اور قید محن ابوبصیر اس زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، جب تعزیرات مکہ مین اس کی ادنیٰ سزا قید وبند تھی، چنانچہ ابوبصیرؓ اسلام کے جرم مین قید محن مین ڈال دیئے گئے[۱]،

صلح حدیبیہ کے زمانہ مین جب آنحضرت صلعم مکہ تشریف لائے تو ابوبصیر کسی نہ کسی طرح قید سے چھوٹ کر آپ کے پاس پہنچے، اسوقت صلح ہوچکی تھی، اسکی دفعات مین ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ جو مسلمان مشرکین کے پاس سے بھاگ کر رسول اللہؐ کے پاس چلا جائیگا، اوس کو آپ واپس کردین گے، اس لئے ان کے آنے کے بعد ہی ازہر بن عبد عوف اور اخنس بن شریق نے آنحضرت صلعم کے پاس آدمی بھیجے، کہ وہ معاہدہ کے روسے ابوبصیر کو واپس لے آئین، آنحضرت صلعم کو ابوبصیر کی واپسی کے نتائج معلوم تھے، لیکن معاہدہ کی پابندی کے خیال سے آپ نے ابوبصیر سے فرمایا کہ "ہم نے ان لوگون سے جو معاہدہ کیا ہے، وہ تمکو معلوم ہے، ہمارے مذہب مین بدعہدی اور فریب بہت بری چیز ہے، اس لئے اس وقت تم واپس چلے جاؤ، آیندہ خدا تمھاری اور دوسرے ناتوان اور مظلوم مسلمانون کی رہائی کا کوئی نہ کوئی سامان کردیگا" ابوبصیر مشرکین کے مظالم کا تجربہ کرچکے تھے، اس لئے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ مجھکو مشرکین کے حوالہ کرتے ہین کہ وہ میرے مذہب مین مجھے فتنہ مین مبتلا کرین، آپ نے فرمایا "ابوبصیر جاؤ عنقریب اللہ تعالیٰ تمھارے اور دوسرے کمزور مسلمانون کے لئے کوئی راہ نکال دیگا" اس مکرر حکم کے بعد زیادہ چون وچرا کی گنجائش نہ تھی، اسلئے راضی برضا ہوکر

---

[۱] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۶۲ و ۱۶۳،

قریش کے آدمیون کے ساتھ واپس چلے گئے،

ذوالحلیفہ پہنچ کر ساتھ لیجانے والے آدمی کھجورین کھانے کیلئے ٹھہر گئے، ابو بصیر نے ان مین سے ایک سے کہا واللہ تمھاری تلوار کتنی اچھی ہے، دوسرے نے بھی اون کی تائید کی اور تلوار میان سے کھینچ کر کہا ہان واللہ نہایت عمدہ تلوار ہے، مین نے اس کا بارہا تجربہ کیا ہے، ابو بصیر نے کہا لاؤ ذرا مین بھی دیکھون، اور اوس سے تلوار لیکر ایک شخص کو وہین ڈھیر کر دیا، دوسرا آدمی خوف سے بھاگ نکلا، اور مدینہ جاکر مسجد نبوی مین پہنچا، آنحضرت صلعم نے اسے بدحواس دیکھکر فرمایا، یہ خوف زدہ معلوم ہوتا ہے، قریب جاکر اُس شخص نے واقعہ بیان کیا کہ میرا ایک ساتھی اس طرح سے مار ڈالا گیا، اور میری جان بھی خطرہ مین ہے، ابھی یہ شخص واقعہ بیان کر رہا تھا کہ ابو بصیر بھی پہنچ گئے، اور عرض کی یا نبی اللہ آپ کو خدا نے ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا، آپ نے مجھے معاہدہ کے مطابق واپس کر دیا تھا، خدا نے مجھے نجات دلادی، آنحضرت صلعم نے اون کی باتین سنکر فرمایا کہ یہ شخص بھی آتش جنگ بھڑکانے کا آلہ ہے، اگر اسے کچھ مددگار اور ساتھی مل جائین، ابو بصیر نے یہ سنا تو سمجھے کہ آپ پھر لوٹا دینگے اس لئے مدینہ سے ساحلی مقامات کی طرف نکل گئے، کچھ دنون کے بعد اسی قسم کے ایک اور ستم رسیدہ بزرگ حضرت ابو جندل رضی بھی پہنچ گئے، ان دونون نے دوسرے بلا کشان ستم کے لئے راستہ کھول دیا اور مظلوم مسلمان قریش کے پنجۂ ظلم سے بھاگ بھاگ کر یہان آنے لگے، چند دنون مین اون کی خاصی جماعت ہوگئی، اتفاق سے قریش کے کاروان تجارت کا گذرگاہ یہی تھا، جب کوئی قافلہ گذرتا تو یہ لوگ اہل قافلہ کو قتل کر کے سامان لوٹ لیتے اس سے قریش کی تجارت خطرہ مین پڑگئی، چنانچہ انھون نے عاجز آکر آنحضرت صلعم کے پاس آدمی بھیجا کہ خدا اور صلہ رحمی کا واسطہ اس مصیبت سے ہمکو نجات دلاؤ، آئندہ سے جو مسلمان بھاگ جائیگا وہ آزاد ہے، اس پر کلام اللہ کی یہ آیت نازل ہوئی [1]

هو الذی کف ایدیهم عنکم وایدیکم عنهم   وہی جس نے مشرکین کا ہاتھ تم سے اور تمھارا ہاتھ اون سے روک دیا

[1] بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب و سیرۃ ابن ہشام حالات صلح حدیبیہ،

وفات | اس کے بعد آنحضرت صلعم نے اس آزاد گروہ کے پاس لکھ بھیجا کہ ابو جندل اور ابو بصیر ہمارے پاس چلے آئیں اور دوسرے لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں، یہ خط ایسے وقت پہنچا کہ حضرت ابو بصیرؓ بستر مرگ پر تھے، خط ہاتھ میں لیکر پڑھنے لگے، اور پڑھتے پڑھتے روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، ابو جندلؓ نے نماز جنازہ پڑھا کر اسی ویرانہ میں سپرد خاک کیا، اور یادگار کے طور پر قبر کے پاس ایک مسجد بنا دی[1]،

۱۳۵ حضرت ابوبکرہؓ

نام و نسب، | نفیع نام، ابوبکرہ کنیت، باپ کا نام مسروح تھا امیر معاویہ کے مشہور گورنر زیاد کے ماں جائے بھائی تھے، طائف کے ایک رئیس کی غلامی میں تھے،

اسلام و آزادی | جب آنحضرت صلعم نے طائف کا محاصرہ کیا تو عام اعلان فرمادیا کہ جو آزاد ہم سے مل جائیگا وہ مامون رہے، اور جو غلام چلا آئیگا وہ آزاد ہے، یہ اعلان حریت سنکر رؤسائے طائف کے بہت سے غلام اسلام کے دامن حریت میں آگئے، ان میں ایک ابوبکرہ بھی تھے، اعلان کے مطابق آپ نے انھیں آزاد فرمادیا، لیکن آزادی کے بعد ہی وہ اپنے کو آقائے دوعالم کا غلام ہی کہتے رہے[2]،

لوگوں سے کہتے تھے میرے لئے یہ فخر کافی ہو کہ تمھارا دینی بھائی اور سرکار رسالت کا غلام ہوں، اور اگر تم لوگوں کو آبائی نسبت پر اصرار ہے، تو نفیع بن مسروح کہا کرو[3]، آزادی کے بعد قدیم آقا نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا غلام میرے حوالہ کیا جائے، آپ نے فرمایا، وہ خدا اور رسول کے آزاد کردہ ہیں، اس لئے اب واپس نہیں کئے جاسکتے ہیں[4]

حد قذف کا اجراء | حضرت عمرؓ کے آغاز عہد خلافت تک دیار حبیب ہی میں رہے، بصرہ آباد ہونے کے بعد یہاں سکونت اختیار کر لی، اسی زمانہ میں زنا کے ایک مقدمہ میں بحیثیت شاہد پیش ہوئے لیکن شہادت ناکافی

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۶۴۷، [2] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۹، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۵۱، [4] ابن سعد حوالۂ مذکور،

تھی اس لئے ان پر حدِ قذف جاری ہوئی، اس کے بعد عہد کر لیا کہ آیندہ سے کسی دو آدمیوں کے درمیان شہادت نہ دیں گے[1]

فتنہ سے کنارہ کشی حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب دورِ فتن کا آغاز ہوا اور بڑے بڑے صحابی اسمیں مبتلا ہو گئے، اس وقت ابوبکرہ نے اپنے کو اس میں پڑنے سے بچائے رکھا، فرماتے تھے کہ جنگ جمل میں قریب تھا کہ میں اصحاب جمل کے ساتھ ہو جاؤں، اگر رسول اللہ صلعم کے اس فرمان نے کہ جس قوم نے اپنا حاکم عورتوں کو بنایا وہ کبھی فلاح نہیں پا سکتی، مجھے بچا لیا[2]

جنگ صفین سے بھی علٰحدہ رہے اور حتی الامکان دوسروں کو بھی ان خانہ جنگیوں میں مبتلا ہونے سے بچانے کی کوشش کی، ایک شخص ہتھیار لگا کر حضرت علیؓ کی مدد کو جا رہا تھا، راستہ میں ابوبکرہ ملے، پوچھا کہاں کا قصد ہے؟ اسنے کہا ابن عم رسول اللہ کی مدد کو جا رہا ہوں، ابوبکرہ نے کہا رسول اللہ کا یہ فرمان بھی سنا ہے کہ جب دو مسلمان ایک دوسرے کے خلاف تلواریں نکالیں تو دونوں جہنمی ہیں[3]،

وفات امیر معاویہ کے عہد حکومت میں بصرہ میں وفات پائی[4]،

اولاد حضرت ابوبکرہؓ اولاد کی جہت سے بڑے خوش نصیب تھے، اپنے بعد متعدد لڑکے عبداللہ، عبید اللہ، عبد الرحمن، عبد العزیز، مسلم، رواد، یزید اور عقبہ وغیرہ یادگار چھوڑے[5]، عبید اللہ سجستان کے گورنر تھے، عبید اللہ کے علاوہ اور لڑکے بھی علم و فضل اور مال و زر سے مالا مال تھے[6]

فضل و کمال گو ابوبکرہ بہت آخر میں مشرف باسلام ہوئے لیکن غلامی کی نسبت سے انہیں آنحضرت صلعم کی صحبت اور آپ کے سرچشمۂ فیض سے استفادہ کا کافی موقع ملا، چنانچہ ان سے ۱۳۲ حدیثیں مروی ہیں، ان میں سے آٹھ متفق علیہ ہیں، اور پانچ میں امام بخاری منفرد ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں زیادہ تر ان کے صاحبزادگان ہیں[7]،

---

[1] استیعاب و اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۵۱، [2] بخاری کتاب النبی صلعم الی کسریٰ و قیصر، [3] بخاری کتاب الفتن باب اذا التقی المسلمان بسیفہما، [4] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۳۸، ۱۳۹، [5] ایضاً [6] ایضاً [7] تہذیب الکمال ص ۴۰۴،

ذوق عبادت | ابوبکرہ کے صحیفۂ اخلاق میں زہد و عبادت کا عنوان بہت جلی ہے، وہ زہد و ورع کا ایک پیکر مجسم تھے عبادت و ریاضت انکا مشغلۂ حیات تھا جو آخری لمحہ تک قائم رہا، کان ابوبکرۃ کثیر العبادۃ حتی مات[۱]

۱۳۶ حضرت ابو جہم بن حذیفہؓ

نام و نسب | عامر یا عبید نام، ابو جہم کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ابو جہم بن حذیفہ بن غانم بن عامر بن عبد اللہ ابن عبید بن عویج بن عدی بن کعب قرشی عدوی، ماں کا نام بسیرہ تھا، ننہالی شجرہ یہ ہے، بسیرہ بنت عبد اللہ بن اداہ بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب، ابو جہم قریش کے نہایت معمر اور باثر لوگوں میں تھے، قریش میں ان کی بڑی عظمت و وقعت تھی،

اسلام | فتح مکہ کے زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے[۲]،

رسول اللہ صلعم کی خدمت میں ہدیہ، | آنحضرت صلعم سے خاص روابط تھے، ایکمرتبہ ابو جہم نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں ایک بوٹے دار قمیص ہدیہ کی آپ نے اسے پہنکر نماز پڑھی، بوٹوں کی وجہ سے آپ کا خیال بٹ گیا اسلئے نماز پڑھنے کے بعد واپس کردی[۳]،

امارت صدقہ، | ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم نے انکو صدقہ وصول کرنے پر مامور فرمایا، ایک آدمی نے صدقہ دینے میں جھگڑا کیا، ابو جہم نے اسے مارا، اتفاق سے وہ زخمی ہو گیا، اس کے قبیلہ والوں نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ یا رسول اللہ صلعم ہمکو اس کا معاوضہ ملنا چاہئے آپ نے فرمایا، اتنی اتنی رقم لے لو، وہ راضی نہ ہوئے، آپ نے دوسری مرتبہ پھر فرمایا، پھر وہ لوگ رضامند نہ ہوئے، آپ نے تیسری مرتبہ ارشاد فرمایا، اس مرتبہ راضی ہو گئے، آنحضرت صلعم نے فرمایا، آج رات کو میں لوگوں کے سامنے تقریر کر کے تمہاری رضامندی کی اطلاع دونگا، انھوں نے کہا مناسب ہے چنانچہ شب کو ان کی

---

[۱] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۵۱، [۲] ایضاً ص ۱۶۲، [۳] استیعاب ج ۲ ص ۶۵۰ خفیف تغیر کیساتھ یہ واقعہ حدیث کی کتابوں میں بھی ہے،

موجودگی مین صحابہ کے سامنے تقریر کی کہ یہ لیثی زخمی کرنے کا معاوضہ مانگنے کے لئے آئے تھے مین نے اون کے سامنے اتنی اتنی رقم پیش کی یہ لوگ راضی ہو گئے، یہ ارشاد فرما کر لیثیون سے خطاب فرمایا کہ تم لوگ راضی ہوا اسوقت یہ لوگ انکار کر گئے، ان کے انکار پر مہاجرین نے انھین مارنے کا ارادہ کیا لیکن آنحضرت صلعم نے روک دیا، اسکے بعد رقم مین اور زیادہ اضافہ کرکے فرمایا اب راضی ہوا انھون نے کہا ہان، آپ نے فرمایا مین لوگون کے سامنے تقریر کرکے تمھاری رضامندی کی اطلاع دونگا، انھون نے اجازت دی چنانچہ آنحضرت صلعم نے تقریر کرکے لوگون کے سامنے اونکی رضامندی کی تصدیق کرادی[۱]،

تدفین عثمان غنی

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت مدینہ مین نہایت سخت فتنہ برپا ہوا، مدینہ باغیون کے قبضہ مین تھا، اور اون کے خوف سے کسی کو خلیفۂ مظلوم کی لاش دفن کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی، دوسرے دن جن چند سرفروش مسلمانون نے ہتھیلیون پر سر رکھکر بے گور وکفن لاش کو دفن کیا تھا اُن مین ایک ابوجہم بھی تھے[۲]

وفات، ابوجہم نے کافی عمر پائی، اون کی طوالت عمر کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہو کہ اُنھون نے کعبہ کی دو تعمیرین دیکھین، ایک زمانۂ جاہلیت مین رسول اللہ صلعم کے بچپن مین قریش کی تعمیر، دوسری ابن زبیرؓ کے زمانۂ خلافت مین انکی تعمیر ان دونون زمانون مین کم وبیش ایک صدی کا فصل تھا اس طویل عمر کے بعد عبدالملک کے عہد حکومت مین وفات پائی[۳]، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہو کہ امیر معاویہ کے زمانہ مین وفات پا چکے تھے لیکن پہلی روایت زیادہ مستند ہو،

فضل وکمال، ابوجہم کا مذہبی علوم مین کوئی پایہ نہ تھا لیکن نسابی مین جو جاہلیت کا نہایت ممتاز علم تھا، بڑا کمال رکھتے تھے، اور ان چار علمائے نسب مین سے ایک تھے، جو اس عہد مین سارے عرب مین استاد مانے جاتے تھے[۴]،

---

[۱] ابوداؤد ج ۲ کتاب الدیات باب العامل یصاب علی یدیہ خطاً، [۲] اصابہ ج ۷، ص ۳۴، [۳] استیعاب ج ۲ ص ۶۵۰، [۴] ایضاً،

۱۳۷۔ حضرت ابو جندل بن سہیلؓ

نام و نسب: عاص نام، ابو جندل کنیت نسب نامہ یہ ہے، ابو جندل بن سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر ابن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی قرشی عامری،

اسلام اور قید محن: ابو جندل اس وقت مشرف باسلام ہوئے جب اون کا گھر اسلام دشمنی سے تیرہ و تار ہو رہا تھا، انکے والد سہیل نے اسلام کے جرم مین اون کے پیرون مین بیڑیان ڈال کر قید کردیا، اور کئی برس تک قید محن جھیلتے رہے سنہ ۶ھ مین صلح حدیبیہ کے موقع پر ان کے والد سہیل قریش کیجانب سے معاہدہ صلح لکھانے کے لئے آئے جب معاہدہ کی کتابت شروع ہوئی، اور یہ دفعہ زیر بحث تھی کہ "قریش کا جو آدمی بھی خواہ وہ مسلمان ہی کیون نہو اگر مسلمانون کے پاس چلا آئیگا، تو مسلمان اسے واپس کرنے پر مجبور ہون گے،، ابھی اسپر بحث ہو رہی تھی اور قلمبند نہ ہوئی تھی کہ ابو جندل جو کسی طرح موقع پاکر نکل آئے تھے، بیڑیان پہنے ہوئے پہنچ گئے، اور اپنے کو مسلمانون کے سامنے ڈال دیا، سہیل نے کہا محمد شرائط صلح پورا کرنے کا یہ پہلا موقع ہے، آپ نے فرمایا ابھی صلحنامہ مکمل نہین ہوا ہے، سہیل نے کہا اگر ابو جندل واپس نہ کئے گئے تو پھر ہم کو کسی شرط پر صلح منظور نہین، آپ نے فرمایا ابو جندل کو یہین رہنے دو، سہیل نے کہا یہ نہین ہو سکتا، آپ نے بہت اصرار کیا، لیکن سہیل کسی طرح ابو جندل کو مسلمانون کے پاس چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوا، آنحضرت صلعم کو معاہدہ کی پابندی کا بڑا خیال تھا، اس لئے سہیل کے اصرار پر ابو جندل کو حوالہ کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے، ابو جندل کو کافرون نے اتنا مارا تھا، کہ ان کے بدن پر نشان پڑ پڑ گئے تھے، جب انھون نے دیکھا کہ رسول اللہ انھین واپس کر دینگے تو مجمع کو مار کے نشانات دکھا کر کہا، مسلمانو! پھر مجھے کفار کا نشانۂ ستم بنانے اور اس مصیبت مین مبتلا رہنے کے لئے کافرون کے حوالہ کئے دیتے ہو، اون کی فریاد پر حضرت عمرؓ بہت متاثر ہوئے اور آنحضرت صلعم سے عرض کیا، کیا آپ پیغمبر برحق نہین ہین؟ فرمایا بیشک ہون، پھر پوچھا کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہین ہین؟ فرمایا بیشک ہین، عرض

کیا پھر ہم کیون دبکر صلح کرین آپ نے فرمایا مین خدا کا پیغمبر ہون اور اُسکے حکم کی نافرمانی نہین کر سکتا، وہی میرا مددگار ہے[1]

غرض اسی طرح ابوجندل کو پا بجولان واپس کر دیا، ابوجندل نے پھر فریاد کی کہ مسلمانو! کیا میرے مذہب مین خنہ ڈلوانے کیلئے مجھے قریش کے حوالہ کرتے ہو، آنحضرت صلعم نے اُنکی دلدہی کی کہ ابوجندل صبر و ضبط سے کام لو خدا تمھارے اور دوسرے مظلوم مسلمانون کیلئے کوئی راستہ پیدا کر دیگا ہم صلح کر چکے اور صلح کے بعد اُن سے بدعہدی نہین کر سکتے۔

رہائی اور غزوات | اس ارشاد کے بعد مزید چون وچرا کی گنجائش نہ تھی چنانچہ ابوجندل خاموشی کے ساتھ چلے گئے، اور کچھ دنون بعد کسی طرح قید سے چھوٹ کر ابوبصیر کی جماعت مین شریک ہوگئے اور عرصہ تک اون کے ساتھ رہے (دیکھو حالات ابوبصیر) پھر جب کفار مکہ نے صلح حدیبیہ کی وہ دفعہ جس کی روسے ابوجندل واپس کئے گئے تھے، واپس لے لی تو آنحضرت صلعم نے ابوجندل اور اون کے ساتھی ابوبصیر کو مدینہ بلا بھیجا، ابوبصیر کو مدینہ آنے کی نوبت نہین آئی اور وہ اسی وادی غربت مین پیوند خاک ہوگئے، ابوجندل مدینہ واپس ہوئے، مدینہ آنے کے بعد جس قدر غزوات ہوئے سب مین شرکت کی سعادت حاصل کی[2]

شام کی فوج کشی مین شرکت اور وفات | آنحضرت صلعم کی زندگی بھر مدینہ مین رہے، اس کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانہ مین جب شام پر فوجکشی ہوئی تو اُسمین مجاہدانہ شرکت کی اور پانچ چھ سال تک مسلسل جہاد فی سبیل اللہ مین مشغول رہے، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت سنہ ۱۸ھ مین طاعون کی وبا مین عمواس مین وفات پائی[3]

فضل و کمال | فضل و کمال مین شاعری کے علاوہ اور کوئی شے قابل ذکر نہین ہے، حافظ ابن عبدالبر نے انکے اشعار نقل کیے ہین

۱۳۸ حضرت ابوثعلبہ خشنیؓ

نام و نسب | انکے نام مین بڑا اختلاف ہے، اکثر ارباب سیر جرثوم لکھتے ہین، ابوثعلبہ کنیت ہے، نسب کا سلسلہ خشین بن وائل سے ملتا ہے، وائل سے اوپر شجرہ یہ ہے، وائل بن نمر بن وبرہ بن ثعلبہ بن حلوان بن عمران بن حاف بن قضاعہ۔

---

[1] بخاری باب الشروط والمصالحہ مع اہل الحرب، [2] استیعاب ج ۲ تذکرۂ ابوجندل وابوبصیر، [3] ایضاً۔

اسلام وبیعت رضوان دعوتِ اسلام کے آغاز میں مشرف باسلام ہوئے، صلح حدیبیہ میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، اور بیعتِ رضوان میں رضائے الٰہی کی سند حاصل کی[1]،

غزوات غزوات کی شرکت کے متعلق کوئی تصریح نہیں ملتی، خیبر کے مالِ غنیمت میں سے آنحضرت صلعم نے ایک حصہ مرحمت فرمایا تھا[2]، اس لئے قیاس ہوتا ہے کہ شاید اس غزوہ میں شریک ہوئے ہوں گے،

اشاعت اسلام البتہ دوسری خدماتِ جلیلہ پر مامور ہوتے رہتے تھے، چنانچہ آنحضرت صلعم نے انھیں ان کے قبیلہ میں مبلغ بنا کر بھیجا تھا، اور اون کی کوششوں سے انکا قبیلہ آنحضرت صلعم کی حیات ہی میں مشرف باسلام ہو گیا[3]،

وفات شام فتح ہونیکے بعد یہاں قیام پذیر ہو گئے، گو شام میں قیام تھا، لیکن جنگِ صفین میں غیر جانبدار رہے[4]، امیر معاویہ کے عہد میں سر بسجدہ واصل بحق ہوئے[5]، زندگی میں اکثر کہا کرتے تھے کہ خدا مجھکو تم لوگوں کی طرح ایڑیاں رگڑا کے اور دم گھٹا کے نہ اٹھائیگا، انکا یہ کہنا بالکل صحیح نکلا، ایک شب کو آدھی رات گئے نماز میں مشغول تھے، انکی لڑکی نے خواب دیکھا کہ والد کا انتقال ہو گیا، اس خواب پریشان پر وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی اور آواز دی معلوم ہوا نماز پڑھ رہے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد دوسری آواز دی کوئی جواب نہ ملا، پاس جا کر دیکھا تو سر سجدہ میں تھا، اور روح پرواز کر چکی تھی[6]،

فضل وکمال فضل وکمال کے اعتبار سے کوئی امتیازی پایہ نہ تھا، تاہم عام صحابہ کی جماعت میں وہ کسی سے کم بھی نہ تھے، ان سے چالیس حدیثیں[7] مروی ہیں، انمیں سے تین متفق علیہ ہیں اور ایک میں امام مسلم منفرد ہیں، جبیر بن نفیر، ابن مسیب اور مکحول نے ان سے روایتیں کی ہیں[8]،

فضائل اخلاق یوں تو ابو ثعلبہ کی ذات تمام فضائلِ صحابیت کی جامع تھی، لیکن حقگوئی اور راست گفتاری انکا خاص وصف تھا، سچ بات کے علاوہ کبھی جھوٹ سے زبان آلودہ نہ ہوئی، انکے معاصرین کہتے ہیں کہ ہم نے ابی ثعلبہ سے زیادہ سچی بات کہنے والا نہیں دیکھا، کائناتِ عالم پر نظر ڈال کر قدرتِ خداوندی پر غور و فکر کیا کرتے تھے، رات کے سناٹے اور تاریکی میں باہر نکل کے آسمان پر نظر ڈالتے اور قدرتِ خداوندی پر غور کرتے کرتے سجدہ میں گر جاتے[9]،

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۵۵، [2] ایضاً، [3] استیعاب ج ۲ ص ۶۶۹ و اسد الغابہ حوالہ مذکور، [4] اصابہ ج ۷ ص ۲۹، [5] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۵۵، [6] اصابہ ج ۷ ص ۲۹، [7] تہذیب الکمال ص ۴۴۴، [8] اصابہ ج ۷ ص ۲۹،

۱۳۹۔ حضرت ابورفاعہ عدویؓ

نام ونسب | تمیم نام ابورفاعہ کنیت نسب نامہ یہ ہے تمیم بن اسید بن عدی بن مالک بن تمیم بن دُول بن جبل بن عدی بن عبدمناۃ بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر عدوی مضری،

اسلام | غالباً فتح مکہ کے بعد کسی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم مسجد مین خطبہ دیرہے تھے کہ ابورفاعہ پہنچے اور قریب جاکر عرض کیا یا رسول اللہ ایک غریب الدیار اپنے دین کی بابت سوال کرنے آیا ہے، وہ نہین جانتا کہ اوس کا مذہب کیا ہے، اس سوال پر آنحضرت صلعم نے خطبہ روک دیا اور پاس بلاکر ایک کرسی پر بیٹھ کے جس مین لوہے کے پایے لگے ہوئے تھے، اون کو ضروری تعلیم دی[1]،

جہاد فی سبیل اللہ اور شہادت | ابورفاعہ کی رگ رگ مین جہاد فی سبیل اللہ کا خون دوڑتا رہتا تھا، وہ خدا سے دعا مانگا کرتے تھے، کہ خدایا مجھے ایسی طاہر اور پاکیزہ موت دے جس پر دوسرے مسلمانون کو رشک آئے اور وہ موت تیری راہ مین ہو، اون کی یہ پر اخلاص دعا مقبول ہوئی،

سنہ۴۴ھ مین عبدالرحمن بن سمرہ کی ماتحتی مین کابل پر فوج کشی ہوئی، اس فوج مین بنو حنیفہ کا پورا قبیلہ شریک ہوا، ابورفاعہ نے بھی شرکت کا ارادہ کیا، ابوقتادہ عدوی نے روکا کہ تمھارے بال بچے بالکل تنہا ہین اس لئے تم نہ جاؤ، لیکن یہ ذوق شہادت مین بیتاب تھے، جواب دیا مین مصمم ارادہ کرچکا ہون اس لئے ضرور شریک ہونگا، چنانچہ فوج مین شامل ہوکر کابل روانہ ہوگئے، سجستان پہنچنے کے بعد رات بھر فوج ایک قلعہ کے گرد چکر لگاتی رہی، اور ابورفاعہ شہادت کی تیاری مین ساری رات عبادت کرتے رہے، آخری شب مین نیند کا غلبہ ہوا، ڈھال کا تکیہ لگا کر سوگئے، صبح کو اسلامی فوج دشمن کے رخ کا اندازہ لگانے مین ایسا مشغول

---

[1] مسلم کتاب الجمعہ باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبہ [2] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۴۸،

ہوئی کہ کسی کو ابورافعہ کا خیال نہ رہا، ابورافعہ رات بھر کے جگے تھے صبح کو بھی آنکھ نہ کھلی، دشمنون نے انھین تنہا پاکر ذبح کردیا کچھ دیر کے بعد جب لوگون کو ان کا خیال آیا، اور ان کی تلاش مین نکلے تو دیکھا کہ وہ خاک وخون مین غلطان ہین، اور تین گبر جنھون نے اون قتل کیا تھا، ان کے کپڑے اتار دیئے ہین، کہ اتنے مین مسلمان پہنچ گئے اور قاتلون کو بھگا کر شہید فی سبیل اللہ کی لاش ساتھ لے گئے[۱]

فضل وکمال، فضل وکمال کے لحاظ سے ممتاز صحابہ مین تھے، علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہین کہ ابورافعہ فضلاے صحابہ مین تھے[۲]، قرآن کی متعدد صورتین براہ راست زبان نبوی سے یاد کی تھین، حدیثون سے بھی تہی دامن نہ تھے، حمید بن بلال اور صلہ بن اشیم نے ان سے روایتین کی ہین[۳]،

ذوق عبادت، عبادت اور ریاضت ان کا محبوب ترین مشغلہ تھا، تلاوت قرآن سے غیر معمولی شغف وانہماک تھا، تہجد نہایت التزام اور پابندی کے ساتھ پڑھتے تھے، ایک موقع پر انھون نے خود بیان کیا تھا کہ جب سے مین نے رسول اللہ صلعم سے بقرہ اور دوسری آیات قرآنی سیکھی ہین اس وقت سے نہ بقرہ نے میرا ساتھ چھوڑا اور نہ قیام لیل سے کسل پیدا ہوا[۴]،

۱۴۰ حضرت ابوسفیان بن حارثؓ

نام ونسب، مغیرہ نام، ابوسفیان کنیت نسب نامہ یہ ہے، ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن ہاشم ہاشمی، ماں کا نام غزیہ تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، غزیہ بنت قیس بن طریف بن عبدالعزی بن عامرہ بن عمیرہ بن ودیعہ بن حارث بن فہر، ابوسفیان کے والد حارث آنحضرت صلعم کے حقیقی چچا تھے اور ابوسفیان نے حضرت حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا تھا، اس لئے وہ نسبی اور رضاعی دونون رشتون سے آنحضرت صلعم کے بھائی

---

[۱] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۴۸، سنہ شہادت اور مقام شہادت کی تعیین استیعاب سے لی گئی ہے، [۲] استیعاب ج ۲ ص ۶۶۷، [۳] تہذیب الکمال ص ۴۴۹، [۴] ابن سعد ج ۳، ق اول ص ۴۸،

تھے، سن میں بھی آپ کے برابر تھے اس لئے دونوں میں غایت درجہ الفت و محبت تھی[1]

آنحضرت صلعم اور اسلام کی مخالفت | لیکن الفت و محبت کا یہ رشتہ ظہور اسلام کے بعد ٹوٹ گیا، دوسرے عمائدین قریش کی طرح ابوسفیان بھی رسول اللہ صلعم کے سخت مخالف ہو گئے، اور ان کی مخالفت دشمنی اور عناد کے درجہ تک پہنچ گئی تھی، آنحضرت صلعم کی مخالفت اور اسلام کے استیصال کو انھوں نے اپنا مقصد حیات بنا لیا تھا، چنانچہ فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان جس قدر معرکے ہوئے، ابوسفیان ان سب میں پیش پیش تھے، ان کی ساری قوتیں آنحضرت صلعم اور اسلام کے خلاف صرف ہوتی تھیں[2]، شاعر تھے اس لئے آنحضرت صلعم کی ہجو کہہ کے کوچہ و بازار میں سناتے پھرتے تھے، طوطی اسلام حضرت حسان بن ثابتؓ نے ان اشعار

الا ابلغ ابا سفیان عنی   مغلغلۃ فقد برح الخفاء

"ابوسفیان کو میری جانب سے یہ پیام پہنچا دو کہ پردہ اٹھ گیا"

ھجوت محمدًا فاجبت عنہ   وعند اللہ فی ذاک الجزاء

"تم نے محمد کی ہجو کی میں نے اس کا جواب دیا اور اس جواب میں خدا کے پاس میرے لئے جزا ہے"

میں انھیں کی ہجو کا ذکر کیا ہے[3]

اسلام | کامل بیس برس تک یہ معاندانہ روش قائم رہی، فتح مکہ سے کچھ دنوں پہلے جب آنحضرت صلعم فتح مکہ کی تیاریوں میں مصروف تھے، اور مکہ میں آپ کی آمد آمد کی خبر پھیل رہی تھی، ابوسفیان نے ایک دن بیوی سے کہا محمد آیا چاہتے ہیں، تم لوگ یہاں سے نکل چلو، نیک خاتون نے جواب دیا "عرب و عجم محمد کے مطیع و منقاد ہوتے جاتے ہیں، لیکن تم ابتک اسی بغض و عداوت پر قائم ہو، حالانکہ تم پر ان کی امداد و اعانت کا زیادہ حق ہے"

بیوی کی بات دل میں اتر گئی، اسی وقت سواری کا انتظام کیا، اور اپنے لڑکے جعفر کو ساتھ لیکر رسول اللہ صلعم کی خدمت میں چل کھڑے ہوئے، اس وقت مسلمانوں کا مقدمۃ الجیش مقام ابواء تک پہنچ چکا تھا، ابوسفیان

---

[1] ابن سعد ج ۴ ص اول ص ۴۳، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۴، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۱۳،

اشتہاری مجرم تھے، ہر آن جان کا خطرہ لگا ہوا تھا، ڈرتے ڈرتے چھپتے چھپاتے کسی طرح مسلمانون کے لشکرگاہ تک پہنچے اور دفعۃً رسول اللہ صلعم کے سامنے آگئے، آپ کا دل ان کے گذشتہ اعمال کی وجہ سے سخت متنفر تھا، اس لئے نظر پڑتے ہی منہ پھیر لیا، ابوسفیان اس رخ پر گئے تو آپ نے دوسری طرف منہ پھیر لیا، یہ دیکھ کر مسلمان انھین پکڑنے کے لئے بڑھے ابوسفیان سمجھے کہ اب کام تمام ہوا چنانچہ رسول اللہ صلعم کے رحم و کرم عفو و درگذر اور آپ کے ساتھ اپنی گوناگون قرابتون کا واسطہ دلا کر مسلمانون کو روکا[۱]،

ابوسفیان کی پوری زندگی، آنحضرت صلعم، اسلام اور مسلمانون کی مخالفت مین گذری تھی، انھون نے آپ کی تحقیر و تذلیل، مسلمانون کی ایذا رسانی اور اسلام کے استیصال کا کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا تھا، اس لئے رسول اللہ صلعم کے دل مین ان کے لئے کوئی جگہ باقی نہ رہ گئی تھی، اور آپ کسی طرح درگذر فرمانے پر آمادہ نہ ہوئے، آخر مین ابوسفیان نے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کو درمیان مین ڈالا، انھون نے سفارش کی کہ اپنے ابن عم کو مایوس نہ کیجئے، فرمایا مجھے ایسے ابن عم کی ضرورت نہین ہے، انھون نے میری آبروریزی کا کون سا دقیقہ اٹھا رکھا ہے، ابوسفیان سے کچھ بن نہ پڑتا تھا، گذشتہ زندگی پر سخت نادم اور شرمسار تھے لیکن بارگاہ نبوی مین کوئی شنوائی نہ ہوئی جب بالکل مایوس ہوگئے، تو کہا خیر اگر عفو و کرم کا دروازہ بالکل بند ہو چکا ہے تو

ع جان سے ہم بھی گذر جائینگے سوچا ہے یہی،

اور اس کمسن بچہ کو ساتھ لیکر در بدر مارے مارے پھرین گے اور بھوک پیاس سے تڑپ تڑپ کر جان دیدینگے ابوسفیان لاکھ مجرم سہی پھر بھی چچیرے بھائی تھے، آنحضرت صلعم کے کانون تک اس عزم کی خبر پہنچی تو دل بھر آیا اور نفرت و حقارت کے سارے جذبات مہر و محبت سے بدل گئے[۲]،

ابوسفیان کو سامنے آنے کی اجازت ملی، دونون باپ بیٹے عمامہ باندھے ہوئے سامنے لائے گئے اور السلام علیک یا رسول اللہ کہہ کر آگے بڑھے، آپ نے فرمایا، ان کے چہرون سے ڈھاٹا ہٹاؤ،

---

[۱] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۳۴، [۲] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۲،

صورت تو دکھائی دے، لوگون نے فوراً ڈھاٹا ہٹادیا، اور رسول اللہ صلعم کو اثر پذیر کرنے کے لئے اون کا نسب بیان کیا اس کے بعد باپ بیٹے دونون کلمہ پڑھکر مشرف باسلام ہوگئے، آنحضرت صلعم نے ان کی ایک ہجو کیطرف اشارہ کرکے فرمایا، ابوسفیان تم نے مجھکو کب نکالا تھا، عرض کی یارسول اللہ اب زیادہ ملامت کرکے شرمندہ نہ کیجئے، فرمایا اب کوئی ملامت نہین، اور حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ اپنے ابن عم کو لیجاؤ، اور وضو اور سنت کی تعلیم دیکر میرے پاس لاؤ، حضرت علیؓ ساتھ لیگئے اور نہلا کر واپس لائے آنحضرت صلعم نے نماز پڑھائی پھر مسلمانون کو حکم دیا کہ اعلان کردو کہ "ابوسفیان سے خدا اور اوس کا رسول راضی ہوگیا، اس لئے تم لوگ بھی راضی ہوجاؤ[1]"

غزوات | اسلام کے بعد تلافی مافات کی فکر ہوئی، ابھی غزوہ فتح نہین ہوا تھا اب سے پہلے اس مین شریک ہوئے پھر غزوہ حنین مین شمشیر ہاشمی کے جوہر دکھائے، اس غزوہ مین غیر معمولی شجاعت دکھائی، مشرکین کے ریلے مین جب مسلمان آنحضرت صلعم کے چارون طرف سے منتشر ہوگئے اور ایک عام بے ترتیبی پھیل گئی اس وقت بھی ابوسفیان اپنی جگہ پر جمے رہے، اور شمشیر برہنہ گھوڑے کی پیٹھ سے موت کے منہ مین کود پڑے، حضرت عباسؓ نے یہ جانبازی دیکھکر رسول اللہ صلعم سے کہا کہ اپنے ابن عم اور بھائی کی خطاؤن کو معاف کردو، فرمایا مین نے معاف کردیا، خدا ان کی تمام عداوتون کو جو انھون نے میرے ساتھ کی ہین، معاف فرمائے، اور شفقت برادرانہ مین ابوسفیان سے فرمایا میری عمر کی قسم تم میرے بھائی ہو، اس برادرانہ اور شفقت آمیز خطاب پر ابوسفیان نے قدم مبارک چوم لئے، اور رہوار نبوی کی لگام تھام کر مشرکین کے سامنے سینہ سپر ہوگئے[2]، آنحضرت صلعم نے اس فدویت وجان نثاری پر "اسد اللہ" اور "اسد الرسول" کا معزز لقب عطا کیا[3]، طائف مین بھی ہمرکاب تھے غرض اسلام کے بعد کسی غزوہ مین انکا قدم پیچھے نہین رہا،

وفات | آنحضرت صلعم کی وفات تمام مسلمانون کے لئے ایک مصیبت عظمی تھی، ابوسفیان پر ایک کوہ الم ٹوٹ پڑا، وہ اس حادثہ سے سخت متاثر ہوئے ابھی یہ زخم مندمل نہ ہونے پایا تھا کہ تھوڑے ہی دنون کے بعد انکے

۱؎ ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۳۶، ۲؎ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۴ و ۲۵۵، ۳؎ ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۳۶،

بھائی نوفل چل بسے، ان حوادث نے انھیں دنیا سے بالکل برداشتہ خاطر کردیا، خدا سے دعا مانگتے تھے کہ خدا رسول اللہ اور بھائی کے بعد زندگی بے مزہ اور دنیا بے لطف ہوگئی، اس لئے جلد دنیا سے اٹھا لے خدا نے یہ دعا قبول کی اور اس دعا کے چند ہی دنوں کے بعد ایک معمولی اور اتفاقی واقعہ موت کا سبب بن گیا، حج کے موقع پر منیٰ میں سر منڈایا، سر میں ایک پھنسی تھی وہ چھل گئی، اس سے خون جاری ہوگیا، اور ایسا جاری ہوا کہ کسی طرح نہ رکا، مدینہ واپس آکر خود ہی اپنی قبر کھود کر اپنی پہلی منزل تیار کی، جب حالت بالکل نازک ہوئی تو خویش واقارب نے رونا دھونا شروع کیا انھوں نے گریہ وبکا سنکر فرمایا اسلام کے بعد سے آج تک کوئی لغزش نہیں ہوئی اس لئے رونا دھونا بند کرو، قبر کھودنے کے تیسرے دن وفات پاگئے حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور ابوسفیان جنت البقیع دار عقیل بن ابی طالب میں سپرد خاک کئے گئے[1]

حلیہ: صورۃً آنحضرت صلعم کے ہم شبیہ تھے،

اولاد: ابوسفیان نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں، اور ان سے بہت سی اولادیں ہوئیں، بیویوں میں جمانہ، نعمہ، ام عمرو، اور دو ام ولد تھیں ان سے جعفر، عبداللہ، جمانہ، حفصہ، عاتکہ، امیہ اور کلثوم بہت سی اولادیں تھیں لیکن ان میں سے آیندہ کوئی اولاد باقی نہ رہی، اور ابوسفیان کی نسل منقطع ہوگئی،[2]

فضائل اخلاق: قبول اسلام کے بعد تلافی مافات کے لئے ابوسفیان اسلامی تعلیم کا ایک پیکر مجسم بن گئے تھے جہاد فی سبیل اللہ کے ولولے اور جوش کا اندازہ اوپر ہوچکا، یہی جہاد مذہب کے ہر شعبہ میں تھا، شبانہ یوم کا بڑا حصہ نماز میں گذرتا تھا، گرمیوں کے طولانی دنوں میں صبح سے لیکر نصف النہار تک نمازیں پڑھتے تھے[3] نصف النہار کے وقت رک جاتے اور ظہر کے وقت سے لیکر پھر عصر تک یہ سلسلہ جاری رہتا[4] اس عبادت وریاضت کو دیکھکر آنحضرت صلعم نے ان کو "نوجوانان جنت کے سردار" کا لقب عطا فرمایا،[5]

---

[1] ابن سعد ج ۴ ص اول ص ۷، واسد الغابہ تذکرہ ابوسفیان بن حارث، [2] ابن سعد حوالہ مذکور، [3] ایضاً، [4] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۵،

آنحضرت صلعم کے ساتھ بچپن مین دلی تعلق تھا، ظہورِ اسلام کے بعد درمیان مین یہ تعلق منقطع ہو گیا تھا، اسلام قبول کرنے کے بعد پھر وہی لطف قائم ہو گیا، آنحضرت صلعم انھین بہت محبوب رکھتے تھے، کان احب قریش الی رسول اللہ صلعم وکان شدیدًا علیہ فلما اسلم کان احب الناس الیہ یعنی قریش مین آنحضرت صلعم کو زیادہ محبوب ابوسفیان تھے، اس کے بعد وہ آپ کے سخت دشمن ہو گئے، اس کے بعد جب اسلام لائے تو پھر سب سے زیادہ محبوب ہو گئے، آنحضرت صلعم انھین فرطِ محبت مین "خیر اہلی" فرماتے تھے[1] ابوسفیان کو بھی آنحضرت صلعم کے ساتھ غایت درجہ الفت تھی آپ کی وفات سے ابوسفیان پر کوہِ الم ٹوٹ پڑا تھا، اکثر رویا کرتے تھے، اور موت کی دعا مانگا کرتے تھے، اسی تاثر کی حالت مین ایک نہایت رقت انگیز مرثیہ کہا، یہ مرثیہ حافظ ابن عبد البر نے نقل کیا ہے[2]،

۱۴۱- حضرت ابوسفیان بن حرب،

نام و نسب صخر نام، ابوسفیان کنیت، نسب نامہ یہ ہے، صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی اموی، ابوسفیان کا خاندان بنی امیہ قریش کی نہایت مقتدر شاخ تھی، اور عقاب یعنی قریش کے قومی نشان کا حامل یہی خاندان تھا، علمدار اسی خاندان کے ارکان بنائے جاتے تھے، ظہورِ اسلام کے وقت اس عہدہ پر ابوسفیان ممتاز تھے، جب قریش مین کوئی جنگ چھڑنے والی ہوتی تھی، تو معززینِ قریش جمع ہو کر علمدار کے ہاتھ مین علم دیتے تھے[3]،

اسلام سے پہلے ظہورِ اسلام کے وقت اس کی سب سے زیادہ مخالفت انھین لوگون کی جانب سے عمل مین آئی جو قریش کے سب سے با اثر رئیس تھے، اور جن کا اثر و اقتدار نسلاً بعد نسلٍ چلا آتا تھا، ابوسفیان بھی رؤسائے قریش مین تھے، اور بنی ہاشم کے حریف تھے، اس لئے اسلام اور پیغمبر اسلام صلعم کے ساتھ انھین دوہری مخالفت

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۵، [2] استیعاب ج ۲ ص ۶۰۰، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۱۶،

تھی، چنانچہ وہ آنحضرت صلعم کی ایذا رسانی، مسلمانون کی مخالفت، اور اسلام کے استیصال مین سب سے پیش پیش رہتے تھے، اسلام کے مٹانے مین انھون نے اپنی پوری قوتین صرف کردین، آغازِ دعوتِ اسلام سے لیکر فتح مکہ تک اسلام کی مخالفت اور اس کی بیخ کنی کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے، دعوتِ اسلام کے آغاز مین قریش کا جو وفد آنحضرت صلعم کے چچا ابو طالب کے پاس آپ کی شکایت لیکر گیا تھا، اس کے ایک رکن ابو سفیان بھی تھے،[1]

پھر آنحضرت صلعم کے قتل کرنے کی جو سازش ہوئی تھی جس کے سبب سے آپ نے ہجرت فرمائی تھی اس مین بھی ابو سفیان کا ہاتھ شامل تھا، کفر و اسلام کا سب سے پہلا مقابلہ بدر مین ہوا، اس مین ابو سفیان نہ شریک ہو سکے اس وقت وہ کاروانِ تجارت لیکر گئے ہوے تھے،

بدر مین بڑے بڑے معززین قریش مارے گئے تھے اس لئے سارا قریش جذبۂ انتقام مین دیوانہ ہو رہا تھا، ابوجہل اور عتبہ بن ربیعہ مارے جا چکے تھے، ان کے بعد قریش کی مسندِ ریاست پر ابو سفیان بیٹھے، اس لئے بحیثیت سردارِ قوم کے مقتولینِ بدر کا انتقام ان کا پہلا فرض تھا، اس کے علاوہ خود ان کا ایک فرزند حنظلہ مارا گیا تھا، اس لئے یہ انتقام اور زیادہ موکد ہو گیا تھا، اور انھون نے حلف لے لیا تھا کہ "جب تک محمد سے بدر کا انتقام نہ لے لین گے اس وقت تک عورتون کو نہ چھوین گے" اس حلف کے بعد دو سو سوارون کا دستہ لیکر مدینہ پہنچے، مدینہ کے یہود مسلمانون کے خلاف تھے، اس لئے ابو سفیان ایک یہودی رئیس حیی بن اخطب کے پاس گئے، رات کا وقت تھا، گھرون کے دروازے بند ہو چکے تھے، ابو سفیان نے حیی کا دروازہ کھٹکھٹایا، مگر اس نے دشمن کے خوف سے نہ کھولا، اس لئے ابو سفیان اوس کے دروازہ سے لوٹ آئے اور ایک دوسرے یہودی اور بنی نضیر کے سردار اور خزانچی سلام بن مشکم کے پاس پہنچے، اس نے نہایت پرتپاک استقبال کیا اور بڑی خاطر و تواضع کی، کھانا کھلایا، شراب پلائی، اور ابو سفیان کی مہم کے متعلق بہت سی راز کی باتین بتائین، صبح کو ابو سفیان نے مدینہ کے قریب عریض پر حملہ کرکے کھجور کے باغون کی ٹٹیان جلا ڈالین، اور

[1] سیرۃ ابن ہشام ج اول ص ۱۴۸،

ایک انصاری اور ان کے حلیف کو قتل کر کے لوٹ آئے، آنحضرت صلعم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے تعاقب کیا، قرقرۃ الکدر میں پہنچکر معلوم ہوا کہ ابوسفیان بہت آگے نکل چکا ہے، اس لئے واپس تشریف لے آئے،[1]

اس واقعہ سے ایک حد تک ابوسفیان کی قسم پوری ہو گئی، لیکن ابھی مقتولین بدر کا انتقام باقی تھا اور جن جن لوگوں کے اعزہ واقربا مارے گئے تھے، وہ انتقام کے لئے بیچین و مضطرب تھے چنانچہ ابوجہل کا لڑکا عکرمہ، عبداللہ بن ربیعہ، صفوان بن امیہ، اور جن جن لوگوں کے اعزہ واقربا مارے گئے تھے ابوسفیان کے پاس پہنچے، اور کہا آپ لوگ اپنے کاروان تجارت (یہ وہی کاروان تجارت ہے جو بدر کے زمانہ میں سامان تجارت لے کر گیا تھا) کا نفع ہم کو دیدیجئے، کہ اس کے ذریعہ سے ہم لوگ محمد کے مقابلہ کا سامان کریں، ابوسفیان نے کہا میں اپنا حصہ سب سے پہلے دیتا ہوں اس کے علاوہ قریشی خاندان کے ہر ممبر نے نہایت فراخ دلی کے ساتھ چندہ دیا،[2]

غرض قریش تیاریاں کر کے بڑے سروسامان سے مسلمانوں کے استیصال کو روانہ ہوئے، اور مدینہ کے پاس کوہ احد پر فوجیں اتاریں، آنحضرت صلعم سات سو جاں نثاروں کی مختصر جماعت لیکر مدافعت کے لئے نکلے احد پر دونوں کا مقابلہ ہوا مسلمانوں کی جانفروشی نے کفر کے ٹڈی دل کو پسپا کر دیا، آنحضرت صلعم نے صف بندی کے وقت مسلمانوں کا ایک دستہ پشت پر حفاظت کے لئے متعین کر دیا تھا، تاکہ مخالفین عقب سے حملہ آور نہ ہو سکیں، مشرکین کی پسپائی کو دیکھ کر اس دستہ نے مال غنیمت کی طمع میں اپنا مرکز چھوڑ دیا، خالد بن ولید مشرکین کے دستہ کو لئے ہوئے منڈلا رہے تھے انھوں نے میدان خالی پا کر عقب سے حملہ کر دیا، مسلمان اس ناگہانی حملہ کی تاب نہ لا سکے اور بہت بری طرح پیچھے ہٹے، بہت سے مسلمان اس پسپائی میں شہید ہو گئے آنحضرت صلعم کا چہرۂ انور زخمی اور دندان مبارک شہید ہوئے، آپ کے پاس چند جاں نثاروں کے علاوہ کوئی باقی نہ رہ گیا تھا، ہر شخص اپنی جگہ بدحواس ہو رہا تھا اس لئے آپ کی شہادت کی خبر اڑ گئی،[3]

---

[1] سیرت ابن ہشام ج اول ص ۲۶۳ [2] ایضاً ص ۳۴۶ و ابن سعد حصہ مغازی، ص ۲۵، [3] ایضاً ص ۲۹،

ابوسفیان یہ خبر سنکر فرطِ مسرت سے پہاڑ پر چڑھ گیا اور فاتحانہ نشہ مین بآواز بلند پوچھا محمد ہین؟ آنحضرت صلعم نے لوگون کو منع کردیا کہ جواب نہ دیا جائے جب ابوسفیان کے سوال کا کوئی جواب نہ ملا، تو سمجھا نصیب دشمنان محمد (صلعم) کا کام تمام ہوگیا، دوسری آواز دی ابن ابی قحافہ (حضرت ابوبکرؓ) ہین؟ اس سوال پر بھی کسی نے کوئی جواب نہ دیا، تیسری مرتبہ اس نے حضرت عمرؓ کو پکارا، اس مرتبہ بھی جواب نہ ملا، یہ خاموشی دیکھکر وہ سمجھا کہ سب ختم ہوگئے، حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہوسکا، آپ پکار اٹھے او دشمن خدا تیرے رسوا کرنیوالون کو خدا نے زندہ رکھا ہے، یہ سنکر اوس نے ہبل کی جے پکاری "اعل ہبل"، ہبل بلند رہ، صحابہ نے آنحضرت صلعم کے حکم سے جواب مین کہا، "اللہ اعلی واجل"، خدا برتر اور بڑا ہے، یہ جواب سنکر ابوسفیان بولا، "لنا عزی ولا عزی لکم" ہمارے پاس ہمارا معبود عزی ہے، اور تمھارے پاس نہین ہے، صحابہ نے جواب دیا، "اللہ مولنا ولا مولی لکم"، خدا ہمارا مولا ہے اور تمھارا کوئی مولی نہین ہے،

ابوسفیان کامیابی کے نشہ مین مخمور تھا، بولا آج کا دن بدر کا جواب ہے، لوگون نے بغیر میرے حکم کے مسلمان لاشون کے ہاتھ پاؤن کاٹ لئے ہین، لیکن مجھے اس کا کوئی افسوس بھی نہین ہے[1] براویت ابن اسحٰق حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا ہمارے شہدا جنت مین ہین، اور تیرے مقتولین جہنم مین، ابوسفیان نے حضرت عمرؓ کی آواز سنی تو پاس بلا کر پوچھا سچ سچ بتاؤ محمد (صلعم) کا کام تمام ہوگیا یا زندہ ہین؟ آپ نے فرمایا خدا کی قسم وہ زندہ ہین، اور تمھاری گفتگو سن رہے ہین، یہ سنکر ابوسفیان نے کہا ابن قمئہ نے کہا تھا کہ مین نے محمد کا کام تمام کردیا لیکن مین تم کو اس سے زیادہ سچا سمجھتا ہون[2]

اختتام جنگ کے بعد آنحضرت صلعم نے احتیاطاً قریش کے تعاقب مین ستر آدمی بھیجے تاکہ وہ دوبارہ نہ لوٹ سکین، دوسرے دن خود بنفس نفیس مقام حمراء الاسد تک تعاقب مین تشریف لے گئے، آپ کا خطرہ صحیح تھا، ابوسفیان یہ خیال کرکے کہ ابھی مسلمانون کا پورا استیصال نہین ہوا ہے، مقام روحا سے دوبارہ

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوہ احد، [2] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲،

واپسی کا قصد کر رہا تھا کہ اس دوران مین قبیلہ خزاعہ کے رئیس معبد سے جو مسلمانون کی شکست کی خبر سنکر تصدیق کے لیے آیا تھا، اور اب واپس جا رہا تھا، ملاقات ہوئی، اس سے ابوسفیان نے اپنا خیال ظاہر کیا اس نے کہا مین ابھی اپنی آنکھون سے دیکھتا چلا آ رہا ہون محمد (صلعم) اس سر و سامان کے ساتھ آ رہے ہین کہ اون کا مقابلہ سخت دشوار ہے، یہ خبر سنکر ابوسفیان نے ارادہ بدل دیا[۱]،

احد کے بعد یہودیون نے مسلمانون کے خلاف تحریک شروع کی، ابوسفیان اسمین بھی پورے طور سے معاون و مددگار تھے ۵ھ مین جب تمام عرب قبائل نے مسلمانون کے استیصال کے لئے مدینہ پر ہجوم کیا، تو قریش بھی ابوسفیان کی قیادت مین جمع ہوئے لیکن یہ طوفان ہوا کی طرح اڑگیا یہی متحدہ اجتماع جنگ خندق کے نام سے مشہور ہے،

۶ھ مین جب آنحضرت صلعم نے قرب و جوار کے تمام امرا اور فرمان روأون کے نام دعوت اسلام کے خطوط بھیجے، تو ایک خط ہرقل کے نام بھی بھیجا، وہ صحیح عیسوی مذہب کا پیرو اور حق کا متلاشی تھا، اسلئے اس نے آنحضرت صلعم کے حالات معلوم کرنے چاہے، اتفاق سے اس وقت قریش کا کاروان تجارت شام آیا ہوا تھا، اس مین ابوسفیان بھی تھا ہرقل نے آنحضرت صلعم کے حالات دریافت کرنے کے لیے اس قافلہ کو ایلیا طلب کیا، اور تمام ارکان سلطنت کے روبرو ترجمان کے ذریعہ سے سوالات شروع کئے، سب سے پہلے پوچھا تم مین کون اس شخص سے جو اپنے کو نبی سمجھتا ہے زیادہ قریبی تعلق رکھتا ہے، ابوسفیان نے اپنے کو پیش کیا کہ مین اوس کا قریب ترین عزیز ہون، ہرقل نے اسے قریب بلایا، اور دوسرے قریشیون سے کہا مین اس سے اس شخص (آنحضرت صلعم) کے متعلق سوالات کرون گا، جہان وہ غلط جواب دے تملوگ فوراً ٹوک دینا، ابوسفیان کا بیان ہے کہ اگر اس وقت مجھکو اپنے ہمراہیون کی تردید کرنے کا خطرہ نہ ہوتا تو مین جھوٹ بول دیتا، اس اہتمام کے ساتھ سوالات و جوابات شروع ہوئے،

---

[۱] یہ تمام حالات ابن سعد سے ماخوذ ہین،

ہرقل، قریش مین اس شخص کا نسب کیسا ہی؟

ابوسفیان، قریش کا عالی نسب آدمی ہی؟

ہرقل، اس سے پہلے تم مین سے کسی نے نبوت کا دعوی کیا تھا،

ابوسفیان، نہین،

ہرقل، شرفا معززین اوس کے پیرو ہین یا کمزور و نا توان،

ابوسفیان، ناتوان وکمزور،

ہرقل، اون کی تعداد بڑھتی جاتی ہے یا گھٹتی ہے،

ابوسفیان، بڑھتی جاتی ہے،

ہرقل، کوئی شخص اس مذہب کو قبول کرنے کے بعد اس سے بیزار ہو کر مرتد بھی ہوتا ہی؟

ابوسفیان، نہین،

ہرقل، کبھی اوس نے دھوکا اور فریب دیا ہی،

ابوسفیان، نہین! البتہ اس دوران مین حال معلوم نہین، (ابوسفیان کا بیان ہی کہ اس سوال کے علاوہ اور کسی مین مجھے اپنی طرف سے ملانے کا موقع نہین ملا،)

ہرقل، اس شخص سے اور تملوگون سے کبھی کوئی جنگ بھی ہوئی ہی،

ابوسفیان، ہان،

ہرقل، اوس کا کیا نتیجہ رہا،

ابوسفیان، کبھی ہم غالب رہے اور کبھی وہ،

ہرقل، وہ تم کو کس چیز کا حکم دیتا ہے،

ابوسفیان، وہ کہتا ہی، تنہا خدائے واحد کی عبادت کرو، اس مین کسی کو شریک نہ کرو، اور

اپنے آبا و اجداد کے مذہب کو چھوڑ دو، نماز پڑھو خیرات کرو صلہ رحمی کرو، پاک دامن رہو،
اس گفتگو کے بعد ہرقل کو آنحضرت صلعم کی صداقت اور آپ کی نبوت کا پورا یقین ہوگیا، اور اُس نے بطارقہ
کے سامنے علی الاعلان آپ کی صداقت اور پیغمبری کا اعتراف کیا۔[1]

بنی خزاعہ اور بنی بکر کے قبائل مدتوں سے حریف چلے آرہے تھے، لیکن اسلام کے مقابلہ مین دونون متحد ہوگئے تھے، صلح حدیبیہ کے زمانہ مین بنی خزاعہ مسلمانون کے اور بنی بکر قریش کے حلیف ہوگئے، اس متضاد تحالف نے پھر دونوں کو ایک دوسرے کے خلاف کر دیا، اور بنی بکر نے عین حرم مین بنی خزاعہ پر حملہ کرکے انھین خوب قتل کیا، بنی خزاعہ کے ارکان آنحضرت صلعم کے پاس فریاد لیکر پہنچے، بنی خزاعہ آپ کے حلیف تھے، اس لئے صلح حدیبیہ کی رو سے ان پر قریش یا اون کا کوئی حلیف حملہ نہین کرسکتا تھا، چنانچہ آنحضرت صلعم نے قریش کے پاس ضمرہ کو یہ پیام دیکر بھیجا کہ یا بنی خزاعہ کے مقتولین کا خونبہا ادا کیا جائے یا قریش اون کی حمایت سے الگ ہوجائین، ورنہ اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا، یہ شرائط سنکر قرظہ ابن عمر نے کہا ہمکو تیسری صورت منظور ہے، ضمرہ نے آکر آنحضرت صلعم کو یہ جواب سنا دیا، قرظہ نے یہ جواب تو دیدیا، لیکن بعد مین جب قریش نے اس جواب اور اس کے نتائج پر غور کیا، تو بہت نادم ہوئے اور اسی وقت ابو سفیان کو حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کے لئے مدینہ بھیجا، انھون نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین جاکر کہا کہ ہم حدیبیہ کے موقع پر موجود نہ تھے، اس لئے چاہتے ہین کہ تم دوبارہ ہمارے سامنے اس معاہدہ کی تجدید کردو، اور اس کی مدت مین بھی اضافہ کردو، آپ نے پوچھا کیا تم مخصوص اسی کے واسطے آئے ہو، انھون نے کہا ہان، فرمایا اس درمیان مین کوئی جدید واقعہ تو نہین پیش آیا، ابو سفیان نے کہا پناہ بخدا ہم لوگ سابق معاہدہ پر قائم ہین اس مین کوئی تبدیلی نہین کی، آنحضرت صلعم اصل حقیقت سے واقف تھے، اس لئے تجدید معاہدہ پر راضی نہوئے لیکن ابو سفیان کسی نہ کسی طرح قریش کی غلطی کی تلافی چاہتا تھا، اس لئے آنحضرت صلعم سے جواب پانے کے

[1] بخاری،

بعد حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو درمیان مین ڈالنا چاہا، لیکن ان دونون بزرگون نے انکار کیا، ان کے انکار کے بعد وہ حضرت فاطمہ رضؓ کے پاس آیا اور اون سے کہا، اگر اس وقت حسنؓ درمیان مین پڑ کر محمد (صلعم) سے کہدے تو ہمیشہ کے لئے عرب کا سردار کہلائیگا، لیکن اس پر فاطمہ زہراؓ رضامند نہ ہوئین، ان سب سے مایوس ہوکر مہاجرین و انصار کے پاس جاکر کہا، لیکن سبنے صاف انکار کردیا، جب ہر جگہ مایوسی ہوئی، تو آخر مین حضرت علیؓ کے مشورہ سے مسجد نبوی مین کھڑے ہوکر خود سے تجدید معاہدہ کا اعلان کرکے مکہ لوٹ گیا،؎۱

فتح مکہ، ۸ھ مین جب آنحضرت صلعم نے تطہیر کعبہ کے لئے مکہ پر فوج کشی کا ارادہ کیا تو اُسے مخفی رکھنے کا اہتمام کیا لیکن مکہ مین آپ کی آمد کی خبرین پہنچ گئین اسوقت وہ مشرکین اور جابرہ قریش جنھون نے آپ کو نہایت بے کسی کی حالت مین اس ارض مقدس سے جلائے وطن کیا تھا، اپنے انجام سے بہت گھبرائے، کہ اب اسلام کے سیلاب کو روکنا اون کے بس سے باہر ہوچکا تھا، آنحضرت صلعم نے مکہ کے قریب پہنچکر مرظہران مین قیام فرمایا، ابوسفیان حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا تحقیقات کیلئے نکلے تھے دور سے دیکھا کہ مرظہران کا میدان رات کی تاریکی مین روشنی کی کثرت سے وادی ایمن بنا ہوا ہے، ابوسفیان نے کہا یہان عرفہ کی جیسی روشنی کیسے ہو رہی ہے بدیل نے کہا بنی عمرو آگ روشن کئے ہین، ابوسفیان نے اعتراض کیا کہ ان کی تعداد اتنی کہان ہے،؎۲

گو قریش نے مسلمانون پر بڑی ستم آرائیان کی تھین، پھر بھی وہ رسول اللہ صلعم اور اکثر اکابر صحابہ کے ہم خاندان تھے، اور ان مین اون کے اعزہ و اقربا موجود تھے، اس لئے حضرت عباسؓ کے دل مین خیال آیا کہ اگر آنحضرت صلعم مکہ مین داخل ہوگئے اور قریش نے پہلے سے جان و مال کی امان نہ لیلی تو سب تباہ ہوجائینگے چنانچہ وہ اس تلاش مین نکلے کہ اگر مکہ جانے والا کوئی آدمی مل جائے، تو اوس کی زبانی قریش سے کہلا بھیجین کہ رسول اللہ صلعم مرظہران تک پہنچ چکے ہین، وہ لوگ آکر جان بخشی کرالین، اتفاق سے حضرت عباسؓ اسی سمت گئے، جدھر ابوسفیان اور بدیل تھے، ابوسفیان کی آواز سنکر حضرت عباسؓ نے اسکو پکارا

؎۱ زرقانی ج۲ ص۲۹۳ تا ۳۳۸ ملخصاً، ؎۲ بخاری کتاب المغازی غزوہ فتح،

اوس نے آواز پہچان کر کہا ابوالفضل! حضرت عباسؓ نے فرمایا، ہان مین ہون، ابوسفیان بولا میرے
مان باپ فدا ہون تم یہان کہان، فرمایا رسول اللہ اور مسلمان آگئے ہین، ابوسفیان نے سراسیمہ ہوکر کہا
پھر کوئی تدبیر بتاؤ، حضرت عباسؓ نے اون کے ساتھیون کو لوٹا دیا اور انھین عفو تقصیر کیلئے اپنے ساتھ سوار کرکے
رسول اللہ صلعم کی خدمت مین لے چلے[1]

حضرت عباسؓ ابوسفیان کو لے تو چلے مگر وہ اشتہاری مجرم تھا اور تمام مسلمان اس سے خار کھاتے
تھے، روشنی کی کثرت اور بھی راز فاش کیے دیتی تھی، قدم قدم پر لوگ سوال کرتے کون ہے؟ لیکن پھر رسول اللہ
صلعم کا اونٹ اور حضرت عباسؓ کو دیکھ کر سمجھ جاتے کہ رسول اللہ صلعم کے چچا ہین، حضرت عباسؓ لوگون
کی نظرین بچاتے ہوئے آرہے تھے لیکن جب وہ حضرت عمرؓ کی فرودگاہ کے سامنے سے گذرے تو انھون نے
ابوسفیان کو پہچان لیا، اور جوش غضب مین بے تاب ہوکر چلائے او دشمن خدا! خدا کا شکر ہے کہ اس
بلا کسی عہد وپیمان اور ذمہ داری کے تجھ پر قابو دیدیا، لیکن حضرت عباسؓ ساتھ تھے، اسلئے حضرت عمرؓ سیدھے
آنحضرت صلعم کی خدمت مین گئے لیکن حضرت عباسؓ ان سے پہلے پہنچ چکے تھے حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ
یہ ابوسفیان ہے، خدا نے اس کو بغیر کسی عہد وپیمان کے ہمارے حوالہ کردیا ہے، اجازت دیجیے کہ اس دشمن خدا
کی گردن اڑادون، حضرت عباسؓ نے فرمایا یا رسول اللہ مین نے ان کو امان دیدی ہے، اور ابوسفیان کا
سر پکڑ کے بیٹھ گئے، حضرت عمرؓ برابر ابوسفیان کے قتل پر مصر تھے، ان کا اصرار دیکھکر حضرت عباسؓ نے فرمایا
عمرؓ اگر تمھارے قبیلہ کا کوئی شخص ہوتا تو تم ہرگز اتنا اصرار نہ کرتے لیکن تمکو بنی عبد مناف کی کیا پرواہ، حضرت
عمرؓ نے اس طنز کے جواب مین کہا عباسؓ! خدا کی قسم مجھ کو تمھارے اسلام کی اتنی خوشی ہوئی کہ اپنے باپ خطاب
کے اسلام لانے سے نہوتی، آنحضرت صلعم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا، اس وقت انھین لیجا کر اپنے پاس
سلاؤ، صبح کو فیصلہ کیا جائیگا[2]

[1] ابوداود کتاب الخراج والامارہ باب ماجاء فی فتح مکہ، [2] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۳ و ۲۳۴،

اس ارشاد پر حضرت عباسؓ ابو سفیان کو ساتھ لے گئے، رات بھر پاس رکھا، اور صبح کو حسب ہدایت بارگاہِ نبوی مین لاکر حاضر کیا، اس وقت اسلام اور مسلمانون کا سب سے بڑا دشمن، آنحضرت صلعم کے خون کا پیاسا جسنے آپ کی تحقیر و تذلیل اور جان لینے تک مین کوئی تامل نہ کیا تھا، مسلمانون کو طرح طرح کی اذیتین دی تھین، اسلام کے استیصال مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا، بیکس و لاچار اور بے حامی و مددگار بارگاہ رسالت مین حاضر تھا، اور رحمۃ للعالمین کے دامنِ عفو و کرم کے علاوہ دنیا مین اس کے لئے کوئی جاے پناہ نہ تھی، بارگاہ رسالت سے اس سنگین مجرم کیلئے قتل کی سزا نہین تجویز ہوتی، قیدخانہ کی چار دیواری مین بند نہین کیا جاتا، جلاے وطن کا حکم نہین ملتا، بلکہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کی عملی تفسیر ہوتی ہے، فرماتے ہین، ابو سفیان افسوس کا مقام ہے، کیا اب بھی وقت نہین آیا کہ خدا کی وحدانیت کا اقرار کرو، اس سوال پر وہ زبان جو معلوم نہین کتنی مرتبہ رسول اللہ کے دل پر تیر و نشتر لگا چکی تھی، یون گویا ہوتی ہے، "میرے مان باپ آپ پر فدا ہون، آپ کتنے بڑے شریف اور کتنے بڑے صلہ رحم کرنے والے ہین، خدا کی قسم اگر خدا کے سوا کوئی اور معبود ہوتا، تو آج میرے کام نہ آتا؟ پھر ارشاد ہوتا ہے، ابو سفیان تمھاری حالت قابلِ افسوس ہے، کیا اب بھی وہ وقت نہین آیا کہ تم مجھے خدا کا رسول مانو" جاہلی حمیت اور قومی عصبیت اب بھی اعترافِ رسالت کی اجازت نہین دیتی، جواب ملتا ہے، میرے مان باپ آپ پر فدا ہون، آپ کس قدر حلیم، کس قدر شریف اور کس قدر صلہ رحمی کرنے والے ہین، خدا کی قسم ابھی تک مجھ کو اس مین شک ہے، حضرت عباسؓ یہ جاہلی حمیت سنکر ڈانٹتے ہین" ابو سفیان اس سے پہلے کہ سر تن سے جدا ہو، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ لو، حضرت عباسؓ کی ڈانٹ پر ابو سفیان کلمۂ توحید پڑھتے ہین، اور وہ سرکش جو جاہلی رعونت سے خدا کے سامنے بھی نہ جھکتا تھا، آستانِ نبوی پر خم ہو جاتا ہے[1]، اور آنحضرت صلعم ابو سفیان کی جان بخشی کا اعلان فرماتے ہین، اور اون کے اس گھر کو جسمین بارہا مسلمانون کے خلاف سازشین ہو چکی تھین، رسول اللہ صلعم کے قتل کے مشورے ہو چکے تھے "من دخل دار ابی سفیان فھو امن" کے اعلان کرم سے بیت الامن قرار دیتے ہین،[2]

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۵، یہ واقعہ بخاری مین بھی ہے لیکن نہایت مختصر ہے، [2] مسلم کتاب الجہاد والسیر باب فتح مکہ،

قبول اسلام کے بعد جب حضرت عباسؓ ان کو لے کر لوٹنے لگے تو آنحضرت صلعم نے حضرت عباسؓ سے ارشاد فرمایا، کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لیجا کر کھڑا کر دو، کہ افواج الٰہی کا جلال اور مسلمانوں کی شوکت و عظمت کا تماشہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لین، اس ارشاد پر حضرت عباسؓ نے انھین لیجا کر کھڑا کر دیا، تھوڑی دیر کے بعد دریاے اسلام مین تلاطم پیدا ہوا، ہر ہر قبیلہ کے پرچم گذرنے لگے، پہلے غفار کا پرچم نظر آیا، پھر جہینہ، ہذیم، اور سلیم، یکے بعد دیگرے ہتھیارون مین ڈوبے تکبیر کے نعرے لگاتے ہوئے گذرے، سب سے آخر مین انصار کا قبیلہ اس شان سے پرچم لہراتا ہوا نکلا کہ ابوسفیان متحیر ہو گئے اور پوچھا یہ پرچم کس کا ہے، حضرت عباسؓ نے نام بتایا، دفعۃً سردار فوج حضرت سعد بن عبادہؓ ہاتھ مین علم لئے ہوئے برابر سے گذرے، اور ابوسفیان کو دیکھکر پکار اٹھے،

الیوم یوم الملحمۃ الیوم تستحل الکعبۃ　　آج گھمسان کا دن ہو آج کعبہ حلال کر دیا جائیگا،

ابوسفیان گھبرا گئے اور حضرت عباسؓ سے کہا آج میری حفاظت تمھارے اوپر فرض ہو،

سب سے آخر مین کوکبہ نمودار ہوا، حضرت زبیر بن عوامؓ کے ہاتھون مین علم تھا، آنحضرت صلعم ابوسفیان کے قریب سے گذرے، اور جمال مبارک پر اون کی نظر پڑی، تو باآواز بلند پکار کر کہا، آپ کو معلوم ہے ابھی سعد بن عبادہ کیا کہہ گئے ہین، پوچھا کیا، ابوسفیان نے بتایا، ارشاد ہوا غلط ہے، آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے آج اس پر غلاف چڑھایا جائیگا،[1]

غزوات | قبول اسلام کے بعد ابوسفیان سب سے اول غزوۂ حنین مین شریک ہوئے، آنحضرت صلعم نے حنین کے مال غنیمت سے انھین سو اونٹ مرحمت فرمائے، حنین کے بعد طائف کے محاصرہ مین شرکت کی جب طائف کے محصورین مسلمانون پر لوہے کی گرم سلاخین برسانے لگے، تو اس کے جواب مین مسلمانون نے اون کی انگور کی ٹٹیون کو نذر آتش کرنا شروع کیا، قریش کی بہت سی لڑکیان قبیلہ ثقیف مین بیاہی ہوئی تھین، خود ابوسفیان کی لڑکی آمنہ عروہ بن مسعود ثقفی کے عقد مین تھی، اس لئے ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ ثقیف سے گفتگو کرنے کے لئے گئے

[1] بخاری کتاب المغازی باب این رکز النبی صلعم الرایۃ یوم الفتح،

جنگ چھڑی ہوئی تھی، اس لئے عوتون نے گرفتاری کے خوف سے ملنے سے انکار کردیا، ابن الاسود ثقفی اپنے قبیلہ کے نہایت متمول شخص تھے انھون نے آکر کہا کہ اگر محمدؐ نے ہمارے سرسبز اور شاداب باغون کو تاراج کردیا تو پھر وہ کبھی آباد نہ ہوسکین گے، اس لئے تم دونون جاکر میرے لئے محمدؐ سے جان بخشی کا پروانہ حاصل کرلو، میری اور اون کی قرابت دیرینہ ہے، اس لئے انھین خدا اور صلہ رحمی کے واسطہ سے چھوڑ دینا چاہئے، آنحضرت صلعم نے اون کی درخواست منظور کرلی[1]، اس غزوہ مین ابوسفیان کی ایک آنکھ جاتی رہی اور جہاد فی سبیل اللہ کا پہلا تمغہ ملا[2]،

طایف کے بعد مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ بنی ثقیف کا صنم کدہ ڈھانے پر مامور ہوئے[3]، ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے نجران کا عامل بھی بنایا تھا، اور آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت وہ یہین تھے، لیکن واقدی اس کا منکر ہے[4]،

جنگ یرموک مین شرکت، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین شام کی فوجکشی مین اپنے پورے کنبہ کو لیکر شریک ہوئے خود یہ، ان کے بیٹے یزید، معاویہ اور ان کی بیوی ہندہ سب شریک تھے، یرموک کی جنگ مین انھون نے بڑا نمایان حصہ لیا جب مسلمانون پر رومیون کا ریلا زیادہ ہوا، تو ابوسفیان بارگاہ ایزدی مین فتح و نصرت کی دعا کرتے جاتے تھے اور مسلمانون کو ابھارتے جاتے تھے، کہ "اللہ اللہ تم لوگ عرب کا ہالہ اسکا حامی اور اسلام کے دست و بازو ہو، اور تمھارے حریف روم کا ہالہ اسکا حامی اور مشرکین کے مددگار ہین، خدایا آج کا دن تیرا دن ہے، اپنے عاجز بندون کی مدد فرما[5]، ان کی بیوی ہندہ مردانہ ہمت کیساتھ مسلمانون کو للکارتی تھین کہ مسلمانو! غیر مختونون کو لینا[6] اس غزوہ مین ابوسفیان کی دوسری آنکھ بھی جاتی رہی، اور وہ خدا کی راہ مین ظاہری بینائی سے محروم ہوگئے،

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۹۲ و ۲۹۳، [2] استیعاب ج ۲ ص ۷۱۰، [3] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۹، [4] استیعاب ج ۲ ص ۷۱۰، [5] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۱۷، [6] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۴۳،

وفات، حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت ۳۱ھ سے لیکر ۳۴ھ تک کسی سنہ میں وفات پائی تاکہ قت اٹھاسی سال کی عمر تھی حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، بعض روایتون کے مطابق خود امیر معاویہ نے نماز پڑھائی تھی،

حلیہ، حلیہ یہ تھا قد بلند وبالا، سر بڑا، رنگ گندم گون، دونون آنکھین راہ خدا مین جاتی رہی تھین، اس لئے غلام کے سہارے چلتے تھے،

اولاد، اولاد مین یزید اور معاویہ دو نامور بیٹے تھے، دونون نے تاریخ اسلام مین بڑا نام پیدا کیا، یزید نے شام کی فتوحات مین بڑے کارہائے نمایان کئے، اور امیر معاویہ تاریخ اسلام کے مشہور بادشاہ ہوئے کہا جاتا ہو کہ مشہور اموی عامل عبیداللہ کا باپ زیاد ابوسفیان کی زمانہ جاہلیت کی ناجائز اولاد تھا،

ذریعہ معاش، ابوسفیان قریش کے رئیس تھے، ان کا تجارتی کاروبار نہایت وسیع پیمانہ پر تھا، ان کا تجارتی مال شام تک جاتا تھا،

ایک ضروری بحث، کچھ بنی امیہ اور بنی ہاشم کی خاندانی چشمک اور کچھ ابوسفیان کے قبل از اسلام کے کارنامون نے ان کے متعلق عجیب وغریب روایتین مشہور کردی ہین، کہ وہ دل سے کبھی مسلمان نہین ہوئے، فتح مکہ مین محض جان کے خوف سے اسلام قبول کر لیا تھا، لیکن ان کے دل مین کبھی اسلام راسخ نہ ہوا، اور ان کی زندگی شروع سے آخر تک منافقانہ رہی، اور ان کے نفاق کے ثبوت مین بعض واقعات بھی بیان کئے جاتے ہین، ان مین سب سے زیادہ مشہور واقعہ یہ پیش کیا جاتا ہو، کہ جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو ابوسفیان نے حضرت علیؓ کے پاس جا کر کہا کہ قریش کا سب سے کمزور گھرانا تمہارے ہوتے ہوئے خلافت پر قابض ہوگیا، اگر تم کہو تو مین پیادون اور سوارون کا دریا بہادون، حضرت علیؓ نے فرمایا تم ہمیشہ اسلام کے دشمن رہے، لیکن تمہاری دشمنی اس کو ذرہ برابر بھی نقصان نہ پہنچا سکی، ہم لوگ ابوبکرؓ کو خلافت کا اہل سمجھتے ہین، اس کے بعد جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو ان سے آکر کہا کہ بنی تیم اور بنی عدی کے بعد اب تمہارے ہاتھون مین خلافت آئی اس لئے بنی امیہ کو بڑھانا چاہئے، لیکن حضرت عثمانؓ نے ڈانٹ کر خاموش کر دیا،

اولاً تو اس قسم کے جسقدر واقعات ہین کوئی بھی پایۂ ثبوت کو نہین پہنچتے چنانچہ علامہ ابن عبد البر ان واقعات کے متعلق لکھتے ہین لہ اخبار من نحو ھذا ردیة یعنی ابو سفیان کے متعلق اس قسم کے جسقدر واقعات ہین وہ لغو اور مہمل ہین[1]، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہین نقل عنہ من ھذا الجنس اشیاء کثیرۃ لا تثبت یعنی ابو سفیان کے اس قبیل کے بہت سے واقعات بیان کیے جاتے ہین، مگر کوئی بھی ثابت نہین ہین[2]،

لیکن بالفرض اگر اس قسم کے واقعات کو صحیح بھی مان لیا جائے تو ان سے اون کی اسلام دشمنی ثابت نہین ہوتی بلکہ زیادہ سے زیادہ اون کی خاندانی عصبیت کا ثبوت ملتا ہے، اور اس سے انکار نہین کہ بنی امیہ مین خاندانی تعصب تھا، اور اگر خاندانی عصبیت ہی نفاق کا ثبوت ہے، تو پھر ان لوگون کے متعلق کیا فیصلہ کیا جائیگا، جو حضرت ابو بکرؓ کے انتخاب کے وقت بلکہ اس کے بعد بھی دل مین حضرت علیؓ کی خلافت کے خواہان تھے، گو زبان سے نہ کہہ سکتے ہین؟ پھر اسلام کے بعد کی ابو سفیان کی زندگی خود اون کے مومن کامل ہونے کا ثبوت ہے، طائف مین ایک آنکھ کھوئی، شام کی لڑائیون مین مع بیوی بچون کے شریک ہوئے اور دوسری آنکھ بھی نذر کی،

۱۴۲ حضرت ابو شریحؓ

نام ونسب | ابو شریح کے نام مین بہت اختلاف ہے بعض خویلد بعض عمرو بعض کعب اور بعض ہانی بتاتے ہین، ابو شریح کنیت ہے اور اسی سے وہ مشہور ہین، نسب نامہ یہ ہے، خویلد بن عمرو بن صخر بن عبد العزی بن معاویہ بن محرش بن عمرو بن زمانہ بن عدی ابن عمرو بن ربیعہ خزاعی کعبی،

اسلام وغزوات | فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے فتح مکہ مین شریک تھے اور بنی کعب کا ایک نشان انکے ہاتھ مین تھا[3]

وفات | سنہ ۶۸ھ مین مدینہ مین وفات پائی[4]،

فضل وکمال | ابو شریح کا شمار عقلاے مدینہ مین تھا[5]، مذہبی علوم مین کوئی امتیازی حیثیت نہ رکھتے تھے، تاہم ان سے بیس

[1] استیعاب ج ۲ ص ۷۱۰، [2] اسد الغابہ جلد ۵ تذکرہ ابو سفیان، [3] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۲۲، [4] ایضاً، [5] استیعاب ج ۲ ص ۶۱۷،

حدیثین مروی ہین ان مین سے دو متفق علیہ ہین اور ایک مین امام بخاری اور ایک مین امام مسلم منفرد ہین، ابوسعید مقبری نافع بن جبیر وغیرہ نے ان سے روایتین کی ہین[1]،

تبلیغ فرمان رسول | ابو شریح بحیثیت صحابی رسول کے جس موقع پر بھی اور جس کی جانب سے بھی فرمان رسول کی مخالفت دیکھتے تو خواہ کیسی ہی طاقت نہ ہو اسے فوراً متنبہ کر دیتے عمرو بن زبیرؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ دونون بھائیون کے اختلافات کے زمانہ مین جب عمرو نے مکہ پر چڑھائی کی تو ابو شریح نے عمرو کو آنحضرت صلعم کے تحریم حرم کے حجۃ الوداع والے خطبہ کا حوالہ دیکر روکا، عمرو نے کہا بڑے میان آپ جاتے ہین آپ سے زیادہ حرم کی حرمت سے واقف ہون، حرم خون ریزی کرنے والون، باغیون اور جزیہ روکنے والون کو پناہ نہین دیتا، ابو شریح نے کہا مین تحریم حرم کے خطبہ کے وقت موجود تھا، اور تم نہ تھے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ جو لوگ موجود ہین وہ ان لوگون کو جو موجود نہین ہین، خبر کر دین، اس لئے مین نے تمکو خبر کر دی آیندہ تمھین اختیار ہے[2]، اسی طرح جس زمانہ مین عمرو بن سعید اموی عبد اللہ بن زبیرؓ کے مقابلہ کے لئے مکہ فوجین بھیج رہا تھا، تو اس کو بھی آنحضرت صلعم کا خطبہ سنایا، اس نے جواب دیا مین تم سے زیادہ واقف ہون، لیکن حرم، نافرمان، بھاگے ہوئے قاتل اور جزیہ روکنے والون کو پناہ نہین دیتا[3]،

فیاضی | ابو شریح نہایت فیاض اور دریا دل تھے، لوگون کو اپنی چیزون کے استعمال کی عام اجازت دے رکھی تھی، اور اعلان کر دیا تھا کہ جب تم دیکھو کہ مین اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار مین کھونٹی گاڑنے سے روکتا ہون تو مجھے مجنون سمجھو اور داغ کر میرا علاج کرو، اور جو شخص ابو شریح کا دودھ گھی اور میوہ وغیرہ پائے تو وہ اس کے لئے حلال ہے، اور اس کو بلا تکلف کھا پی سکتا ہے[4]،

---

[1] تہذیب الکمال ص ۴۵۲، [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۲۶، [3] سیرۃ ابن ہشام ج ۲، ص ۲۴۵،

[4] استیعاب ج ۲ ص ۶۷۱،

۱۴۳۔ حضرت ابو العاصؓ

نام و نسب ابو العاص کے نام مین بڑا اختلاف ہے، بعض لقیط، بعض مہشم اور بعض ہشیم بتاتے ہین، ابو العاص کنیت ہے، نسب نامہ یہ ہے، ابو العاص بن ربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشی،

ابو العاص حضرت خدیجہؓ کے بھانجے تھے، وہ انھین بہت محبوب رکھتی تھین، اور اپنا لڑکا تصور کرتی تھین، وہ نہایت متمول آدمی تھے، زمانۂ جاہلیت مین ان کا نہایت وسیع تجارتی کاروبار تھا، تجارت کیساتھ اونکی دیانت اور امانت بھی بہت مشہور تھی، ان کے اوصاف کیوجہ سے حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلعم سے خواہش کی، کہ حضرت فاطمہ زہراؓ کی بڑی بہن حضرت زینبؓ کو ان کے ساتھ بیاہ دیا جائے، آپ نزول وحی سے پہلے کسی معاملہ مین حضرت خدیجہؓ کی مخالفت نہ کرتے تھے اسلئے اون کی خواہش کے مطابق زینبؓ کی شادی ابو العاص کے ساتھ کردی،

آنحضرت صلعم کے دعویٰ نبوت کے وقت سب سے اول حضرت خدیجہ نے اس کی تصدیق کی، آپکے ساتھ آپ کی تمام صاحبزادیان جنمین حضرت زینبؓ بھی شامل تھین، پر تو اسلام سے مستنیر ہوئین، لیکن زینبؓ کے شوہر ابو العاص اپنے آبائی دین پر قائم رہے، اسی لئے جب ہجرت کا حکم ملا تو حضرت زینبؓ ہجرت نہ کرسکین[1]،

غزوۂ بدر مین ابو العاص مشرکین مکہ کے ساتھ تھے، چنانچہ مشرکین کے شکست کھانے کے بعد وہ بھی دوسرے قیدیون کے ساتھ گرفتار ہوئے، جن جن لوگون کے اعزہ گرفتار ہوئے تھے وہ سب فدیہ لیکر انھین چھڑانے کے لئے آئے، گو حضرت زینبؓ مسلمان ہوچکی تھین اور ابو العاص مشرک تھے تاہم وہ ابتک شوہر کے ساتھ تھین، اور ان کا دل ان کی محبت سے معمور تھا، شوہر کو قید و بند کی حالت مین نہ دیکھ سکین، آنحضرت صلعم عام قانون سے

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۷۷،

انھین مستثنیٰ نہین کرسکتے تھے، اس لئے حضرت زینبؓ نے کچھ نقدی اور ایک ہار جو انھین مرحومہ مان نے جہیز مین دیا تھا شوہر کے فدیہ مین بھیجا، آنحضرت صلعم کے سامنے یہ ہار پیش ہوا، تو آپ نے پہچان لیا، برہم شدہ بزم الفت یاد آگئی، اور حضرت خدیجہ صدیقہؓ کی یاد نے بے اختیار آنکھون سے آنسوؤن کی لڑی روان کردی، آپ نے مسلمانون سے فرمایا، اگر تم لوگ بغیر اس ہار کو لئے ہوئے ابوالعاص کو چھوڑ سکتے ہو، تو چھوڑ دو اور ہار واپس کردو، مسلمانون نے نہایت خوشی کے ساتھ منظور کرلیا، اور ابوالعاص رہا کردیئے گئے، مگر یہ وعدہ لے لیا گیا کہ وہ زینبؓ کو جو ابتک مکہ مین تھین مدینہ پہنچا دین، اور آنحضرت صلعم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو چند انصاری بزرگون کے ساتھ زینبؓ کو لانے کے لئے بھیجا۔[1]

جب یہ لوگ زینبؓ کو ساتھ لیکر روانہ ہوئے تو قریش مین چہ میگوئیان ہونے لگین انھون نے زینبؓ کا مدینہ سے چلا جانا اپنی سبکی تصور کیا، چنانچہ چند آدمیون نے جنمین ہبار بن اسود بہت پیش پیش تھا روکنا چاہا اور حضرت زینبؓ کو نیزہ دکھا کر دھمکایا، اس کی اس گستاخی پر ابوالعاص کے بھائی کنانہ کو جو حضرت زینبؓ کے ساتھ تھے، غصہ آگیا، انھون نے تیر نکالکر کہا خدا کی قسم جس نے آگے قدم بڑھایا وہ اس کا نشانہ بنے گا، یہ شور و غل سنکر ابوسفیان پہنچ گیا، اور کنانہ سے کہا تم نے بھی تو کمال کیا، محمد (صلعم) کی وجہ سے ہملوگون کو جو ذلتین اٹھانی پڑی ہین وہ تمکو معلوم ہین، اس کے باوجود تم اون کی لڑکی کو علانیہ ہمارے یہان سے لئے جا رہے ہو، خواہ مخواہ لوگ اپنی ذلت محسوس کرین گے، اگر تم کو لیجانا تھا تو خفیہ لیجاتے ہمکو روکنے کی ضرورت نہین تھی، ابھی لوگ برہم ہین، اس لئے کچھ توقف کرو جب لوگون کا غصہ ٹھنڈا ہو جائیگا تو چپکے سے لیکر چلے جانا، ابوسفیان کی اس سنجیدہ رائے پر دو تین دن کے لئے حضرت زینبؓ کا سفر ملتوی ہوگیا، جب لوگون کا جوش فرو ہوگیا تو ایک دن شب کو خفیہ مکہ سے لیکر نکل آئے، اور بچھڑی ہوئی لخت جگر آغوش پدر مین پہنچ گئی۔[2]

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۳۶، زینبؓ کے بھیجے جانے کی شرط کا ذکر ابوداؤد کتاب الجہاد باب فداء الاسیر بالمال مین ہے،

[2] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۷۱،

قریش کے پرجوش اور شرارت پسند اشخاص ابوسفیان کے سمجھانے بجھانے سے رک تو گئے تھے، اور حضرت زینبؓ کے لیجانے مین مزاحم نہ ہوئے لیکن اس ناکامی پر دل مین سخت پیچ و تاب کھا رہے تھے، بدر کے بعد آنحضرت صلعم کے مقابلہ مین گویا یہ دوسری شکست تھی اس لیے اس کے انتقام مین حضرت زینبؓ کی روانگی کے بعد ابوالعاص کے پاس قریش کا ایک وفد پہنچا، اور اون سے خواہش کی کہ تم اپنی بیوی کو چھوڑ دو، اس کے بدلہ مین قریش کی جس عورت کو پسند کرو، اس کے ساتھ تمھاری شادی کردیجائیگی، ابوالعاص گو اپنے مذہب پر قائم تھے لیکن اون کا دل بیوی کی محبت سے معمور تھا، اس لئے اُنھون نے جواب دیا خدا کی قسم مین ہرگز اپنی بیوی کو نہین چھوڑ سکتا، قریش کی کوئی عورت ان کا بدل نہین ہو سکتی، اون کا یہ صاف جواب سنکر قریش لوٹ گئے،[1]

ابوالعاص رہائی کے بعد پھر اپنے تجارتی مشاغل مین مصروف ہوگئے تھے، فتح مکہ سے کچھ دنون پیشتر قریش کا سامان تجارت لیکر شام گئے، وہان سے واپسی مین راستہ مین مسلمانون نے روک کر اون کا کل مال و متاع چھین لیا جب مسلمان لوٹ گئے، تو ابوالعاص اپنا مال حاصل کرنے کے لئے خفیہ حضرت زینبؓ کے پاس پہنچے، حضرت زینبؓ کو ابتک ان سے وہی محبت تھی، انھون نے اون کو اپنے دامن حمایت مین لیلیا، اور صبح کو جب مسلمان نماز پڑھنے کے لئے گئے تو زینبؓ نے باواز بلند اعلان کیا کہ مسلمانو مین نے ابوالعاص کو پناہ دیدی ہے، آنحضرت صلعم نے سلام پھیرنے کے بعد فرمایا لوگو تم نے کچھ سنا سب نے عرض کیا ہان سنا آپنے لوگون کی بدگمانی دور کرنے کے لئے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین محمدؐ کی جان ہے، اس سے پہلے مجھے اس واقعہ کا کوئی علم نہ تھا، ابوالعاص مسلمانون سے پناہ کا خواہان ہے اس کے بعد آپ کاشانہ اقدس پر تشریف لائے اور حضرت زینبؓ سے فرمایا، جان پدر اپنے شوہر کی خاطر و مدارات مین کوئی کمی نہ کرو، مگر تم قانون اسلام کی رو سے ان پر حرام ہو، حضرت زینبؓ کو یہ ہدایت دیکر پھر باہر تشریف لائے اور مسلمانون سے فرمایا کہ تم لوگ میری اور

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۷۶،

ابوالعاص کی قرابت سے واقف ہو، ان کا جو مال تمھارے قبضہ مین ہو، اگر اوس کو احسان کرکے واپس کردو تو زیادہ بہتر ہے، اور اگر نہ واپس کرو تو وہ خدا کا عطیہ اور تمھارا حق ہو، مجھ کو کوئی اعتراض و اصرار نہین ہو، آنحضرت صلعم کا منشا معلوم کرنے کے بعد کون مسلمان اس کے خلاف عمل کر سکتا تھا، سب نے یک زبان ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! ہم سب واپس کرنے کو تیار ہین، چنانچہ ابوالعاص کو ان کا کل مال بجنسہ واپس مل گیا، اور اس مین کوئی معمولی چیز بھی باقی نہ رہی، وہ یہ مال لیکر مکہ گئے اور جن جن لوگون کا جو جو سامان تھا سب کو پہنچا دیا، اور حساب کتاب چکانے کے بعد پوچھا اب تو کسی کا مال باقی نہین ہو، سب نے کہا نہین خدا تم کو جزاے خیر دے ہم نے تم کو وعدہ وفا کرنے والا اور کریم پایا،

اسلام سب کو مطمئن کرنے کے بعد کلمۂ شہادت پڑھکر ببانگ دہل اپنے اسلام کا اعلان کیا اور کہا مین مدینہ ہی مین مسلمان ہو گیا ہوتا، لیکن محض اس خیال سے کہ تملوگون کو یہ بدگمانی نہ ہو کہ مین نے تمھارا مال ہضم کرنے کے لیے اسلام قبول کیا ہے، اب تک رکا رہا، اب جبکہ خدا نے مجھکو تمھارے حساب و کتاب اور تمھارے بار سے سبکدوش کر دیا، اسوقت مین نے اسلام ظاہر کیا،

مکہ مین اسلام کا اعلان کرکے مدینہ واپس آئے، اور یہان باقاعدہ مشرف باسلام ہوئے ان کے قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلعم نے حضرت زینب رض کے ساتھ ان کے نکاح کی تجدید نہین کی بلکہ گذشتہ نکاح برقرار رکھا لیکن بعض روایتون کی رو سے تجدید فرمائی تھی [1]

مکہ کی واپسی اور غزوات ابوالعاص رض کا تجارتی کاروبار مکہ مین تھا اس لئے وہ مدینہ مین قیام نہ کر سکتے تھے، چنانچہ قبول اسلام کے بعد وہ آنحضرت صلعم سے اجازت لے کر پھر مکہ لوٹ آئے، مکہ کے قیام کی وجہ سے انھین غزوات مین شرکت کا موقع نہ مل سکا، صرف ایک سریہ مین جو سنہ ۱۰ھ مین حضرت علی رض کی سرکردگی مین یمن بھیجا گیا تھا، شریک ہو سکے [2] حضرت علی رض نے یمن سے واپسی مین انھین یمن کا عامل بنایا تھا،

---

[1] یہ تمام تفصیلات مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۳۶ و ۲۳۷ و استیعاب ج ۲ ص ۶۹۲ سے ماخوذ ہین [2] اصابہ ج ۷ ص ۱۱۹،

وفات، حضرت زینبؓ کا انتقال آنحضرت صلعم کی حیات ہی مین ہوچکا تھا ابو العاص بھی ان کے بعد زیادہ دنون تک زندہ نرہے اور ذیحجہ ۱۳ھ مین انتقال کر گئے[۱]

اولاد، حضرت زینبؓ کے بطن سے ابو العاص کے دو اولادین ہوئین علی اور امامہ علی کا انتقال صغرسنی مین ہوگیا تھا امامہ زندہ رہی، مرحومہ بیٹی کی یادگار کی حیثیت سے آنحضرت صلعم کو امامہ سے بہت محبت تھی، اس کو آپ جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، ہروقت پاس رکھتے تھے، نماز کی حالت مین بھی جدا نہ کرتے تھے حدیثون مین اسی لڑکی کے متعلق آتا ہے، کہ نماز کی حالت مین آپ اس کو گود مین لئے رہتے تھے، رکوع کرتے وقت بٹھا دیتے تھے، اور کھڑے ہوتے وقت پھر اٹھا لیتے تھے[۲] حضرت فاطمہؓ کے انتقال کے بعد حضرت علیؓ نے اس لڑکی سے شادی کرلی تھی[۳]

عام حالات، ابو العاص گو ظہور اسلام کے بعد بہت دنون تک شرک کی تاریکی مین مبتلا رہے لیکن اون کو اسلام اور مسلمانون سے کوئی عناد نہ تھا، اور رسول اللہ کو ہر حالت مین ان سے یکسان محبت رہی چنانچہ اس زمانہ مین بھی جب کہ ابو العاص اسلام نہین لائے تھے، آپ اون کا تذکرہ بھلائی ہی کے ساتھ کرتے تھے[۴]

۱۴۴ حضرت ابو عامر اشعریؓ

نام ونسب، عبید نام، ابو عامر کنیت نسب نامہ یہ ہے، عبید بن سلیم بن حضار بن حرب بن عامر بن عنز بن بکر ابن عامر بن عذر بن وائل بن ناجیہ بن جماہر بن اشعر بن اود بن زید بن یشجب اشعری، ابو عامر مشہور صحابی حضرت ابو موسی اشعریؓ کے چچا تھے،

اسلام، ابو عامر آغاز دعوت اسلام مین اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے، بعض ارباب سیر نے انھین مہاجرین کے زمرہ مین شامل کیا ہے، لیکن یہ صحیح نہین ہے،

---

[۱] استیعاب ج ۲ ص ۶۹۲ [۲] بخاری کتاب الصلوٰۃ، [۳] استیعاب ج ۲ ص ۶۹۲، [۴] اصابہ ج ۷ ص ۱۲۰،

غزوات | قبولِ اسلام کے بعد ابو عامر سب سے اول غزوۂ فتح مین نظر آتے ہین[۱]، فتحِ مکہ کے بعد غزوۂ حنین مین شریک ہوئے، حنین کی جنگ ختم ہونے کے بعد بنی ہوازن کی ہزیمت خوردہ فوج اوطاس مین جا کر جمع ہوئی تھی اور درید بن صمہ بہت سی فوج لیکر اوطاس پہنچ گیا تھا، اس لئے آنحضرت صلعم نے ان کے استیصال کے لئے ابو عامر کی ماتحتی مین تھوڑی سی فوج بھیجدی، ابو عامر اور درید بن صمہ کا مقابلہ ہوا، ابو عامر نے ایک ایک کرکے نو مشرکون کو واصلِ جہنم کیا[۲]، آخر مین علا اور اوفی کے بیٹون نے اون پر تیر برسانا شروع کر دیے، ایک تیر ابو عامر کے گھٹنے اور ایک سینہ پر آکر لگا، ابو عامر گر گئے، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ لپکے اور پوچھا چچا کس نے تیر مارا، ابو عامر نے اشارہ سے بتایا، قاتل بھاگا، ابو موسیٰؓ نے غیرت دلا کر روکا اور بڑھکر اوس کا کام تمام کر دیا، اور واپس آکر حضرت ابو عامر کو خوشخبری سنائی کہ آپ کا قاتل مارا گیا، تیر ابھی تک ابو عامر کے جسم مین پیوست تھا، ابو موسیٰؓ کو حکم دیکر اسے نکلوایا، تیر نکلتے ہی زخم سے پانی جاری ہو گیا، ابو عامر زندگی سے مایوس ہو گئے اور ابو موسیٰ سے کہا حضور کی خدمت مین جا کر عرض کرنا، کہ میرے لئے دعائے مغفرت فرمائین یہ وصیت کرکے ابو موسیٰؓ کو اپنا قائم مقام بنا کر جان بحق ہو گئے، ابو موسیٰ نے درید بن صمہ کو قتل کرکے مشرکون کو شکست دی، شکست دینے کے بعد واپس ہوئے اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر پوری کیفیت سنائی اور ابو عامر کی دعائے مغفرت کی درخواست پیش کی، آپ نے اسی وقت پانی منگا کر وضو فرمایا، اور دونون ہاتھ اٹھا کر دعا کی، خدایا میرے خاطر عبید ابو عامر کی مغفرت فرما، اور قیامت کے دن اپنی مخلوق مین انکو سربلند فرما[۳]

ابو عامر نے شہادت کے وقت وصیت کر دی تھی کہ میرے اسلحہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین پیش کر دینا، اس وصیت کے مطابق ابو موسیٰؓ نے اون کا گھوڑا اون کے اسلحہ اور اون کے تمام متروکات آنحضرت صلعم کی خدمت مین پیش کر دیئے، آنحضرت صلعم نے انھین اون کے صاحبزادے کو واپس کر دیا[۴]،

فضل و کمال | حضرت ابو عامرؓ کبار صحابہ مین تھے[۵]،

[۱] ابن سعد ق ۲ ج ۴ ص ۵۷، [۲] ایضاً و ابن ہشام ج ۲ ص ۲۷۲، [۳] بخاری کتاب المغازی غزوۂ اوطاس [۴] ابن سعد ق ۲ ج ۴ ص ۵۷، [۵] استیعاب ج ۲ ص ۶۹۵،

۱۴۵۔ حضرت ابو عسیب رضؓ

نام ونسب، احمر نام، ابو عسیب کنیت نسب وخاندان کے متعلق یہ شرف کافی ہے کہ آقائے دو عالمؐ کے غلام تھے،

اسلام، ان کے اسلام کا زمانہ متعین نہین، فتح مکہ سے پہلے کسی وقت مشرف باسلام ہوئے، بصرہ آباد ہونے کے بعد یہان مستقل سکونت اختیار کرلی تھی، ابن سعد نے مصری صحابہ کے زمرہ مین لکھا ہی، اور غالباً اسی سرزمین مین آسودۂ خاک ہوئے، وفات کا زمانہ بھی متعین نہین ہی،

فضائل اخلاق غلامی کے شرف اور فیض صحبت نے مذہب کا نہایت گہرا رنگ چڑھا دیا تھا، اور وہ اسلام کا زندہ پیکر بن گئے تھے، شروع سے آخر تک ایک رنگ پر قائم رہے، آخر دم تک جب ضعف پیری نے قویٰ مضمحل کردیئے تھے مذہب کے کسی معمول مین بھی فرق نہ آیا، اور چاشت کی نماز تک ناغہ نہ ہوئی، کھڑے ہونے کی طاقت نہ تھی اسلئے بیٹھ کر پڑھتے تھے، تین دن کا مسلسل روزہ رکھتے تھے، ہر مہینہ کی چاندنی رات کی تاریخون مین روزہ رکھتے تھے[1]

جب تک پیرون مین طاقت رہی جمعہ کی نماز ناغہ نہ ہوئی، لوگونکو تلقین کرتے تھے کہ جب تک تندرستی قائم ہو اور چلنے پھرنے کی طاقت باقی ہو اس وقت تک جمعہ نہ چھوڑنا، یہ نماز فریضۂ حج کے برابر ہی[2]

معمولی سی معمولی باتون مین اسوۂ نبوی صلعم کو پیش نظر رکھتے تھے، ہمیشہ موٹے برتن مین پانی پیتے تھے، ایک شخص نے کہا، آپ ہلوگون کی طرح پتلے برتن مین کیون نہین پیتے فرمایا مین نے رسول اللہ صلعم کو ایسے ہی برتن مین پیتے دیکھا ہے، پھر مجھے کیا مانع ہوسکتا ہی[3]

---

[1] ابن سعد ج ۷، ق اول ص ۴۲، [2] ایضاً، [3] ایضاً،

شرفِ صحابیت، علامی اور زہد و تقویٰ گوناگون خصوصیات کی وجہ سے لوگ اون کی خدمت کرنا باعث فخر سمجھتے تھے اور اپنے ہاتھوں سے انکے ناخن اور مونچھون کے بال تراشتے تھے[1]

۱۴۶ حضرت ابو عمرو بن حفص رض

نام و نسب۔ عبد الحمید نام، ابو عمرو کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ابو عمرو بن حفص بن عمرو بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر و بن مخزوم، قرشی مخزومی،

اسلام و غزوات۔ فتح مکہ کے بعد مشرف باسلام ہوئے ۱۰ھ میں آنحضرت صلعم نے انکو حضرت علیؓ کیساتھ ایک سریہ میں یمن بھیجا[2]

عہد فاروقی۔ ابو عمرو نہایت جری اور بے باک تھے جو بات حق سمجھتے تھے اس کے اظہار میں بڑی سے بڑی شخصیت کے مقابلہ مین بھی نہ جھجکتے تھے، اور برملا اسے ظاہر کرتے تھے حضرت خالد بن ولیدؓ کی معزولی کے معاملہ مین وہ حضرت عمرؓ کی رائے صحیح نہین سمجھتے تھے، چنانچہ نہایت سختی کیساتھ اسکو حضرت عمرؓ کے سامنے ظاہر کیا، اور کہا عمر! تمھارا کوئی عذر قابل قبول نہین ہوسکتا تم نے ایسے عامل کو معزول کیا جسے رسول اللہ نے مقرر کیا تھا تم نے ایسی تلوار نیام مین کی جسکو خدا نے بے نیام کیا تھا، تم نے ایسا علم سرنگون کیا جسکو آنحضرت صلعم نے بلند کیا تھا تم نے قطع رحم کیا، تم کو اپنے ابن عم (خالد) پر رشک تھا حضرت عمرؓ نے انکی اس پر جوش تقریر کا نہایت مکمل اور شافی جواب دیا[3]،

وفات۔ ان کے زمانۂ وفات مین اختلاف ہے، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ حیات نبوی ہی مین جب آپ نے حضرت علیؓ کیساتھ انکو یمن بھیجا تھا وفات پاگئے، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ فاروقی عہد تک زندہ تھے اور شام کی فتوحات مین شریک تھے، دوسری روایت زیادہ صحیح ہے، اوپر کے واقعہ سے بھی اسی کی تصدیق ہوتی ہے،

فضل و کمال۔ فضل و کمال مین کوئی قابل ذکر شخصیت نہ تھی، تاہم حدیث کی کتابون مین انکی روایتین موجود ہین، ناشرہ ابن سمی نے ان سے روایت کی ہے[5]،

---

[1] ابن سعد ج ۶ ق اول ص ۴۴، [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۶۲، [3] ایضاً، [5] تہذیب الکمال ص ۴۴۶،

۱۴۷۔ حضرت ابو مالک اشعری رضؓ

نام ونسب۔ ابو عامر کے نام میں بڑا اختلاف ہے، بعض کعب بعض عبید اور بعض عمرو لکھتے ہیں، ابو عامر کنیت ہی مشہور قبیلہ بنی اشعر کے رکن رکین تھے،

اسلام وغزوات۔ اپنے قبیلہ کے آدمیوں کے ساتھ غزوۂ خیبر کے زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے، قبول اسلام کے بعد بعض غزوات میں بھی شریک ہوئے، چنانچہ حنین میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، جب بنی ہوازن شکست کھاکر منتشر ہوئے، تو آنحضرت صلعم نے ابو مالک کی ماتحتی میں سواروں کا ایک دستہ ان کے حالات کا پتہ لگانے کے لئے بھیجا[۱]

حجۃ الوداع میں بھی آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے، چنانچہ خطبۂ الوداع کے بعض حصے ان سے مروی ہیں[۲]،

وفات۔ حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی[۳]

فضل وکمال۔ ان سے ستائیس حدیثیں مروی ہیں[۴] عبد الرحمن بن غنم، ابو صالح اشعری، ربیعہ بن عمرو جرشی اور شریح بن عبید الحضرمی وغیرہ نے ان سے روایتیں کی ہیں[۵]

ایک اشتباہ۔ اس کنیت کے دو بزرگ صحابی ہیں، لیکن دونوں کے حالات باہم اس قدر مخلوط اور مشتبہ ہیں کہ ان میں فرق کرنا دشوار ہے، ارباب سیر کو بھی ان کے حالات میں دھوکا ہوگیا ہے، تاہم حافظ ابن حجر نے ان میں باہم امتیاز پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، مگر ان کے بیان سے بھی پورے طور سے رفعِ اشتباہ نہیں ہوتا،

۱؎ ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۲۷، ۲؎ اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۸۸، ۳؎ تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۱۸، ۴؎ تہذیب الکمال ص ۴۵۹، ۵؎ تہذیب التہذیب حوالۂ مذکور،

۱۴۸۔ حضرت ابو محجن ثقفیؓ

نام ونسب عمرو نام، ابو محجن کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عمرو بن حبیب بن عمرو بن عمیر بن عوف بن عقدہ بن غیرہ بن عوف ثقفی، عمرو زمانۂ جاہلیت کے مشہور بہادروں میں تھے،

اسلام، ۹ھ میں اپنے قبیلہ بنی ثقیف کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے،[۱]

جنگِ قادسیہ عمرو نہایت شجاع و بہادر تھے لیکن بہت آخر میں اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے تھے اس لئے حیاتِ نبویؐ میں کوئی کارنامہ دکھانے کا موقع نہ ملا، ان کے کارناموں کا آغاز عہد فاروقی سے ہوتا ہے جس زمانہ میں ایران پر فوجکشی ہوئی اتفاق سے اسی زمانہ میں حضرت عمرؓ نے انھیں ایک جرم میں قید کردیا تھا، فوجکشی کا حال سنکر ابو محجن کی رگِ شجاعت پھڑک اٹھی، وہ کسی طرح قید میں نہ رہ سکے اور کسی طرح قیدخانہ سے نکل گئے اس وقت قادسیہ کی جنگ چھڑ چکی تھی، ابو محجن سیدھے قادسیہ پہنچے، حضرت عمرؓ کو ان کے فرار کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اسلامی افواج کے سپہ سالار حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو اون کی گرفتاری کا حکم لکھ بھیجا انھوں نے گرفتار کرکے قید کردیا، اس وقت جنگ چھڑ چکی تھی، ابو محجن لڑائی کے واقعات سن سنکر میدانِ جنگ میں پہنچنے کے لئے بیقرار ہو جاتے تھے، مگر بیڑیوں نے پاؤں پکڑ رکھے تھے اس لئے مجبور تھے، آخر میں ضبط نہ ہو سکا، ایک دن سعد بن ابی وقاصؓ کی بیوی سلمٰی سے کہا کہ مجھ پر رحم کرکے میری بیڑیاں کاٹ دو اور سعد کا گھوڑا مجھے دیدو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر زندہ بچ گیا، تو خود آکر بیڑیاں پہن لونگا، سلمٰی نے انکار کیا، ان کے انکار پر ابو محجن اور زیادہ شکستہ خاطر ہوئے، لیکن ولولۂ جہاد چین نہ لینے دیتا تھا، اپنی معذوری پر نہایت دردانگیز اشعار پڑھ

---

[۱] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۹۰،

پڑھکر دل کی بھڑاس نکالنے لگے، یہ رقت انگیز اشعار سنکر سلمٰی کا دل پسیج گیا، انھون نے بیڑیان کھول دین اور شوہر کا گھوڑا انھین دیدیا، ابو محجن اسی وقت گھوڑا کدلاتے ہوئے میدانِ جنگ مین پہنچے اور تکبیر کا نعرہ لگا کر حملہ آور ہوگئے اور اس زور شور سے لڑے کہ جدھر نکل جاتے تھے ایرانی فوجین درہم برہم ہوجاتی تھین، یہ غیر معمولی شجاعت دیکھکر لوگ عش عش کرتے تھے، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ عرق النسا کی وجہ سے خود میدانِ جنگ مین نہ جاسکتے تھے، اور ایک مقام سے بیٹھے ہوئے لڑائی کا رنگ دیکھ رہے تھے، ابو محجن کی بہادری دیکھ دیکھکر تعجب کر رہے تھے لیکن انھین یہ نہ معلوم تھا کہ ابو محجن قید سے چھوٹ کر میدانِ جنگ مین پہنچ گئے، اس لئے کہہ رہے تھے کہ اگر ابو محجن قید مین نہ ہوتے تو وہی ہوسکتے تھے، گھوڑا بھی میرا ہی معلوم ہوتا ہے، اختتامِ جنگ کے بعد ابو محجن نے لوٹ کر بیڑیان پاؤن مین ڈال لین[1]،

حضرت سعدؓ گھر واپس آئے اور بیوی کو جنگ کے حالات سنانے لگے، اسی سلسلہ مین انھون نے کہا آج میدانِ جنگ مین خدا نے ایک عجیب شخص بھیجدیا تھا، اگر ابو محجن قید نہ ہوتے تو مین سمجھتا کہ وہی ہوسکتے ہین، یہ سنکر بیوی نے سارا قصہ سنادیا، سعد نے اسی وقت ابو محجن کو قید سے رہا کردیا، اور ان سے کہا مین کبھی تمھارے جیسے شخص پر حد جاری نہین کرسکتا، ابو محجن نے بھی اس وقت سے اپنی کمزوری سے توبہ کرلی[2]،

وفات، آذربیجان مین وفات پائی، سنہ وفات متعین نہین ہے،

فضائل اخلاق صاحب اسد الغابہ لکھتے ہین، کان شجاعًا کریمًا جوادًا، شاعر بھی تھے[3]، چنانچہ قید کی حالت مین جو اشعار پڑھتے تھے، وہ ان کے طبعزاد تھے،

---

[1] فتوح البلدان بلاذری نے اس واقعہ کو نہایت مختصر لکھا ہے، ہم نے تفصیلات استیعاب سے نقل کی ہین، کتاب مذکور ج ۲ ص ۶۸۲، [2] ایضًا، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۹۰،

۱۴۹۔ حضرت ابو محذورہؓ

نام ونسب | نام مین بڑا اختلاف ہے بعض اوس بعض سمرہ اور بعض سلمان بتاتے ہین، ابو محذورہ کنیت ہے نسب نامہ یہ ہے، اوس بن معیر بن لوذان بن ربیعہ بن عریج بن سعد بن جمح قرشی جمحی،

اسلام | سنہ مین مشرف باسلام ہوئے، اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ ابو محذورہ سنہ مذکور مین چند مشرکین کے ساتھ کہین جارہے تھے ٹھیک اسی وقت آنحضرت صلعم غزوۂ حنین سے واپس تشریف لارہے تھے، راستہ مین ایک مقام پر منزل ہوئی موذن نبوی نے نماز کے لئے اذان دی، ابو محذورہ کے ساتھیون نے اذان کی آواز سنی تو بطور مضحکہ اس کی نقل اتارنے لگے، ابو محذورہ نے بھی نقل اتاری، ان کی آواز نہایت دلکش تھی، اس لئے مضحکہ مین بھی اس کی دلکشی باقی رہی، آنحضرت صلعم نے آواز سن کر اذان دینے والون کو بلا بھیجا، یہ لوگ آئے آپ نے پوچھا ابھی کس نے بلند آواز سے اذان دی تھی، ابو محذورہ کے ساتھیون نے ان کی طرف اشارہ کر دیا، آپ نے سبکو واپس کر دیا اور انھین روک لیا، اور اذان دینے کی فرمایش کی، ابو محذورہ کو یہ فرمایش بہت گراں گذری لیکن انکار کی جرات نہ تھی، ان کو اذان سے پوری واقفیت نہ تھی اسلئے آنحضرت صلعم نے انھین بتایا، انھون نے آپ کی زبان سے سنکر اسی کو دہرادیا، زبان نبوت کا یہ اعجاز تھا، کہ اس مرتبہ اذان دینے مین زبان کے ساتھ دل بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پکار اٹھا، اور ابو محذورہ جو ابھی چند ساعت پہلے اذان کا مضحکہ اڑاتے تھے، اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے، آنحضرت صلعم نے انھین ایک تھیلی مین تھوڑی سی چاندی مرحمت فرمائی اور ان کی پیشانی سے لیکر ناف تک دست مبارک پھیر کر برکت کی دعا دی[1]،

یا ابو محذورہ اذان کا مضحکہ اڑاتے تھے، یا دفعۃً یہ قلب ماہیت ہوئی کہ آنحضرت صلعم سے درخواست کی

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۶۸۰،

یارسول اللہ صلعم، مجھے مکہ میں اذان دینے کی اجازت مرحمت ہو، آپ نے اجازت دی، اجازت لیکر وہ مکہ چلے گئے، اس وقت ان کا دل محبت نبویؐ سے معمور ہو چکا تھا، مکہ جاکر آنحضرت صلعم کے عامل عتاب بن اسید کے یہاں اترے، اور مستقل اذان دینے کی خدمت انجام دینے لگے[1] فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلعم نے انھیں مکہ کا مستقل موذن بنا دیا[2]، ان کی اذان اور خوش الحانی کو اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ شعراء اس کی قسم کھاتے تھے، ایک قریشی شاعر کہتا ہے۔

اما ورب الکعبۃ المستورہ — وما تلا محمد من سورہ

"پردہ پوش کعبہ کے رب اور محمد صلعم کی تلاوت کردہ سورتوں"

والنغمات من ابی محذورہ — لافعلن فعلہ مذکورہ

"اور ابی محذورہ کے نغموں کی قسم میں یہ کام ضرور کروں گا"

وفات ابو محذورہ مکہ کے موذن تھے، اس لئے ہمیشہ یہیں رہے، اور یہیں امیر معاویہ کے عہد خلافت ۵۹ھ میں وفات پائی، بعض روایتوں میں ۷۹ھ میں وفات کا ذکر ہے، لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے[3] وفات کے بعد ایک لڑکا عبدالملک یادگار چھوڑا،

فضل وکمال ان کی دستار فضیلت کا سب سے بڑا طرۂ امتیاز یہی ہے کہ وہ نہایت خوش آواز موذن تھے، حدیث نبوی سے بھی تہی دامن نہ تھے، حدیث کی کتابوں میں ان کی مرویات موجود ہیں، مسلم میں بھی ایک روایت ہے[4] ان کے گھر کے لوگوں میں ان کے لڑکے عبدالملک، پوتے عبدالعزیز اور بیوی ام عبدالملک نے ان سے روایتیں کی ہیں، بیرونی رواۃ میں عبداللہ بن محیریز، اسود بن یزید النخعی، سائب مکی، اوس بن خالد، عبداللہ بن عبیداللہ اور ابو سلمان قابل ذکر ہیں[5]،

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۶۸۰، [2] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۲۳، [3] اصابہ تذکرۂ ابو محذورہ، [4] تہذیب الکمال ص ۴۵۹، [5] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۲۳،

۱۵۰۔ حضرت ابو واقد لیثیؓ

نام ونسب۔ حارث نام، ابو واقد کنیت، نسب نامہ یہ ہے، حارث بن مالک بن اسید بن جابر بن حوثرہ بن عبد مناۃ بن الاشجع بن لیث اللیثی۔

اسلام وغزوات۔ ابو واقد ہجرت کے ابتدائی سنون مین مشرف باسلام ہوئے، قبول اسلام کے بعد سب اول بدر عظمیٰ مین انکی تلوار بے نیام ہوئی، چنانچہ خود اون کا بیان ہے کہ مین نے بدر مین ایک مشرک کا تعاقب کیا مگر قبل اس کے کہ میرا وار ہو ایک دوسرے مسلمان نے اُس کا کام تمام کر دیا[۱] بعض ارباب سیر اون کی بدر کی شرکت کی روایت مشتبہ شمار کرتے ہین، بدر کے بعد صلح حدیبیہ فتح مکہ اور حنین وغیرہ مین شریک ہوتے رہے،

ساری عمر مدینہ مین قیام رہا وفات سے کچھ دنون پیشتر مکہ چلے گئے تھے،

جنگ یرموک۔ شام کی فوج کشی مین مجاہدانہ شریک ہوئے، اس سلسلہ کی مشہور جنگ یرموک مین موجود تھے[۲]

وفات۔ مکہ کی خاک پاک مقدر مین تھی، اسلئے آخر عمر مین مکہ چلے آئے اور آنے کے ایک سال بعد ۶۸ھ مین اسی ارض پاک مین پیوند خاک ہو گئے، وفات کے وقت باختلاف روایت ۷۵ یا ۸۵ سال کی عمر تھی[۳]

اولاد۔ وفات کے بعد دو لڑکے واقد اور عبد الملک یادگار چھوڑے،

فضل وکمال۔ فضل وکمال مین کوئی امتیازی پایہ نہ تھا تاہم اعمال واقوال نبوی سے باخبر تھے، آنحضرت صلعم کے اعمال کے بارہ مین کبھی کبھی حضرت عمرؓ ان سے استفادہ کرتے تھے، ایکمرتبہ آپ کو یہ معلوم کرنے کی ضرورت پیش آئی کہ آنحضرت صلعم عید کی نماز مین کون کون سی سورتین تلاوت فرماتے تھے، تو آپ نے

۱؎ اصابہ ج ۷ ص ۲۱۲، ۲؎ اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۱۹، ۳؎ اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۱۸،

اس بارہ مین ابوواقد کی طرف رجوع کیا، انھون نے بتایا کہ اقتربت الساعۃ اور ق والقرآن المجید تلاوت فرماتے تھے[۱] اون کی مرفوع روایات کی تعداد چوبیس ہی[۲] ان سے روایت کرنے والون مین ان کے لڑکے واقد اور عبد الملک اور عام رواۃ مین عبید اللہ بن عبد اللہ، ابو مرہ، عطا بن یسار، سنان بن ابی سنان، اور عروہ بن زبیر لائق ذکر ہین،[۳]

---

[۱] مسلم کتاب صلوۃ العیدین باب ما یقرا فی صلوۃ العیدین، [۲] تہذیب الکمال ص ۴۶۲،

[۳] تہذیب التہذیب ج ۱۲، ص ۲۷۰،

جو لوگ عہد رسالت اور عہد صحابہ کی اخلاقی، مذہبی، علمی اور سیاسی تصویر دیکھنا چاہتے ہین اور ان کی برکتون سے مستفید ہونا چاہتے ہین، ان کے لیے اس سلسلہ کا مطالعہ ازبس ضروری ہے، اس سلسلہ کے حسب ذیل حصے ابتک شائع ہوچکے ہین،

اسوۂ صحابہؓ جلد اول، اس مین صحابۂ کرام کے عقائد، اعمال، عبادات اور اخلاق و معاشرت کے متعلق نہایت مستند اور پر اثر واقعات ہین، ضخامت ۲۴۳ صفحات، قیمت: عیہ

اسوۂ صحابہؓ جلد دوم، اس حصہ مین صحابۂ کرام کے مذہبی، علمی، سیاسی خدمات اور کارنامون کی تفصیل ہے، ضخامت ۴۴ صفحات، قیمت: للعہ

اسوۂ صحابیات، یہ کتاب صحابیات کے مذہبی، اخلاقی اور علمی کارنامون کا مرقع ہے، ضخامت ۸۹ صفحات، قیمت: عہ

خلفائے راشدینؓ، اس کے شروع مین ایک مقدمہ ہے جسمین خلافت کی مذہبی اور سیاسی حیثیت پر بحث ہے اور بہ ترتیب چارون خلفائے کرام کے ذاتی حالات، فضائل اور ان کے مذہبی علمی اور سیاسی کارنامون اور فتوحات وغیرہ کی تفصیل ہے، ضخامت ۳۲۸ صفحے قیمت بیہ

مہاجرین، جلد اوّل، ابتدا مین ایک مقدمہ ہے، جس مین قریش اور مہاجرین کے دوسرے قبائل کی زمانۂ قدیم سے لے کر فتح مکہ تک اجمالی تاریخ ہے، اور خلفائے راشدین کے علاوہ بقیہ حضرات عشرہ مبشرہ اور ۳۸ اکابر مہاجرین صحابہ کے حالات، سوانح اور اخلاق وفضائل ہین، ضخامت ۴۲۹ صفحات، قیمت للعہ

مہاجرین جلد دوم، اس مین بقیہ ۹۴ مہاجرین کرام کے سوانح، اخلاق وفضائل اور اُن کے سیاسی مجاہدات وکارنامون کی تفصیل ہے،

ضخامت ۳۶۳ صفحات، قیمت بیہ

سیر الانصار جلد اوّل - ابتدا میں ایک مقدمہ ہے، جس میں انصار کی اجمالی تا
ہے اور ۵۰ انصار کرام کے حالات، سوانح، اخلاق و فضائل اور اُن کے مذہبی، علمی اور سیا
کارناموں کی تفصیل ہے، ضخامت [illegible] صفحات، قیمت :- [illegible]

سیر الانصار جلد دوم - اس میں بقیہ انصار کرام کے مفصل حالات ہیں
ضخامت [illegible] صفحات، قیمت :- [illegible]

سیر الصحابیات، اس میں ازواج مطہرات، بنات طاہرات، اور عام صحا
کی سوانحعمریاں اور ان کے علمی اور اخلاقی کارنامے ہیں، ضخامت [illegible] صفحات قیمت

سیر الصحابہ جلد ششم، اس میں امیر معاویہ، حضرت امام حسنؓ، امام حسینؓ او
عبداللہ بن زبیرؓ کے حالات، سوانح، اخلاق و فضائل اور اُن کے سیاسی مجاہدات و کارنامو
اور اختلافات کی پوری تاریخ لکھی ہے، ضخامت [illegible] صفحات قیمت :- [illegible]

فرمانروایان عرب زیر طبع مؤلفہ شاہ معین الدین احمد ندوی،
مسلمانان ہندوستان کو جزیرۃ العرب کیساتھ جو مذہبی تعلق اور والہانہ عقیدت ہے، وہ محتا
بیان نہیں لیکن اس کے باوجود انکو وہاں کی سیاسی حالت سے بہت کم واقفیت ہے کہ وہاں ا
کتنی حکومتیں ہیں؟ ان کی اندرونی، مذہبی، سیاسی، اقتصادی، تمدنی اور علمی حالت کیا ہے، بیرونی دنیا میں
کیا پوزیشن ہے اور دوسری بیرونی سلطنتوں کے ساتھ انکے کیا تعلقات ہیں، فرمانروایان عرب میں
حجاز، یمن، عسیر، نجد اور عراق وغیرہ تمام قابل ذکر عربی حکومتوں کے اجمالی مگر جامع حالات لکھے گئے
جسے بعض اہم سیاسی حالات کا بھی انکشاف ہوتا ہے،

(پرنٹر و پبلشر محمد ادریس وارثی) منیجر دار المصنفین اعظم گڈھ